روشنک بیگم

یعنی

ایک تعلیم یافتہ و مہذب خاندان کا قصہ

مصنفہ

مسز - ا - ظ - حسن (بنگال)

سنہ ۱۹۳۶ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

بار دوم ۱۰۰۰

بچون کیلئے قومی و ملکی نظمین

رعایتی قیمت پر صرف ۳۱ جنوری ۳۲ء تک

نام	کیفیت	اصلی	رعایتی
تحفة الاخوان	مولانا حالی مرحوم کی ایک دل ہلا دینے والی قومی نظم	۴ر	۳ر
شکوۂ ہند	دردناک انداز مین اپنے قومی تنزل کا بیان۔ اثرات سے لبریز	۳ر	۲ر
مناجات بیوہ	ایک بیوہ کی دردناک مناجات۔ بیحد مقبول ہوئی ہے۔	۲ر	۱ر
مناجات بیوہ مع مثنوی حقوق اولاد	یہ دو نون نظمین قابل دید ہین لکھائی چھپائی دیدہ زیب	۴ر	۳ر
پیام حالی	ایک مفید اور نتیجہ خیز سبق آموز نظم	۲ر	۱ر
گلدستۂ قومی	قومی اور سیاسی نظمون کا مختصر گلدستہ	۲ر	۱ر
جلوۂ نور	مشہور کتاب نورنامہ کے رنگ کا سچا نورنامہ	۲ر	۱ر
پیغام عندلیب	حضرت اقبال کے رنگ مین ایک قومی نظم	۲ر	۱ر
نوائے ملت	احساس اور خودداری پیدا کرنے والا قومی رسالہ	۲ر	۱ر
چمن بے خزان	مشہور اخبار سیارہ کی سیاسی اور قومی نظمون کا مجموعہ	۸ر	۶ر
لمعات روحانی	ہر شعر وجد مین لانے والا اور تڑپا دینے والا	۴ر	۳ر
جذبات احرار	احرار اسلام کی زبان سے قومی احساس کو پیدا کرنے والے اشعار	۴ر	۳ر
مجموعہ کلام مظہری	اخلاقی اور قومی رنگ کی تین نظمون کا مجموعہ	۶ر	۳ر
جذبات اوج	حضرت اوج گیاوی کی قومی اور نیچرل نظمون کا مجموعہ	۸ر	۶ر
وداع اسلام	قوم کی حالت زار کا نقشہ لیڈرون کی نوچ کھسوٹ	۲ر	۱ر
نور ایمان	بیدل سہارنپوری کی صوفیانہ رنگ کی شاعری	۱۲ر	۹ر
مسدس حالی	مولانا حالی کی مشہور عبرت انگیز نظم	۸ر	۶ر
قطعات حالی	بچون بوڑھون عورتون مردون کے لئے ہدایت کا مجموعہ	۸ر	۶ر
رباعیات حالی	حالی مرحوم کی نصیحت آمیز شاعری کا خلاصہ پاکٹ اڈیشن	۶ر	۵ر
متاع دل	مختلف موضوعات پر دلچسپ رباعیات	۲ر	۱ر
دیوان حالی	مولانا حالی مرحوم کے کلام کا مجموعہ	۸عہ	۵عہ

ملنے کا پتہ:۔ صدیق بک ڈپو لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ قصہ

شہر دہلی میں نواب سید مظفر کا عالی شان مکان آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ نواب صاحب کا خاندان بادشاہی وقت سے مشہور تھا۔ اِن کے آبا و اجداد کا زمانہ شاہی وقت میں بڑے عروج پر تھا۔ اور اب بھی برٹش گورنمنٹ کے عہد میں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ حکام وقت بڑی قدر کرتے تھے۔ نواب بہادر کا معزز خطاب عطا ہوا تھا۔ اور اِن کے چھوٹے بھائی نواب جعفر کو سی آئی ای کا خطاب ملا تھا۔ دونوں بھائی جلیل القدر رئیس تھے۔ اِن کا نام مثل آفتاب کے روشن تھا۔ زمینداری۔ مکانات۔ جائداد نقد جنس نوکر چاکر۔ ماما اصیلیں بگھی۔ فٹن۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ اللہ کا دیا سبھی کچھ تھا۔ ایک وسیع دالان میں جو فرش فروش سے سجا ہوا تھا۔ دونوں بھائی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ان کا گورا رنگ کتابی چہرہ۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ کشادہ پیشانی پیوستہ ابرو اور دراز قامت صاف گواہی دیتے تھے۔ کہ عالم جوانی میں خوبصورتوں میں شمار ہوتے تھے۔ دونوں بھائیوں میں از حد محبت تھی۔ تاہم دونوں علیحدہ مکانوں میں رہتے تھے۔ کیونکہ نواب جعفر کی بیوی ایک ضدی بدمزاج۔ اَن پڑھ جاہل بیگم تھیں۔ گو وہ حسین سُرخ و سفید تھیں لیکن بدمزاجی اور جہالت کی وجہ سے کسی سے نہ بنتی تھی۔ ہمیشہ ناک بھوں چڑھائے رہتی تھیں۔ حسینی بیگم کی بدمزاجی کی وجہ سے نواب مظفر کی بیوی عالیہ بیگم علیحدہ رہتی تھیں۔ عالیہ بیگم کوئی روشنی کی بیگم نہ تھیں لیکن

بڑے گھرانے کی بیٹی اور تعلیم یافتہ تھیں۔ قرآن مجید اُردو لکھنا پڑھنا۔ اور کسی قدر فارسی بھی جانتی تھیں۔ اور عقلمند سلیقہ شعار تھیں سُسرال والے اُن کے بڑے مداح تھے۔ جتنے کہ ہمسائیاں اور ملنے والیاں بھی گرویدہ تھیں۔

عائشہ بیگم جس قدر رحم دِل نیک خوش مزاج تھیں حسینی بیگم اُسی قدر مغرور فتنہ انگیز ضدی لڑاکا تھیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ جعفر بیچارے بڑے خوش خلق اِنسان تھے لیکن بیوی کے ہاتھوں عاجز تھے + بیوی ہر وقت پنجے جھاڑ کر لڑائی کو موجود۔ مگر جعفر طرح دیکر ٹل جایا کرتے تھے + نواب جعفر کے کئی لڑکے مر کر صرف ایک خرد سالہ خوب صورت اکلوتی لڑکی تھی جس کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے + نواب مظفر کے دو لڑکے دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی بہار النساء بیگم لکھنؤ کے نواب خورشید علی سے بیاہی گئی تھیں + چھوٹی مریم پانچ سال کی حسین لڑکی تھی + بڑا لڑکا غضنفر۔ چھوٹا ہمایوں فرخ تھا +

آج دونوں بھائیوں میں یوں گفتگو ہوئی:۔

جعفر (گنگا جمنی خاصدان سے گلوری اُٹھاتے ہوئے) "بھائی جان آپ نے کچھ سُنا نہیں؟ مبارک ہو۔ ہم نے ابھی ابھی خبر پائی ہے غضنفر نے ایم اے اور ہمایوں فرخ نے بارھویں سال میں اُنٹرنس کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا"

مصاحب "حضور صاحبزادے نے بڑا نام پیدا کیا + مرزا صاحب "سبحان اللہ سبحان اللہ بڑا ذہین لڑکا ہے + نواب مظفر "واقعی ہمایوں فرخ ذہین ہے"

اتنے میں نواب اشرف علی سی۔ آئی۔ ای فٹن سے اُترے۔ اور اپنے بڑے بہنوئی نواب مظفر سے مخاطب ہو کر کہا "بھائی صاحب مبارک ہو۔ ہمایوں فرخ درجہ اول میں کامیاب ہوا۔ وہ انشاء اللہ بہت ترقی کرے گا۔ مجھے علی گڈھ کے پرنسپل صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ہمارے کالج بھر میں ہمایوں فرخ سا سعید اور ذہین لڑکا نہیں ہے۔ یہ چھوٹی سی عمر میں اول درجہ میں پاس ہوا۔ اگر پوری تعلیم دی جائے۔ خوشا بد اس کا ثانی ہندوستان بھر میں نہ ہو + مجھے اس لڑکے سے از حد محبت ہے۔ چونکہ میں فرلو پر ولایت جانے والا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کی مرضی ہو۔

تو ہمایوں فر کو میرے ہمراہ کیجئے۔"

نواب جعفر: "ہماری تو دلی خواہش ہے۔ کہ ہمایوں فر کو تعلیم کے واسطے لندن بھیجا جائے۔ اور اکسفورڈ میں اس کی پوری تعلیم ہو۔"

اشرف علی: "میں بھی یہی کہتا ہوں۔ سول سروس اور بیرسٹری دونوں امتحانوں میں ضرور کامیاب ہو گا۔ کیونکہ ہونہار اور بلا کا ذہین ہے۔" نواب مظفر: "میں آپ لوگوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ آپ دونوں صاحب غلطی پر ہیں۔ ولایت کی تعلیم مٹی کر دیتی ہے۔" اشرف علی: "نہیں جناب بلکہ رانگ کو سونا بنا دیتی ہے۔" مظفر۔ (ہنس کر) "اپنی اپنی سمجھ ہے۔" اشرف: "کچھ نقصان ہم بھی سنیں۔" جعفر: "بھائی صاحب آخر آپ کو انکار کیوں ہے؟ لڑکے کی بہتری دیکھنا ہم کو ضرور ہے۔ اور وہ بغیر تعلیم کے ممکن نہیں۔" مظفر: "جس کو آپ لوگ بہتری سمجھتے ہیں۔ اس کو میں دشمنی خیال کرتا ہوں۔ آج کل نئی روشنی کے زمانے میں ہزاروں لڑکے لنڈن فرانس جرمنی جاتے ہیں۔ مگر کسی کو بھی آپ نے دیکھا ہے کہ وہ مسلمان رہے ہیں؟ جو آئے اُن کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ نماز کو اُٹھنا بیٹھنا اور روزہ کو فاقے مرنا۔ زکوٰۃ کو بیہودہ خرچ کہتے ہیں۔ شراب خوری۔ عیاشی۔ قمار بازی الغرض شیطان کے بھی مرشد۔ اور فرعون بے سامان بن کر آتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے۔ کہ خاصے صاحب بہادر بن آتے ہیں۔ ڈنڈا ہاتھ سے اور چُروٹ منہ سے عینک آنکھوں پر سے کسی وقت جدا نہیں ہوتی ہے۔ اور بعض تو اپنی جان پر عذاب کسی ماما یا میوہ فروش۔ مالن۔ درزن گرہ کی پڑی میم کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔ سارے کنبے کو چھوڑ کر جنگل میدان میں کوٹھی میں رہنا اختیار کرتے ہیں۔ خاندان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ اگر اولاد ہوئی تو ماں کی صحبت کے اثر سے بے دین کٹے لا مذہب۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ آخر بیرسٹری یا سول سروس سے کیا ہو گا؟ یہی نہ کہ نام پیدا کرے گا۔ ہمارے خاندان کا نام خدا کے فضل سے کیا کم ہے۔ فضل خدا سے روپیہ کی کمی نہیں نوکری سے غرض کیا۔ یہی تعلیم مسلم علی گڈھ میں وہ ایم اے تک بخوبی حاصل کر سکتا ہے۔"

جعفر: "جی نہیں یہاں کی اور وہاں کی تعلیم میں بڑا فرق ہے۔"

اشرف "کجا یورپ کی تعلیم۔ اکسفورڈ کی ڈگری۔ کجا علی گڈھ کی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟"

جعفر "جناب ہمارا ہمایوں فر انسان نہیں فرشتہ ہے۔ حلم اور انکسار رحم دلی فیاضی انتہا سے زیادہ۔ چال چلن مزاج۔ عادت۔ تعریف کے قابل۔ اس قدر اوصاف حمیدہ جناب باری نے اس لڑکے میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ کہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے"۔ اشرف "کالج بھر تعریف کرتا ہے۔ گذشتہ مہینے جب میں لڑکوں کو دیکھنے علی گڈھ گیا تھا۔ تو جن جن پروفیسروں اور لڑکوں سے ملا سب سے ہمایوں فر کی تعریف سُنی۔ اور پرنسپل تو گویا عاشق ہی ہیں"۔

مظفر "میں دیکھتا ہوں آج آپ دونوں صاحب ہمایوں فر کی تعریفوں کے پُل باندھنے لگے"۔ جعفر "کیا کچھ جھوٹ بھی ہے"۔ مظفر "نہیں جھوٹ تو نہیں۔ اب تک تو وہ ایسا ہی ہے لیکن آیندہ کا کون ٹھکانہ"۔ جعفر "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات مثل مشہور ہے"۔

اتنے میں ایک فٹن گڑگڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔ اور تین شخص اُتر کر سر جھکائے دالان کی طرف بڑھے۔

اشرف "غضنفر تم لوگ آگئے"۔ غضنفر (مؤدبانہ سلام کرکے) "جی ہاں ابھی اسٹیشن سے آرہا ہوں"۔

ہمایوں فر نے سب کو جُھک کر آداب کیا۔ اور نیچی نظر کئے ہوئے ایک طرف کھڑا رہا۔ تیسرا حامد علی نواب اشرف علی کا صاحبزادہ ہمایوں فر سے ایک سال چھوٹا آداب بجالایا۔ گو نواب صاحب کے خاندان میں سب سُرخ و سفید تھے۔ لیکن ہمایوں فر نہایت خوب صورت حسین بلند پیشانی نرگس کی سی آنکھیں۔ بدن چھریرا۔ ہر عضو بدن سانچے کا ڈھلا ہوا۔ سیاہ بال کھنچے ہوئے ابرو۔ چودھویں رات کا چاند معلوم ہوتا تھا۔ نواب صاحب نے کہا "بیٹھ جاؤ"۔ لڑکے ادب سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نواب جعفر نے ہمایوں فر کو بلایا۔ بوسہ دیا منہ سے لپٹا کر پیار کیا۔ اشرف علی نے بھی اِن کی تقلید کی۔ لیکن نواب صاحب خاموش رہے کیونکہ اِن کا

رعب لڑکوں پر ہمیشہ غالب تھا۔ برعکس ان کے چھوٹے نواب اکثر لڑکوں سے گفتگو کرتے۔ اِن کے کھیل میں بھی کبھی کبھی شریک ہوجاتے۔ نماز بھی اکثر لڑکوں کے ساتھ پڑھتے۔ الغرض لڑکے چچا اور ماموں سے کسی قدر بے تکلف تھے۔ شام کو لڑکے دسترخوان پر آئے۔ بعد کھانے کے اپنے اپنے کمرے میں سو رہے۔

صبح کو عالیہ بیگم اور نواب صاحب سے غضنفر کی شادی کے بارے میں گفتگو ہوئی:۔

عالیہ بیگم "غضنفر کی شادی کر دینے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ لڑکی بھی ماشاء اللہ سیانی ہوئی" نواب "مجھ کو تو عذر نہیں۔ لیکن تمہارے بھائی انگریزی خیالات کے جنٹلمین ہیں۔ وہ کہتے ہیں لڑکا ایم اے کی ڈگری حاصل کرلے۔ اِس قدر جلدی کیا ہے" بیگم "میں اُن کو سمجھاؤں گی"۔

الغرض بیگم صاحبہ نواب اشرف علی کے یہاں گئیں۔ اپنی بھاوج صالحہ بیگم اور اشرف علی کو سمجھایا۔ اشرف علی نے ہزاروں طرح کے عذر پیش کئے لیکن بیگم کو بہو لانے کی خوشی تھی۔ اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ دونوں میاں بیوی مجبور ہوئے منگنی ہوچکی تھی۔ دونوں نے آخر کار منظور کر لیا۔ کُل سامان تیار تھا۔ الغرض بڑی دھوم دھام سے برات نکلی۔ اور ہزاروں روپے صرف کرکے بڑے حوصلے سے غضنفر کی شادی نواب اشرف کی بڑی لڑکی قمر آرا بیگم سے ہوگئی۔ سات دن برابر ناچ رنگ رہا۔ قمر آرا کو سسرال سے خورشید لقا دُلہن کا خطاب ملا۔ چوتھی چالے کی رسم بھی ادا ہوئی۔

غضنفر ہمیشہ کے شرمیلے اور کم سخن تھے۔ برعکس اِس کے ہمایوں فرزندہ دِل اور ملنسار تھے۔ مکان میں سب کو ہمایوں فر سے عشق تھا۔ ایک دِن کا ذکر ہے۔ کہ بہار النساء بیگم قمر اور چند سہیلیاں باغ میں گئیں۔ یہ باغ خاص نواب صاحب کا تھا۔ پردہ کا خوب انتظام تھا۔ ہمایوں فر اور حامد ساتھ تھے۔

ہمایوں فر "(صفدر اپنے بھانجے کا ہاتھ پکڑ کر) چلو صفدر تم کو لے چلوں۔ اِس طرف درختوں پر جانور بیٹھے ہیں شکار کروں گا۔ تم دیکھو گے چچا جان شکار کا گوشت

بہت پسند کرتے ہیں"۔
صفدر اور اُس کی چھوٹی بہن نجم النساء بیگم نے کہا" ماموں جان ہم بھی چلیں گے"۔
بہار النساء بیگم" نہیں نہیں۔ تم لوگ نہ جاؤ"۔ ہمایوں فر" کیوں باجی جان آپ کو میرا اعتبار نہیں؟ کیا میں صفدر پر گولی چلا دوں گا۔ امی جان سے تو پوچھئے کہ میرا اعتبار ہے یا نہیں"۔ قمر آرا" (مسکرا کر) تم سے کچھ دور بھی ہے"۔ ہمایوں فر" (بھاوج کے شانوں پر دوشالہ ڈال کر) لو بھابی اچھی طرح اُوڑھ لو۔ تو میں باغ کے اس طرف لے چلوں"۔
قمر" جی نہیں معاف کیجئے"۔ شمس النساء بیگم" (پھوپھی زاد بہن) معلوم نہیں۔ ہمایوں فر تم اس بے چاری کو کیوں اتنا چھیڑتے اور ستاتے ہو۔ دیکھو دلہن کے بال اُلجھ گئے"۔
بہار النساء بیگم" ہمایوں فر اور حامد تم دونوں اِس درخت پر چڑھ جاؤ۔ آم توڑ لاؤ تو ہم ایک اشرفی انعام دیں"۔ حامد" (خوش ہو کر) باجی جان میں جاتا ہوں مجھے انعام دینا"۔ ہمایوں فر" جو زیادہ توڑے گا وہی انعام پائے گا"۔
الغرض دونوں درخت پر چڑھ گئے اور آم توڑ توڑ کر پھینکنے لگے۔ صفدر، نجمن، مریم دوڑ دوڑ کر چننے لگے۔ دونوں درخت سے اُتر آئے اور اپنے اپنے آم شمار کرنے لگے۔ حامد نے بہت سے آم جمع کئے تھے۔ بہار النساء بیگم نے کہا کہ کیونکر حساب معلوم ہو۔ ہمایوں فر نے کہا ہم نے جس قدر توڑے ہیں اُن پر پنسل سے نمبر لکھا ہے۔ دیکھ لیجئے ۸۵ آم ہمارے ہیں"۔
بہار النساء نے جو دیکھا تو ٹھیک تھا۔ حامد ہمایوں فر کی چالاکی دیکھ کر منہ دیکھتا رہ گیا۔ ہمایوں فر نے خوشی خوشی اشرفی لی۔ کیونکہ حامد سے اِس کے آم زیادہ تھے۔ لیکن ہمایوں فر نے حامد کو گلے لگا کر کہا" پیارے دوست ہم دونوں اشرفی بانٹ لیں گے۔ اور کالج کے خیرات فنڈ میں داخل کر دیں گے۔ کیوں تم کیا چاہتے ہو"؟
حامد نے بھی خوش ہو کر کہا" ہاں ضرور دیں گے"۔ الغرض شام کو سب مکان کو واپس آئے۔
نواب جعفر" کیوں ہمایوں فر۔ آج باغ میں تم نے کیا کیا؟ آج کل خوب کھیل

ہیں مصروف ہو۔" ہمایوں فر: "چچا جان اب ایک ہفتہ کی تعطیل ہے۔ اس لئے بھائی بہنوں سے کھیلتا ضرور رہوں۔" جعفر: "اچھا صاحب آؤ۔ اس طرف ہو بیٹھو۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" ہمایوں فر: (قریب ہو کر) فرمائیے۔" جعفر: "تمہارے پرنسپل صاحب ولایت جاتے ہیں۔ تم کو ان کی مفارقت ضرور شاق گذرے گی۔ اگر ہم تم کو بھی ان کے ہمراہ کر دیں تو کیسا؟"

ہمایوں فر: "چچا جان میرے چند ہم جماعت دوست بھی جا رہے ہیں اور پرنسپل صاحب نے مجھے کہا تھا کہ تم بھی چلو۔ اکسفورڈ میں تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ میری بڑی خواہش ہے۔ کہ مجھ کو تعلیم پوری ولائتی جائے۔ پیارے چچا جان آبا جان سے اجازت لے کر ہمارا بند وبست کر دیجئے۔ مجھے علم کا بہت شوق ہے۔ پرنسپل صاحب کہتے تھے۔ کہ اگر تم ابھی سے لندن میں تعلیم پاؤ۔ تو دنیا میں بڑے عالم شخص ہو گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ یہاں ایف اے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔ ولایت کے گریجوایٹ یہاں کے گریجوایٹ سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ (جیب سے لفافہ نکال کر) لیجئے کل یہ خط صاحب موصوف نے لکھا ہے۔"

جعفر: "بیٹا میں تم کو تمہاری کامیابی پر دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا تم کو ہمیشہ ایسا ہی کامیاب کرے مجھے بھی تمہاری تعلیم کا خیال ہے۔ اور دلی تمنا ہے کہ تم ولایت سے سویلین ہو کر آؤ لیکن تمہارے آبا خلاف ہیں۔"

ہمایوں فر: "اگر آپ کوشش کریں تو ممکن ہے۔ پرنسپل صاحب نے لکھا ہے کہ اگست کا مہینہ ہے اگر اکتوبر سے پہلے لندن پہنچ جاؤ۔ تو کالج میں داخل ہونے کا کافی وقت ملے گا۔"

جعفر اس تمام گفتگو کو بغور سنتے رہے۔ آخر کار کہا: "جان من مجھے کوئی عذر نہیں بیٹا مجھ کو تمہاری محبت از حد ہے۔ تمہاری خوشی ہر طرح منظور۔ لیکن بھائی صاحب کی اجازت درکار ہے۔ گو بھائی صاحب نے تم کو مجھے دے ڈالا ہے تاہم وہ ہمارے تمہارے بزرگ ہیں۔" ہمایوں فر: "آپ کو مجھ پر پورا اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ میں آپ کا متبنے بیٹا ہوں۔ آبا جان ضرور راضی ہو جائیں گے۔"

جعفر: (پیار کرکے) میرے بچے بیشک تم میرے فرزند ہو۔ جگر گوشہ ہو۔ میں ضرور کوشش کروں گا۔"

ہمایوں فر: (آنکھوں میں آنسو بھر کر) مجھے اعلیٰ تعلیم کا شوق ہے۔ اگر اعلیٰ تعلیم نہ ہوئی۔ تو زندگی عبث ہے۔" جعفر: "پیارے تم اطمینان رکھو۔ اور اخیر جملہ واپس لو میں تمہارے واسطے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جس طرح ممکن ہو گا تم کو ضرور تعلیم دوں گا۔ چاہے جس قدر بھی صرف ہو۔ سوائے تمہارے اور کوئی فرزند نہیں رکھتا۔"

ہمایوں فر نے کرسی سے اُٹھ کر اور چچا کے قدموں میں گر کے شکریہ ادا کیا اتنے میں کھانے کا وقت آیا۔ نواب صاحب دسترخوان پر آئے لیکن نواب جعفر آرام کرسی پر خاموش اپنے خیالات میں غلطاں و پیچاں تھے۔ خدمت گار نے تین چار مرتبہ آ کر کہا۔ کہ حضور خاصہ تیار ہے۔ لیکن نواب نے کچھ خیال نہ کیا۔ خود بڑے نواب صاحب نے آن کر کہا۔ "خیر ہے جعفر طبیعت کیسی ہے۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ آج ہم نے نواب اشرف علی کو بھی کھانے پر روکا ہے۔ وہ بھی انتظار کرتے ہیں۔" جعفر: (کرسی سے اُٹھ کر) معاف کیجئے آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ خدا جانے اس وقت میں کیا سوچ رہا تھا۔"

الغرض دونوں بھائی دسترخوان پر آئے۔ چھوٹے نواب صاحب نے دو چار لقمہ کھا کر کھانے سے ہاتھ کھینچا۔

اشرف علی: "آج تو آپ نے مطلق نہیں کھایا۔" جعفر: "بھوک بالکل نہیں ہے آج۔"

مظفر: "چہرہ بھی اُداس ہے۔ حکیم صاحب کو بلاؤں۔"

جعفر: "جی نہیں حکیم صاحب کو کیوں تکلیف دیجئے گا۔" مظفر: "خیر صاحب (مسکرا کر) انگریزی دوا پر آپ کو اعتقاد ہے۔ تو پھر ڈاکٹر صاحب کو خبر دوں۔"

جعفر: "نہیں میں بالکل اچھا ہوں۔ دوا کی ضرورت نہیں۔ میرے درد کی دوا آپ کے ہاتھ ہے۔ اگر آپ ہماری التماس قبول فرمائیں۔ بھائی جان دیکھوں تو آپ کو ہمارا کس قدر خیال ہے۔"

اشرف علی: "آج کون سا کام آپ کو بھائی صاحب سے لینا ہے۔ جو اس قدر خوشامد کر رہے ہیں؟" نواب صاحب: "(مسکرا کر) شاید کچھ ہو۔" جعفر: "مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔"
مظفر: "کہو تو معاملہ کیا ہے؟"

سب کے سب نواب صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔

جعفر: "آپ کو یاد ہو گا۔ اکبر نے جس روز قضا کی آپ نے ہمایوں فر کو جو دو ماہ کا بچہ تھا۔ مجھے یہ کہہ کر دے ڈالا کہ یہ تمہارا بچہ ہے۔" مظفر: "بیشک ہم نے کہا تھا۔ اور میں اپنے وعدہ پر قایم ہوں۔" جعفر: "(خوش ہو کر) فرزند پر سب کو اختیار حاصل ہے۔"

مظفر: "صاحب میں کب آپ کے فرزند پر دعوے کرتا ہوں۔ اور نہ اس کی ماں کو حق ہے۔ نواب تو خوش ہوئے۔" جعفر: "میرا مطلب ہنوز حاصل نہیں ہوا۔"
مظفر: "کہو اور کیا کہنا ہے؟" جعفر: "علی گڑھ کے پرنسپل صاحب لندن جاتے ہیں اور ہمایوں فر کو لندن بھیجنے کے بارے میں مجھے خط لکھا ہے۔ میری بھی دلی خواہش ہے کہ اپنے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دوں۔ آپ کی اجازت درکار ہے۔"

نواب مظفر: "(کچھ دیر سوچ کر۔) میں باپ یا چچا کی حیثیت سے کبھی لڑکے کو لندن بھیجنے کی صلاح نہ دوں گا۔ ہمارے خیالات سے تم واقف ہو۔ لیکن تمہاری خوشی۔ ایسا نہ ہو پچھتانا پڑے۔ ہم نے سنا ہے پرنسپل صاحب نے اس کے دل میں لندن جانے کی خواہش پیدا کر دی ہے۔ وہ ابھی بالکل بچہ ہے۔ خیر اگر بھیجنا ہے تو کم از کم اس کی عمر بیس سال کی تو ہونے دو۔"

جعفر: "صغیر سنی کی تعلیم اور ہے۔ اگر وہ صغیر سنی سے اکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرے گا۔ تو ایک مشہور شخص ہو گا۔" اشرف: "بھائی صاحب آپ ناحق عذر کرتے ہیں۔ آخر لڑکا لایق ہو کر آئے گا۔ آپ کی ناموری ہو گی۔"

مظفر: "جی بجا۔ بلکہ یوں کہو کہ کوٹ پتلون ڈاٹے کٹا لامذہب ہو کر آئے گا۔"

اشرف: "ایک آپ ہی کو تعصب ہے۔ ورنہ ہندوستان میں سبھی کوٹ پتلون پہنتے ہیں۔ لامذہب وہی ہوتے ہیں جو اپنے مذہب سے بالکل کورے ہیں۔ ہمایوں فر

بچہ تو ہے لیکن مذہب کا اس کو بہت خیال ہے۔ اس نے پکّی مومنہ ماں کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اسلام اس کی گھٹی میں پڑا ہے کیا عجب ہے کہ انگلستان میں اس کے ذریعہ بہتوں کو ہدایت ہو"۔

جعفر" آپ کچھ خوف نہ کریں وہ انشاء اللہ جوہر ہو کر آئے گا"۔

نواب صاحب" (داماد کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں صاحب تمہاری کیا رائے ہے"۔ خورشید نواب" جناب گو مجھے انگریزی میں دخل نہیں ہے لیکن آج کل لڑکے ولایت جا کر ترقی کرتے ہیں۔ وہاں کی تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ ماموں صاحب اور چچا صاحب نے جو کچھ فرمایا بجا ہے ماشاء اللہ ہمایوں فر ذہین ہے"۔

نواب صاحب" غضنفر۔ تم نے اپنے چچا اور ماموں کی تقریر سنی۔ تمہاری کیا رائے ہے؟" غضنفر" ابّا جان اگر آپ کی مرضی ہو تو اس سے بہتر اور کیا بات ہوتی ہے۔ کالج کے لڑکے اور پروفیسر پرنسپل سب کی یہی رائے ہے۔ اکثر پرنسپل صاحب ہمایوں فر کو گھنٹوں سمجھایا کرتے ہیں اس لئے اس کے دل میں بھی شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر وہ لندن نہ گیا تو پڑھنے سے اس کا دل ضرور اُچاٹ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے ساتھی جا رہے ہیں۔ پرنسپل صاحب نگراں رہیں گے بھیجنے میں ہرج کیا ہے"۔

نواب صاحب" خیر صاحب چلو اپنی ماں سے بھی رائے لو کیونکہ تم سب کے سب ایک طرف ہو گئے اس وقت"۔

اشرف علی" وہ تو ہرگز راضی نہ ہوں گی۔ ماں کی ممتا اور پھر باجی کو ہمایوں فر بہت عزیز ہیں۔ علی گڈھ میں رکھنا تو ان کو گوارا نہیں۔ جدائی سے پریشان ہوتی ہیں وہ لندن جانے دیں گی"۔

نواب صاحب" یہ آپ جانیں اور جعفر میں نے اجازت دے دی"۔

الغرض دونوں صاحب اندر گئے اور غضنفر بھی ساتھ تھے۔

جعفر" بندگی بھابی صاحبہ"۔ عالیہ بیگم" جیتے رہو۔ کس طرح آئے"؟

جعفر" سلام ہندوستانی بے غرض نیست"۔ عالیہ بیگم" وہ کیا غرض ہے صاحب"؟

جعفر" اگر آپ کی اجازت ہو۔ تو ہم ہمایوں فر کو ولایت بھیج دیں۔ بات کہنے دن

گذر جائیں گے۔" اشرف علی "باجی جان ضرور بھیجنا چاہیئے۔"

عالیہ بیگم حامد کی زبانی کچھ کچھ سُن چکی تھیں۔ بھری بیٹھی تھیں کہنے لگیں" حاشا وکلا میں ہمایوں فر کو کبھی ولایت نہ بھیجوں گی۔ چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ ہے ہے سمندر پار اپنے پیارے بچے کو کیسے بھیجوں گی؟"

جعفر" زیادہ نہیں پانچ سال کا عرصہ ہے۔ درمیان میں جب تعطیل ہو گی لڑکا ایک دو ماہ کے واسطے آجائے گا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ آخر ہم لوگوں کو بھی اُس کی محبت ہے یا نہیں؟" عالیہ بیگم" جی ہاں کیوں نہیں؟ جب ہی تو کالے کوسوں بھیجنے پر تیار ہو گئے۔ صاحب میں باز آئی پڑھانے سے اکٹھے پانچ سال۔ اللہ اللہ نہیں معلوم کون مرے کون جئے۔ میری تو ہمت نہیں پڑتی۔ واسطے خدا کے نام نہ لو مجھے الجھن ہوتی ہے۔ جب سے وہ علی گڈھ گیا ہے مجھے راتوں کو اکثر نیند نہیں آتی۔ اور ولایت بھیج کر زندہ رہوں گی؟ میرا بچہ تنہا مہینوں کی راہ جائے گا۔ ابھی اُس کا سن کیا ہے۔" غضنفر" نہیں اماں جان تنہا کیوں جائے گا۔ کالج کے پرنسپل صاحب بھی ہمراہ جائیں گے۔ ہر طرح دیکھ بھال کریں گے۔ وہ بہت اصرار کرتے ہیں۔ بڑے خلیق عالم شخص ہیں۔ ہمایوں فر کو بہت چاہتے ہیں۔"

عالیہ بیگم" وہ کون بلا ہے۔ مُوا فرنگی۔ بڑا وہ ساتھ جانے والا۔ میرے بچے پر اس کو کیا اختیار ہے۔ سارے کانٹے اسی مُوئے کے بوئے ہوئے ہیں۔"

جعفر" بھابی صاحبہ عقل سے کام لیجئے۔ آپ اجازت دے دیجئے۔"

عالیہ بیگم" اے تو خود کیوں نہیں جاتے ہو۔ صاحب بڑے سور مانے ہیں۔ چلے جائیے۔ امتحان پاس کر کے آنا۔ وہی مثل ہو گی۔ بوڑھے منہ مہاسے لوگ دیکھیں تماشے۔"

جعفر" اگر کہئے تو میں ہمراہ جاؤں؟" عالیہ بیگم" نہیں میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مجھے جدائی برداشت نہ ہو گی۔"

اتنے میں ہمایوں فر ماں کے قریب آئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے قدموں پر گر کر۔ "امی جان! اگر ہماری پوری تعلیم نہ ہوئی تو زندگی عبث ہے۔ اجازت

دے دیجئے"۔ جعفر"۔ ہمایوں فر اب نہ رو بیٹا۔ شام سے روتے روتے تمہاری آنکھیں سُرخ ہوگئی ہیں۔ بھابی صاحبہ نادان نہیں ہیں۔ اجازت ضرور دیں گی لیکن ماں کی مامتا بُری ہوتی ہے۔ وہ خود ہی سمجھ جائیں گی"۔

الغرض بیگم صاحبہ نے دیکھا۔ کہ لڑکا جانے پر آمادہ ہے۔ اس کے ساتھی جارہے ہیں۔ استاد سکھا پڑھا رہا ہے۔ ماموں چچا۔ بھائی سب کے سب لڑکے کو بھیجنے پر تیار ہیں۔ باپ نے اجازت دے دی ہے۔ تو مجبور ہوگئیں۔ چند بیگمات نے کہا۔ کہ بہن اللہ کا نام لے کر بھیج دو۔ آنکھ بند کرنے میں اصل خیر سے یہ زمانہ گذر جائے گا اکثر لڑکے جاتے ہیں۔ جب سب کی رائے ہے۔ تو تم کیوں ضد کرتی ہو؟

ہمایوں فر کی پھوپی جعفری بیگم نے کہا۔ "بھیجنے کو تو میں منع نہیں کرتی۔ ہمارے پڑوس میں گذشتہ سال ایک لڑکا گیا ہے۔ اس کی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے۔ لیکن بیاہ دے کر بھیج دو۔ کیونکہ سنا ہے۔ کہ وہاں کی عورتیں زبردستی شادی کرتی ہیں۔ خدانخواستہ اگر کوئی بلا کی طرح چمٹ گئی۔ وہاں تو پردہ وردہ خاک بھی نہیں۔ عورتیں مرد کی طرح آزاد پھرتی ہیں۔ اور نگوڑی گوری چٹی ہوتی ہیں"۔

عالیہ بیگم"۔ ہاں بہن یہ صلاح تو اچھی تم نے دی لیکن چھوٹے نواب کہتے تھے بہت تھوڑا عرصہ ہے لڑکے کے جانے میں۔ لڑکی تلاش کرنی ہوگی چٹ منگنی پٹ بیاہ ممکن نہیں۔ اور ابھی ہمایوں فر کو خیر سے سترھواں سال بھی پورا نہیں ہُوا"۔

اتنے میں نواب صاحب اندر آئے۔ عالیہ بیگم نے کہا۔ "آپ نے ہمایوں فر کو ولایت بھیجنے کی کس طرح اجازت دی؟" اُنہوں نے کہا "ہم کیا کریں۔ اس کی تقدیر۔ مجھے جعفر کی دِل شکنی منظور نہیں۔ دِل کو قابو میں رکھو۔ بہت جلد زمانہ گذر جائے گا"۔

عالیہ بیگم کے آنسو نکل پڑے۔

نواب صاحب"۔ بیگم رونا دھونا کیسا۔ یہ سب واہیات باتیں ہیں۔ تم اس وقت ہماری طرف متوجہ ہو۔ مجھے تم سے ایک ضروری امر میں صلاح کرنا ہے"۔

بیگم"۔ (آنسو پونچھ کر) فرمائیے"۔ نواب"۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمایوں فر کا نکاح کر دوں بغیر شادی کے لندن جیسے شہر میں بھیجنا مناسب نہیں۔ سب کی یہ ہی

رائے ہے۔ تم کہو تمہاری کیا مرضی ہے؟" عالیہ بیگم "میں بھی تو یہی کہتی ہوں جعفری بیگم کی بھی یہی صلاح ہے۔ لیکن لڑکی تلاش کرنا ہے۔ اس قدر جلدی ہیں مجھے کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا۔ جب سے لڑکے کی سدھارنے کی ٹھیری ہے میرے تو حواس جاتے رہے۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ کس کی لڑکی ایسی گری پڑی ہے کہ چٹ پٹ نکاح پڑھا دے گا۔ کیسے برادری میں جس قدر لڑکیاں ہیں کوئی بھی میری پسند کے لایق نہیں۔ سکینہ بیگم کی لڑکی یا مہرالنساء دونوں میں سے ایک کے ساتھ نسبت ہو تو خوب ہے۔"

نواب صاحب "کیوں جعفر کی لڑکی موجود ہے۔ لڑکی ماشاءاللہ کیسی پیاری اور حسین ہے۔ ہم نے ہمایوں فر کو جعفر کو دے ڈالا ہے جعفر کی بھی یہی خواہش ہے۔"

جعفری بیگم "لڑکی ماشاءاللہ لاکھوں میں ایک ہے۔ اور جعفر کی سوائے اس لڑکی کے اور کوئی اولاد نہیں۔ ایسی نسبت مشکل سے ملتی ہے۔ جوڑ خوب ہوگا۔"

عالیہ بیگم " دولت یا حسن پر نہ جاؤ بہن کیا صرف صورت دولت۔ بڑی ہی کا خیال ہونا چاہئے۔" نواب صاحب " اور کیا ہونا چاہئے۔" بیگم "آپ کو معلوم نہیں حسینی بیگم کس مزاج کی عورت ہیں۔ چھوٹے نواب بچارے ان سے عاجز ہیں مثل مشہور ہے کہ جیسی سوت ویسی پھینٹی جیسی ماں ویسی بیٹی۔ لڑکے کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ اور رائے دن لڑائی فساد ہوگا۔" نواب صاحب " ماں سے کیا واسطہ۔ تم خود لڑکی کو اپنے طور پر تعلیم کر لینا۔ ابھی بچہ ہے جیسا اُٹھاؤ گی ویسی ہی اُٹھے گی۔ میں زبان دے چکا۔ تم تیاریاں کرو۔"

عالیہ بیگم کو یہ نسبت منظور نہ تھی لیکن عقل مند تھیں شوہر کے تیور دیکھ کر سمجھ گئیں کہ وہ ضرور کر کے رہیں گے۔ اور باپ کو پورا اختیار حاصل ہے۔ لڑکا نابالغ ہے۔ خاموش ہو گئیں۔ اور بیگم صاحب فہر درویش بر جان درویش کہہ کر تیاریاں کرنے لگیں۔ خورشید لقا دلہن نے ہمایوں فر سے کہا "مبارک ہو۔"

ہمایوں فر " (حیرت سے بھاوج کی طرف دیکھ کر) یہ مبارک باد کیسی؟"

خورشید لقا " دلہن مبارک ہو صاحب کل نکاح ہے۔" ہمایوں فر " بھابی مجھے اس

طرح کی ہنسی پسند نہیں۔ ہم یہ باتیں کیا جانیں"۔ خورشید لقا "بیوی بہت اچھی ملی آپ کو"۔ ہمایوں فر "باجی جان دیکھئے بھابی مجھے چھیڑتی ہیں۔ پھر ہم بھی ان کو دق کریں گے"۔ بہار النساء بیگم "اے تو تم چڑتے کیوں ہو۔ شادی ہوگی۔ اِس میں چڑنے کی کیا بات ہے؟"

ہمایوں فر یوسف کو منبر پر بٹھا کر پکڑے ہوئے تھے۔ وہ نہایت خوش ہو رہا تھا۔ بہار النساء بیگم اس کے گرنے کے خوف سے پریشان تھیں۔ بھائی پر غصے ہو رہی تھیں۔ ہمایوں فر "باجی اب میں یوسف کو چھوڑتا ہوں۔ دیکھوں وہ گر کر کیا کرتا ہے"۔ بہار النساء بیگم "واسطے خدا کے ہمایوں فر اس کو چھوڑ دو"۔

ہمایوں فر "اِس نے ہماری گھڑی توڑ دی ہے۔ اگر ابا جان دیکھیں گے۔ تو خفا ہونگے۔ اِس لئے میں اس کو سزا دینا چاہتا ہوں"۔

بہار النساء بیگم "ہیں ہیں کچھ خبر ہے میرے بچے پر رحم کرو میں تم کو گھڑی منوا دونگی"۔

ہمایوں فر "(بچے کو بہن کی گود میں رونے سے بٹھا کر) اب تو خوش ہوئیں خدا معلوم آپ کو کیوں یقین نہیں آتا۔ کہ میں اِس کو ہرگز نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ آپ اس کو ہمارے پاس دیکھ کر ادھموا کیوں ہو جاتی ہیں۔ باجی جان"۔ بہار النساء بیگم "اس کی عمر خبر ہے ایک سال بھی پوری نہیں اور تم اُس کو شرارت سے دبوچے لئے پھرتے ہو۔ اس کے ہاتھ پیر لوہے کے نہیں ہیں معلوم نہیں جب تمہارے بچے ہونگے تو کیا کروگے؟ مجھے تو اُن کی حالت پر ابھی سے رحم آتا ہے"۔

خورشید لقا "کل تو نکاح ہے۔ بچے تو خیر ابھی کہاں لیکن کہیں بیوی کو دومنزلہ سے نہ دھکیل دیں۔ بے چاری کی خیر ہو"۔ ہمایوں فر "پھر وہی چھیڑ خانی!

حامد "بیٹی وہ لاہت جاتے ہیں شادی کیسی؟"

شمس النساء بیگم "خدا ہی خیر کرے بے چارے ہمایوں فر کی۔ ماں جیسی بیٹی نہ ہو۔ میرا تو خون خشک ہوتا ہے"۔ بہار النساء بیگم "ہا۔ ہمایوں فر کی تقدیر پھوٹ گئی"۔

خورشید لقا "اور زندگی تلخ ہو جائے گی بے چارے کی خوب پھنسے"۔ ہمایوں فر "(منہ بنا کر) مجھے چنداں پروا نہیں کہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اب تو ہم ولایت

جاتے ہیں۔ کیوں بھابی آپ کو تو ضرور مفارقت ناگوار ہوگی بھائی جان علی گڈھ جائیں گے گھر سنسان معلوم ہوگا۔"

خورشید لقاء:- "اور کیا تمہاری وجہ سے گھر کی رونق ہے تمہارے جانے سے گھر کاٹے کھائے گا خدا کرے خیر سے جلد واپس آؤ۔" شمس النساء:- "بھائی تو عجب مزاج کے ہیں۔"

ہمایوں فر:- "ہاں مجھے معلوم ہے بھائی جان کم سخن ہیں لیکن اُن کے عوض تو ہیں آپ لوگوں کی دلجوئی کرتا رہتا ہوں۔"

بہار النساء:- "ہمایوں فر تم ولایت جاتے ہو۔ تم کو کسی کی محبت نہیں۔ تمہارا دل نہیں کڑھتا۔ کیونکر سب کو چھوڑ کر پردیس میں رہو گے۔"

ہمایوں فر:- "باجی محبت کیوں نہیں ہے لیکن اعلیٰ تعلیم کا شوق ہے۔ اگر ہم نے محنت کی تو بہت جلد لندن سے ڈگریاں لے کر آئیں گے لوگ ہماری قدر کریں گے۔"

بہار النساء:- "تنہائی سے نہیں گھبراتے۔" ہمایوں فر:- "پرنسپل صاحب ہمراہ جائیں گے وہ ہم کو بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔"

نواب جعفر اور حسینی بیگم

نواب جعفر لڑکی کی نسبت مقرر کر کے محل میں آئے۔

نواب جعفر:- "بیگم مبارک ہو۔ ہم نے روشنک کی نسبت ہمایوں فر سے ٹھیرائی ہے کل نکاح ہے تیاریاں کرو۔ اپنے میکے میں خبر بھیجو۔ شرعی نکاح ہوگا۔ ہمایوں فر کی واپسی پر رونمائی موقوف ہے۔"

حسینی بیگم غصے سے نیلی پیلی آنکھیں نکال کر چلا اٹھی "کیسی نسبت۔ کہاں کا ناتہ۔ اور سنو! آپ کون نسبت مقرر کرنے والے ہیں ماں تھی ہے حاشا وکلا میں تو وہاں نسبت ہرگز نہ کروں گی۔ چاہے دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ میں بھی دیکھوں تو نکاح کیونکر ہوتا ہے۔ یہ نہ ہوگا۔"

جعفر:- "خفا ہونے کی بات نہیں ہے۔ تم ہو جاہل۔ تمہاری سمجھ کتنی ہے آخر میں باپ ہوں

ہم نے جو کچھ کیا ہے۔ سوچ سمجھ کر کیا ہے"۔
حسینی بیگم "میں تو نہ دوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو"۔ جعفر "آخر کوئی سبب تو بتاؤ"؟
حسینی بیگم "ہماری خوشی ہم نہیں کرتے"۔ جعفر "وجہ"؟ حسینی بیگم "(منہ چڑاکر) وجہ وجہ بکتے بکتے دماغ چاٹ گئے"۔ جعفر "ایسا لڑکا قسمت سے ملتا ہے"۔
حسینی بیگم "نوج ہماری بچی کی دشمن اس سے بیاہی جائے"۔ جعفر "آخر تم کیا عیب دیکھتی ہو"؟ حسینی بیگم "ایک نہیں ہزار عیب ہیں"۔ جعفر "خیر تم ایک ہی بیان کرو"۔
حسینی بیگم "بہار النساء تیز مزاج۔ عالیہ بیگم لڑاکا۔ قمر آرا فتنہ پرداز۔ صالحہ بیگم بس کی گانٹھ۔ ہمایوں فرید زبان منہ پھٹ۔ صورت نہ شکل بدچلن"۔ جعفر "ہمایوں فر یوسف ثانی ہے۔ خوش خلق حلیم ہے۔ اسے کون بدزبان منہ پھٹ کہے؟ لاحول ولاقوۃ۔ یہ صفت تو تم اپنی بیان کر رہی ہو"۔
حسینی بیگم "ہم ہی برے سہی۔ لیکن میں شادی نہ کروں گی۔ کچھ اندھیر ہے ہبری بچی کے دانت تک نہیں ٹوٹے۔ مکتب کو مہینے نہیں گذرے۔ کنچھیدن نہیں ہوئی اور عقد ہوگا۔ وہ بھی کس کے ساتھ؟ جو ہفتے کے اندر سات سمندر پار جاتا ہے۔ آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ۔ دم کا کیا بھروسہ؟ اگر مرگیا یا جہاز ڈوب گیا تو لڑکی ساری عمر بیٹھی رہی۔ اور اگر واپس آیا تو کافر ہوکر آیا۔ سور شراب حرام حلال کھا کر آیا۔ اور سو بات کی ایک تو ہے کہ ہم نے لڑکی کی نسبت چھٹی کے روز سے اپنے بھتیجے لاڈلے سے کر دی ہے"۔
جعفر "زبان سنبھالو کیسا منحوس کلمہ منہ سے نکالتی ہو۔ روشنک بیگم سے زیادہ مجھے ہمایوں فر عزیز ہے۔ ہمایوں فر ہمارے جان و مال و جائداد۔ نقد و جنس اور ہماری لڑکی کا مالک ہے۔ اچھی طرح کان کھول کر سن لو۔ استغفر اللہ کجا لاڈلے کجا ہمایوں فر۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ حسینی بیگم۔ (غصہ سے) "بڑا وہ وارث علی خاں بنا ہے۔ چولہے میں ڈالوں صدقے کروں۔ لاڈلے کی جوتیوں کی برابری تو کرلے"؟
جعفر "دیکھو زبان سنبھالو۔ ورنہ مجھے بھی غصہ آجائے گا۔ میں ایسا کلمہ اپنے پیارے کی شان میں سننا نہیں چاہتا۔ بس چپ رہو"۔ حسینی بیگم "(سرکو پیٹ کر) دھمکی سے

کوئی اور ڈرتی ہوں گی غصہ آجائے گا تو میرا کیا بگڑ جائے گا؟ میں بھی کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں مجھے بھی ضد ہے۔ اس موئے کا جنازہ نکلے۔ کل تک اس کا ماتم ہو۔ چاہے کچھ بھی ہو۔ میں تو لاڈلے سے روشنک کی شادی کروں گی۔ ورنہ اپنا اس کا خون ایک کروں گی۔ دیکھوں تو موا کیسے بیاہنے آتا ہے اور کون بیاہ دیتا ہے"۔

جعفر:" (غصے سے ڈپٹ کر) چپ رہو۔ بس خاموش۔ ورنہ دیکھو گی)۔ عورت کیا شیطان کی خالہ ہے۔ منہ سے پھول جھڑتے ہیں"۔

اتنا سننا تھا کہ بیگم آگ بگولا ہوگئیں۔ سر پر دوہتھڑ مارا چوڑیاں تڑ تڑ توڑ ڈالیں۔ سر پر اینٹ اٹھا کر ماری۔ فوراً خون جاری ہوگیا چیخنے لگیں۔ گھر کی ماما۔ دائی مغلانی دوڑی آئیں۔ بیوی کو سنبھالا لیکن وہ کسی کی سنتی تھیں۔ نواب کو بے نقط سنا رہی تھیں کبھی کنوئیں کی طرف جاتی تھیں۔ نواب صاحب لعنت ملامت کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔ داروغہ مختار کو بلا کر حکم دیا کہ سب سامان تیار کرو +

حسینی بیگم تمام رات ماتم اور بین کرتی چیختی چلاتی رہیں۔ نواب صاحب باہر ہی رہے۔ صبح کو اپنی بہن جعفری بیگم کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئیں تو نواب نے کہا باجی میں نے آپ کو اس لئے تکلیف دی ہے۔ کہ کل روشنک کا نکاح ہے ذری آپ زنانہ کا انتظام کر دیجئے تو عنایت ہو"۔

جعفری بیگم:" یہ کون بڑی بات ہے۔ سمدھن بے چاری نیک اور خوش مزاج ہیں۔ مجھ کو تمہاری بیوی کے مزاج سے خوف ہے۔ ان کا مزاج خراب ہے۔ آجتک تو میری اُن کی کلہ بہ کلہ لڑائی نہیں ہوئی۔ بہتر ہے کہ وہی انتظام کریں۔ سوائے روشنک کے اور کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ بھی اپنے ارمان پورے کرلیں"۔

جعفر:" ان پر شیطان سوار ہے۔ ان کی مرضی نہیں۔ وہ لاڈلے سے نسبت کرنا چاہتی ہیں۔ کہا ہما یوں فر کجا لاڈلے"۔ جعفری:" میں سمجھاؤں۔ شاید مان جائیں۔ آخر وہ کیا برائی سمجھتی ہیں؟" جعفر:" اپنا سر سمجھتی ہیں۔ ہٹ اور ضد کا علاج کیا؟ خیر ان کی باتوں کا کچھ خیال مت کیجئے۔ میں ضرور ہمایوں فر سے روشنک کا نکاح کرونگا۔ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ روشنک کی ماں اگر خودکشی بھی کرلے تب بھی میں لاڈلے

کو ہرگز ہرگز لڑکی نہ دوں گا۔ میری جائداد کا وارث ہمایوں فر ہے۔ بس بیگم کان کھول کر سن لو۔ یا تو ہنسی خوشی شریک ہو۔ یا بسم اللہ تمہارے بھائی کو ہم نے بلایا ہے۔ اُن کے ہمراہ چلی جاؤ۔"

الغرض جعفری بیگم نے بھی سمجھایا لیکن وہ ضد پر قایم رہیں۔ نواب صاحب نے کہا باجی کتے کی دُم کہیں سیدھی ہوتی ہے؟ آپ اپنا کام کریں۔ حسینی بیگم شوہر اور لڑکی کو کوسنے لگیں۔ تو جعفری بیگم نے کہا "لو بی بہت کچھ سُن چکیں۔ یا تو چپ رہو۔ یا خوش ہو کر انتظام کرو۔ یہ شادی تو ہو کر رہے گی۔ کیوں خود کو ہلکان کرتی ہو۔"
حسینی بیگم "جس طرح دو لڑکے مرگئے۔ اسی طرح اِس ناشدنی کم بخت بدنصیب کو موت آئے۔ نکاح سے پہلے جنازہ کی رسم ادا ہو تو ہمارے دل کو ٹھنڈک پڑے۔"
جعفری "لو اور سنو خدا دونوں باپ بیٹی کی عمر دراز کرے۔ پڑے تمہاری جان پر واہ کیا صفت پائی ہے۔"
حسینی بیگم چلا چلا کر گالیاں دینے لگیں۔ لڑائی کو تیار ہوئیں۔ تو جعفری بیگم نے کہا "تم ہو کون۔ مجھے تمہاری باتوں کی پرواہ نہیں۔ ہمارے بھائی کی لڑکی ہمارے بھائی کے لڑکے سے بیاہی جاتی ہے۔ میں خود انتظام کروں گی۔" یہ کہہ کر مصلحت وقت سمجھ کر جعفری بیگم دوسری طرف جا کر نماز پڑھنے لگیں۔

اتنے میں حسینی بیگم کے میکے سے اِن کی ماں بہن بھائی نقی مرزا آئے۔ حسینی بیگم نے ایک سے چار چار لگائیں۔ اور کہا "نواب صاحب مجھ سے پھر گئے ہیں۔ گھر میں آنا چھوڑ دیا۔ بہن کو گھر سپرد کر دیا ہے۔ میں مثل ماما کے پڑی ہوں۔ سمجھتے ہیں میرا کوئی کہنے والا نہیں۔ جس طرح چاہیں گے دبائیں گے۔ میری ایک ہی لڑکی۔ اس کو جہنم میں جھونک رہے ہیں۔ ہمارے دشمن کے ہاں بیاہتے ہیں۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہو گا۔ نقی مرزا نواب صاحب کے پاس گئے۔ ہاتھ جوڑے۔ کہ صاحب ہمارے لڑکے کو غلامی میں قبول فرمائیے جب سے لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ ہم نے نسبت کر رکھی ہے۔ قدموں پر ٹوپی رکھی۔ لیکن نواب صاحب نے کہا بھائی معاف کرنا۔ مجھے اپنے بھتیجے سے کوئی عزیز نہیں ہے۔"

نفقی مرزا:- "خیر اگر یہی مطلب ہے تو اس کی ماں کو سمجھا لیجیے۔ وہ عورت ہے۔ غصہ اور ضد ہے۔ اس وقت اور ابھی جلدی ہی کیا ہے۔ برادری کا معاملہ ہے صبر کیجیے"!

نواب صاحب:- "جی نہیں میں آج ہی نکاح کر دوں گا۔ مجھے بھی ضد ہے۔ آپ کی ہمشیرہ کو نو کتّے نے کاٹا ہے۔ ازراہِ مہربانی ان کو ہمراہ لے جائیے۔ اب میں سخت عاجز آگیا ہوں"۔

اب سنئے کہ نفقی مرزا اپنے آبا جی کی جائداد بُری صحبتوں میں لٹا چکے تھے۔ اور نواب صاحب مدد کرتے تھے۔ بہن کو لے کر کہاں جاتے؟ مصلحت وقت سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ حسینی بیگم نے کسی چیز میں ہاتھ نہ لگایا۔ کمرے میں منہ لپیٹے پڑی رہیں۔ عالیہ بیگم کو سارا قصہ معلوم تھا لیکن وہ عقل مند تھیں۔ اپنے رنج کو چھپائے تھیں۔ سارے کنبے کی رائے نہ تھی۔ کہ حسینی بیگم جیسی ماں کی اکلوتی بیٹی سے ہمایوں فر کا نکاح ہو۔ ہمایوں فر گو کم سن تھا۔ اس کو خیال نہ تھا۔ لیکن سب کی زبان سے سنتا تھا۔ کہ خدا ہی خیر کرے۔ یہ نسبت اچھی نہیں۔ دمڑی کی ہانڈی بھی ٹھونک بجا کر انسان خریدتا ہے۔ ہمایوں فر سب کی طرف دیکھتا تھا۔ اور خاموش تھا۔ اس شادی میں سوائے بڑے نواب صاحب اور چھوٹے نواب صاحب کے اور کوئی خوش نہ تھا۔

الغرض دوسرے روز مہمان جمع ہوئے۔ دولھا کا جوڑا گیا۔ ماں بہنوں نے دولھا کو غسل دلا کر اطلس کا بیش بہا جوڑا پھولوں کا ہار پہنا کر نوشہ بنایا۔ چونکہ صرف نکاح تھا۔ رسومات لندن سے واپسی پر موقوف رہیں۔ سوائے نکاح کے اور کوئی رسم نہ ہوئی۔ دولھا محفل میں آیا۔ باپ کے حکم سے نکاح ہو گیا۔ عالیہ بیگم مع صالحہ بیگم اور بہو بیٹیوں کے اندر آئیں جعفری بیگم نے استقبال کیا۔ دلہن جس کی عمر چار سال دو ماہ کی تھی۔ اس کی صورت دیکھنے کے قابل تھی۔ ننھی منی پھول سی دلہن بھولی بھولی صورت چاند سی موہنی مورت۔ سرخ جوڑا پہنے سر جھکائے پھوپی کی گود میں مسند پر بیٹھی تھی۔ کبھی گھونگھٹ اٹھا کر چوطرف دیکھتی تھی کبھی پھوپی اور کبھی انا سے لپٹی جاتی تھی۔ ڈومنیاں مبارک باد گا رہی تھیں۔ عالیہ بیگم نے بہو کو پیار کیا۔ رو نمائی دی۔ ایک جڑاؤ ہار پہنایا۔ اور رخصت ہونے لگیں۔ جعفری بیگم سے مسکرا کر پوچھا"

"آپا چھوٹی بیگم کہاں ہیں؟"

دُلہن کی نانی:- "وہ تو درد سر سے سخت بے چین ہیں"۔

عالیہ بیگم کمرے کے اندر گئیں۔ تو سمدھن کو اوندھے منہ روتے پایا۔ بیگم صاحب ہوشیار تھیں خاموش رہیں۔ ہر چند شانہ ہلایا۔ کہنے لگیں بہن اٹھو۔ ایں یہ کیا۔ تمہارے دشمن روئیں"۔

عالیہ بیگم:- "آؤ بہن گلے تو ملیں۔ نئی سمدھن"۔ حسینی بیگم:- (ہاتھ جھٹک کر۔) مجھے کیا واسطہ۔ میری لڑکی ہی نہیں ہے پھر سمدھن کیسی۔ روشنک مرگئی۔ اُس کی قسمت پھوٹ گئی"۔

عالیہ بیگم نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور بندگی کرکے سب سے رخصت ہوگئیں۔

داماد کو نواب جعفر نے پیار کیا۔ اور گلے لگاکر رخصت کیا۔ آج چھوٹے نواب انتہا سے زیادہ خوش تھے۔

الغرض دیکھتے دیکھتے یہ دن بھی ختم ہوگئے۔ صبح کو پرنسپل صاحب علی گڈھ سے سیدھے نواب صاحب کے مکان میں آئے۔ کُل سامان جس قدر ضرورت تھی ہمراہ لائے۔ چھوٹے نواب صاحب نے پیشتر سے ان کو روپیہ بھیجا تھا۔ جدائی کی گھڑی آن پہنچی۔ اپنے پرائے کنبے برادری کے لوگ سب جمع ہوئے۔ سب کے یہاں سے صدقے کے روپے تیل ماش۔ چاول روٹی سینیوں پر سینیاں آنے لگیں۔ عالیہ بیگم خاموش ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ جیسے بُت۔ دل کا اللہ ہی مالک تھا۔ آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا۔

اتنے میں ہمایوں فرتیار ہوکر بھائی اور چچا کے ہمراہ اندر آئے۔ پھوپھیوں اور ممانی خالہ نے گلے لگایا۔ بلائیں لیں۔ پیار کیا۔ بہارالنساء نے بھائی کو پیار کیا۔ اور آنسو ضبط کرکے امام ضامن بسم اللہ کہہ کر باندھا۔ قمرآرا نے اُداس چہرے سے دیور کا ہاتھ پکڑ کر کہا "میرے مسافر بھائی خط کو نہ ترسانا۔ تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ تمہارے بغیر گھر سنسان معلوم ہوگا۔ خدا کرے جلد کامیاب ہوکر آؤ۔

فی امان اللہ" چھوٹی مریم بھائی سے لپٹی کھڑی تھی۔ ماں نے بیٹے کو سینے سے لپٹا لیا۔ اور بے اختیار رونے لگیں۔ ماں کے رونے سے سب کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں غضنفر کی آنکھیں بھی پُرنم تھیں۔

ہمایوں فر کا دل بھی یہ سما دیکھ کر بھر آیا۔ اور ابھی سن ہی کیا تھا تیرھواں سال سب کی طرف حسرت سے دیکھتا تھا۔ بڑے نواب چھوٹے نواب اشرف علی نے کہا" نواب دل کو سنبھالو خدا حافظ کہو"۔

اشرف علی:" (لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر) بیٹا ہمایوں فر گھبرانا نہیں۔ ہمت کرو۔ انشاء اللہ بہت جلد کامیاب ہو کر آؤ گے۔ اگر حامد آئندہ سال انٹرنس میں کامیاب ہوا۔ تو میں اس کو بھی تمہارے پاس روانہ کر دوں گا"۔

نواب جعفر:" نہیں بیٹا تم ہمت نہ ہارو میں خود تمہارے دیکھنے کو لندن آؤنگا"۔

ہمایوں فر نے سب کو سلام کیا۔ سب نے کہا فی امان اللہ۔ الٰہی خیر۔ الٰہی خیر۔ جس طرح پیٹھ دکھاتے ہو۔ اسی طرح منہ بھی دکھانا۔ لڑکا سب سے رخصت ہو کر باہر آیا۔ چھوٹے نواب نے ہمایوں فر کا ہاتھ پرنسپل صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا" یہ لڑکا گویا آپ کا ہے۔ کیونکہ شاگرد اور لڑکے میں فرق ہی کیا ہے۔ آپ ہی کے اصرار سے میں بھیجتا ہوں۔ اور ابھی یہ بالکل بچہ ہے۔ نیک اور بد کی اس کو تمیز نہیں۔ عمر اور عقل اس کی پختگی کو نہیں پہنچی"۔

پرنسپل صاحب:" نواب صاحب آپ لوگ خاطر جمع رکھیں میں پسینے کے عوض خون دینے کو تیار ہوں۔ یہ لڑکا مجھے خود بہت ہی پیارا ہے۔ میں اب لندن سے واپس نہیں آؤں گا۔ دو سال کی فرلو پر جاتا ہوں۔ لیکن آئندہ میرا ارادہ آنے کا نہیں ہے۔ بیشک فرزند سے بڑھ کر شاگرد ہوتے ہیں"۔

نواب صاحب نے عبدالکریم کو جو ہمایوں فر کی انّا کا لڑکا اور اس کا ہم سن تھا ساتھ کر دیا۔ اور ایک بڈھا ملازم رحم علی بھی کر دیا۔ حامد ہمایوں فر کی جدائی سے سخت پریشان تھا۔ ہمایوں فر نے حامد کو گلے لگا کر یہ شعر پڑھا ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں ✽ رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

سب نے ایک زبان ہو کر کہا:۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بہ سلامت روی و باز آئی

بسم اللہ کہہ کر گاڑی پہ سوار ہوئے۔ نواب صاحب وغیرہ اسٹیشن تک گئے۔ خدا حافظ کہا۔ ہمایوں فر نے سب کو بندگی کی۔ باپ نے پیار کیا۔ غضنفر۔ نواب جعفر۔ اشرف علی بمبئی تک ہمراہ گئے۔ گاڑی روانہ ہو گئی جب تک گاڑی نظر سے اوجھل نہ ہوئی۔ باپ ٹکٹکی باندھے کھڑے رہے۔ بمبئی پہنچ کر سب ہوٹل میں ٹھہرے۔ سمندر کی ٹھنڈی ہوا۔ نیا شہر۔ چہل پہل۔ بھیڑ بھاڑ۔ جہاز۔ ریل کشتیوں کا نظارہ دیکھ کر ہمایوں فر کا دل بہل گیا۔

دوسرے روز پرنسپل صاحب ہمایوں فر کو لے کر جہاز پہ سوار ہوئے ہمایوں فر نے دیکھا۔ تو جہاز گویا ایک مکان تھا۔ صاحب موصوف نے کمرے میں اسباب وغیرہ ٹھکانے سے رکھ دیا۔ ہمایوں فر چچا ماموں بھائی سے گلے ملے۔ یہ بھی عجیب سماں تھا۔ چاروں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے چچا بار بار پیار کرتے تھے۔ آخر کار پرنسپل صاحب نے کہا: "نواب صاحب صبر کیجئے۔ اب وقت قریب ہے۔ سفر کی راہ کوتاہ ہوتی ہے۔ میں ہر ہفتہ خط لکھوں گا۔ کچھ فکر نہ کیجئے۔ خدا پر بھروسہ رکھئے آپ کا لڑکا بڑا شخص ہوگا۔"

اتنے میں جہاز کی مہیب سیٹی ہوئی۔ نواب صاحب وغیرہ جن کو واپس جانا تھا۔ فوراً کشتی پر آ گئے۔ خدا حافظ کہا۔ جہاز پر ہمایوں فر تھے۔ کشتی پر نواب صاحب وغیرہ نے باواز بلند کہا۔ "بسم اللہ مجرہا و مرسٰہا ان ربی لغفور الرحیم"۔ جہاز میں ایک جنبش سی معلوم ہوئی۔ رفتہ رفتہ کنارہ دور ہونے لگا۔ ایک گھنٹے کے بعد سوائے پانی ہی پانی اور آسمان کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہمایوں فر کو حب الوطن کے فطرتی خیال نے بے چین کیا۔ ماں باپ چچا۔ بھائی۔ بھاوج۔ بہن کی صورتیں یاد آئیں۔ دل بھر آیا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے طرح طرح کے وسوسے دل میں آنے لگے۔ خدا جانے جہاز ڈوب جائے۔ یا میں پردیس میں مر

جاؤں یہ معلوم نہیں پھر واپس آؤں گا یا نہیں۔ والدین اور چچا بھائی بہن بھاوج سے ملنا ہوگا یا نہیں۔ ہمایوں فر رومال سے آنسو پونچھ رہے تھے۔ کہ پرنسپل صاحب قریب آئے۔ پیٹھ پر ہاتھ مارا۔ اور پیار سے کہا "پیارے ہمایوں فر ایں یہ کیا؟ تم روتے ہو۔ نہیں نہیں بچہ ایسا نہیں کرتے مستقل مزاج رہو۔ آؤ۔ میں تم کو جہاز کے اس حصہ میں لے جاؤں جہاں کھیل تماشے ہوتے ہیں"۔

دونوں جہاز کے دوسرے کمرے میں گئے۔ پیانو بج رہا تھا کہیں تاش کھیلا جاتا تھا۔ پرنسپل صاحب ہمایوں فر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سب سے تعارف کرایا سب خوش ہوئے۔ کسی نے کہا بڑا ذہین لڑکا ہے۔ کسی نے کہا آنکھوں سے ذہین معلوم ہوتا ہے۔ پرنسپل صاحب نے کہا "یہ لڑکا ہمارے کہنے سے لندن جاتا ہے۔ میں اس کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں۔ واقعی یہ لڑکا ذہین ہے"۔ لیڈیاں بڑے پیار سے ہمایوں فر کو کھیل تماشوں میں شریک کرنے لگیں۔

ہمایوں فر کو جہاز کی حرکت سمندر کے طلاطم سے متلی اور قے شروع ہوگئی دو دن طبیعت بدمزہ رہی۔ چوتھے روز ہمایوں فر اور دونوں نوکر اچھے ہوگئے۔

پرنسپل صاحب ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ رہتے اور دل بہلانے کے طرح طرح کے سامان کرتے۔ اس طرح جہاز کا سفر ختم ہوا۔ جہاز سے اتر کر ریل پر سوار ہو کر مع الخیر لندن پہنچے۔ انگریزوں سے اسٹیشن بھرا ہوا تھا۔ پرنسپل صاحب کی میم اور لڑکی لڑکے بھی آئے تھے۔ صاحب نے ہمایوں فر سے تعارف کرا دیا۔ ہمایوں فر نے تعظیم سے شیک ہینڈ کیا۔ میم صاحب نے پیار کیا۔ مزاج پرسی کی۔ اپنے ہمراہ مکان پر لے گئیں۔ میم صاحب نے ایک کمرہ بتلایا۔ جو خاص ہمایوں فر کے لئے آراستہ کر رکھا تھا۔ نوکروں کو ان کا کمرہ دکھایا۔ سب نے منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر میم صاحب اور مس سے گفتگو ہوئی۔ بہت رات گئی سب سو گئے۔ صبح کو چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر ہمایوں فر کو لے کر پرنسپل صاحب گاڑی پر سوار ہوئے۔ اور اکسفورڈ میں داخل کر دیا۔ پرنسپل صاحب خود ہمایوں فر کو ہمراہ کالج لے کر جانے لگے۔ نواب صاحب کو تار دیا۔ کہ ہم لوگ مع الخیر پہنچ گئے۔ ہمایوں فر کی

تعلیم شروع ہو گئی۔ عالیہ بیگم کی عجب حالت تھی۔ روتے روتے آنکھیں سوج گئی تھیں جب تار آیا۔ تو کسی قدر تسلی ہوئی۔ آخر جعفری بیگم اور عالیہ بیگم کی خالہ نے کہا کہ اللہ کو یاد کرو بیگم یہ کیا بدشگونی کر رہی ہو۔ ذرا دل کو مضبوط رکھو +
الغرض رفتہ رفتہ گھر بار دیکھنے لگیں۔ مگر ہر وقت چہرے پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔
چھوٹے نواب صاحب نے پرنسپل صاحب کو ہزار روپے ہمایوں فر کے واسطے اور پانسو ان کی ماہوار تنخواہ مقرر کر دی۔ ہر مہینے ڈیڑھ ہزار روپے بھیجنے لگے + ہمایوں فر نے دل لگا کر محنت شروع کی۔ پرنسپل صاحب خود بڑے عالم اور لایق تھے۔ عربی۔ جرمنی۔ فرنچ۔ لیٹن ترکی وغیرہ جانتے تھے۔ سو اس لئے اُنھوں نے ایک اور پرائیویٹ پروفیسر بھی رکھا۔ اور رات دن ہمایوں فر کی تعلیم میں لگے رہتے + سیر تماشے لہو ولعب تھیٹر وغیرہ سے قطعی پرہیز کرایا۔ سوائے پڑھنے لکھنے کے کچھ کام نہ تھا۔ ورزش پولو ٹینس فٹ بال نشانہ بازی سواری سکھانے کے واسطے ایک شخص مقرر کیا۔ ہر روز شام کو دو گھنٹے خود صاحب موصوف ہمراہ لے کر ہوا خوری کو جاتے۔ گھوڑ دوڑ۔ میچ وغیرہ تماشوں میں صاحب موصوف خود لے کر شریک ہوتے۔ الغرض چوبیس گھنٹے صاحب موصوف سایہ کی طرح ساتھ تھے۔ ہر وقت نگراں یات ہات میں تعلیم اور تربیت کرتے۔ ہمایوں فر کو بھی پرنسپل صاحب سے محبت ہو گئی + میم صاحب بھی خلیق تھیں مثل فرزند کے چاہنے لگیں۔ تعلیم باقاعدہ تھی روپے کی کمی نہ تھی۔ کئی اُستاد موجود تھے۔ لڑکا ذہین تھا صحبت اچھی۔ علم میں ترقی ہونے لگی + اس طرح دنوں سے ہفتے اور مہینوں سے برس گذر گئے + ہمایوں فر کو گئے دو سال ہو گئے۔ تو حامد نے انٹرنس پاس کیا۔ وہ کسی قدر بدشوق تھا۔ نواب اشرف علی نے پرنسپل صاحب کو لکھا۔ اور اپنے ایک یورپین دوست کے ہمراہ حامد کو بھی لندن روانہ کیا + پرنسپل صاحب اور ہمایوں فر اسٹیشن سے حامد کو لائے۔ اور کالج میں داخل کر دیا + الغرض ہمایوں فر کو آئے پورے پانچ سال گذر رے۔ پانچ سال کی محنت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونیورسٹی میں ایم اے کی ڈگری

ایل ایل بی۔ ایل ایل ڈی ہوئے + حامد نے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ ہمایوں فر کو اسکالرشپ یعنی وظیفہ ملا + چھوٹے نواب یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوئے ماں نے خط پر خط لکھا کہ اب چلے آؤ۔ تو ہمایوں فر نے لکھا۔ اماں جان گھبراؤ نہیں سول سروس اور ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر لوں تو حاضر ہوں گا۔ پانچ سال اور قیام ہے + پرنسپل صاحب کی صلاح سے ہمایوں فر سول سروس میں داخل ہو گئے۔ اس روز چند یورپین لڑکے بھی داخل ہوئے جن میں ہنکل لیسٹا نامی ایک لڑکا تھا جو ہمایوں فر کے ساتھ اسفورڈ میں تھا۔ اور دونوں ہم جماعت تھے۔ دونوں میں بڑی دوستی تھی۔ ہمایوں فر کو ڈاکٹری کا بہت ہی شوق تھا۔ انہوں نے میڈیکل کالج میں بھی نام لکھایا۔ اور اپنے وقت میں سے بچا کر ایک گھنٹہ نکالا۔ اور بیرسٹری بھی پڑھنے لگے۔ صرف ایک گھنٹہ لیکچر سننے جانے لگے۔ اور حاضری پوری کرنے لگے۔ دوستوں نے کہا "دیوانے ہوئے ہو۔ تین تین امتحان کیونکر پاس کرو گے" تو کہا "کہ بھائی میں تو ابھی محنت نہیں کرتا صرف لیکچر پورے کر رہا ہوں جب امتحان کے دن قریب آئیں گے۔ اس وقت جان توڑ کر کوشش کروں گا"۔

الغرض تین سال اور گذر گئے۔ ہمایوں فر نے سول سروس اور ڈاکٹری کا سالانہ امتحان پاس کر لیا۔ اور دو مہینے کی تعطیل میں کوشش اور محنت کرنے لگے۔ تیسرے مہینے بیرسٹری میں تمام طالب علموں میں تیسرے درجہ پر پاس ہوئے۔ پرنسپل صاحب نے بڑی تعریف کی حامد سول سروس کے سالانہ امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تو پرنسپل صاحب نے ان کو بیرسٹری کی طرف کھینچ دیا۔ تین سال کی محنت کے بعد ہمایوں فر کے ساتھ ہی وہ بھی پاس ہوئے۔ جب یہ خبر نواب بیگم کو ہوئی۔ کہ حامد آتا ہے۔ تو تشویش پیدا ہوئی۔ ہمایوں فر پورے آٹھ سال کے گئے۔ اب تک نہیں آئے۔ اور حامد پانچ سال میں واپس آ رہا ہے۔ ہر چند اشرف علی نے سمجھایا کہ وہ اور امتحان کے واسطے کوشش کر رہا ہے۔ مگر وہ کب سنتی تھیں۔ روتے روتے اپنا حال تباہ کر ڈالا۔ اس غم و الم کا نتیجہ ہوا۔ کہ

سخت بیمار پڑگئیں۔ جینے کے لالے پڑگئے۔ علاج معالجے کئے گئے۔ حکیم ڈاکٹر بلائے
گئے کچھ فائدہ نہ ہوا + ہر وقت ہمایوں فر ہمایوں فر زبان پر تھا۔ جب اشرف علی
نے بہن کا یہ حال دیکھا۔ تو کہا۔ کہ دو ماہ اور صبر کیجئے۔ میں دوسرے ہفتے لندن
جاتا ہوں اور ہمایوں فر کو ہمراہ لاتا ہوں۔ تو بیگم کو تسکین ہوئی جب نواب جعفر
نے سنا تو اُن کو بھی شوق پیدا ہوا۔ دونوں روانہ ہوگئے + لڑکوں کو تار دیا۔
وہ اسٹیشن پر معہ پرنسپل صاحب کے موجود تھے جب گاڑی ٹھہری تو ہمایوں فر
نے ترکی ٹوپی سے چچا اور ماموں کو پہچانا جھپٹ کر قدمبوسی کی۔ دونوں نے گلے
لگایا لیکن چچا اور ماموں ہمایوں فر کو پہچان نہ سکے + جب وہ قدمبوس ہوئے
تو یہ سمجھے کہ ہمایوں فر یہ ہی ہیں۔ کیونکہ آٹھ سال کا عرصہ ہوا + اب ہمایوں فر
کا رنگ روپ اُور تھا۔ شروع جوانی۔ عالم شباب لندن کی آب ہوا۔ ورزش کیا
ہوا بدن حُسن پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ گویا چودھویں رات کا چاند معلوم ہوتا
تھا۔ سب کے سب گاڑی پر سوار ہو کر اسی مکان میں آئے جس کو پرنسپل
صاحب نے کرایہ پر خاص نواب صاحب کے واسطے لے رکھا تھا۔ کل سامان
موجود تھا۔ رحم علی عبدالکریم حاضر تھے۔ نواب صاحب نے منہ ہاتھ دھو کر
کھانا کھایا۔ بعد کھانے کے گفتگو ہوئی + ہمایوں فر نے ادب سے تمام عزیزوں کی
خیریت دریافت کی۔ اشرف علی نے عالیہ بیگم کی حالت بیان کی جس کو سن کر
ہمایوں فر کی آنکھیں پُر نم ہوگئیں۔ لیکن وہ جی کڑا کر کے کہنے لگا" افسوس مجھ کم بخت
کی وجہ سے اماں جان کی یہ حالت ہوئی جی تو یہی چاہتا ہے۔ کہ پر لگا کر اُڑ
چلوں۔ لیکن ہماری تعلیم ادھوری رہ جاتی ہے۔ آٹھ سال کی محنت برباد
جائے گی"

اشرف" یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں لیکن تمہاری ماں کی بیقراری نے مجھ کو لندن
روانہ کیا" ہمایوں فر" اب تو آپ اور چچا جان آگئے ہیں۔ جیسی مرضی اور مناسب
ہو کیجئے۔ میں تو ہر طرح فرمانبردار ہوں۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں"
جعفر" نہیں بیٹا میں تم کو جانے پر مجبور نہیں کرتا۔ تمہاری محنت ٹھکانے لگی تم نے

خوب تعلیم حاصل کی۔ میں تم سے نہایت خوش ہوا۔ اب سول سروس میں خدا تم کو کامیاب کرے تو ہندوستان جانا۔"

پرنسپل :"بے شک۔ ورنہ ساری محنت برباد جائے گی۔ دو سال بات کہتے گزر جائیں گے۔"

چچا :"کیوں ہمایوں فر تمہاری کیا رائے ہے؟"

ہمایوں فر :"ہم تو تابع فرمان ہیں جیسی حضور کی مرضی ہو غلام کو عذر نہیں۔"

پرنسپل :"نواب صاحب اس لڑکے نے انگریزی کے علاوہ عربی میں بڑی ترقی کی ہے۔ ہم نے خود پڑھایا۔ اور مصر کے مولانا صاحب سے تعلیم دلائی۔ ترکی۔ جرمن۔ فرنچ۔ لیٹن بھی خوب جانتا ہے۔ شہسواری۔ نشانہ بازی سب میں برق ہے۔ جس طرح جی چاہے امتحان کر کے دیکھیئے۔"

جعفر :"جناب میں آپ کا شکریہ کن الفاظ میں ادا کروں۔ آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں کس طرح اس احسان کا عوض ادا کروں؟ آپ نے لڑکے کو کنکر سے جوہر بنا دیا۔" پرنسپل :"نواب صاحب بے شک ہم نے محنت کی ہے۔ لیکن ہمایوں فر خود نیک اور ذہین ہیں۔ ان کی تعریف میرے امکان سے خارج ہے۔ اس کے خمیر میں بدی کی آمیزش نہیں ہے۔ نیکی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ہمارے حکم کے بغیر وہ قدم نہیں اٹھاتا۔ صرف پڑھنے کی دھن ہے۔ سیر تماشہ ناچ رنگ کی طرف رخ نہیں کرتا۔ خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جن کے ایسے لڑکے ہوں۔ اور مذہب کا پکا۔ قول کا سچا۔ خوش خلق۔ رحم دل۔ ہمت ور نوجوان ہے۔ خدا اس کو عزت بخشے اور خوش رکھے۔ میں تو اس سے نہایت خوش ہوں۔" چچا :"خدا اس کو کامیاب کرے۔"

الغرض نواب جعفر اور اشرف علی چھ مہینے لندن میں ٹھہر گئے۔ ہمایوں فر چھ مہینے ساتھ رہے۔ نواب صاحب نے اچھی طرح چھان بین کی۔ ہمایوں فر کے اُستاد مولانا سے اکثر ملے۔ ہر طرح ہمایوں فر کو نیک اور پکا مسلمان پایا۔ الغرض نواب صاحب ہمایوں فر کو پرنسپل صاحب کے پاس چھوڑ کر حامد اور اشرف علی

کو لے کر روانہ ہوئے۔ رحم علی چونکہ بیمار رہتا تھا۔ لہٰذا وہ بھی ہمراہ گیا۔ صرف ہمایوں فر اور عبدالکریم رہ گئے۔ جب نواب صاحب ریل پر سوار ہوئے تو ہمایوں فر اور پرنسپل بھی سوار ہوئے۔ جہاز تک ساتھ گئے۔ جہاز پر دونوں چچا بھتیجے خوب گلے ملے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ کسی طرح دونوں جدا ہوتے تھے جب جہاز کی سیٹی ہوگئی تو ہمایوں فر نے دل پر جبر کرکے چچا کو جدا کیا۔ اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے کنارے پر آئے۔ جہاز نظر سے غائب ہوگیا۔ یہ لوگ ریل پر سوار ہوکر لندن واپس آئے۔ ہمایوں فر کے دل کا عجب حال تھا۔ سخت بے قرار تھے۔ گھر میں آتے ہی کمرے میں گئے اور لیٹ رہے۔ تنہائی میں سوچتے سوچتے سوگئے۔ صبح کو چائے پر میم صاحب نے کہا۔

"پیارے ہمایوں فر! رات تم کھانے میں بھی شریک نہ ہوئے اس قدر افسردہ کیوں ہو؟"

ہمایوں فر "لیڈی صاحبہ کیا کہوں کل سے میری طبیعت سخت بے قرار ہے۔ چچا کی جدائی مجھے شاق گذر رہی ہے۔ ان کی محبت میرے دل سے نہیں نکلتی۔ جس وقت میں گھر سے آیا تھا۔ بالکل کم سن تھا۔ لیکن ایسا بے قرار نہ تھا جیسا آج ہوں۔ خدا جانے دل کیوں پریشان ہے۔ میری اماں بیمار ہیں۔ خدا جانے ملاقات ہو یا نہیں"۔

اتنے میں پرنسپل صاحب بھی آگئے۔ انھوں نے سمجھایا۔ دو چار دن تک طبیعت سست رہی۔ پھر خود طبیعت درست ہوگئی۔ تو پڑھنے کی طرف دھیان لگایا اور محنت کرنے لگے۔ یہاں نواب صاحب وغیرہ مکان پہنچے تو عالیہ بیگم نے ہمایوں فر کو نہیں دیکھا۔ تو سمجھیں خدا جانے کیا ہوا۔ رونے لگیں۔ کہ ہے ہے میرا بچہ کیا ہوا؟ اشرف علی نواب جعفر نے سمجھایا کہ آیا وہ نکل جائیں۔ بس اللہ کو یاد کرو دو سال اور باقی ہیں۔ آخر بے چاری کیا کرتیں۔ رو پیٹ کر چپ ہو رہیں۔ رفتہ رفتہ طبیعت رنج کی خوگر ہو جاتی ہے۔ ہر وقت افسردہ رہتی تھیں۔ بالکل مایوس ہوگئیں ۔



میچ

آج لندن کے ... پُرفضا وسیع میدان میں صدہا لیڈیاں اور جنٹلمین جمع ہو رہے ہیں ... وں سے میدان بھرا ہوا ہے۔ دو قطاریں دو طرف کھڑی تھیں پہلی قطار میں لارڈ اور لیڈی وزیر اعظم کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ناظرین آج میچ ہونے والی تھی۔ چاندی کا پیالہ انعام ملنے والا تھا۔ انگلستان اور جرمنی کے طلبا میں بازی لگی تھی۔ دونوں فریق مقابلے پر آئے+ ہمارے نوجوان ہمایوں فر نے آخر کار بازی جیتی۔ وزیر اعظم صاحب نے خود انعام دست خاص سے ہمایوں فر کو بخشا۔ چو طرف سے واہ واہ شاباش کی صدا بلند ہوئی۔ طلباء نے مارے خوشی کے ہمایوں فر کو زمین سے دو ہاتھ اونچا اٹھا لیا۔ بڑی واہ واہ ہوئی۔ کسی نے کہا۔ یہ کون شخص ہے۔ سیاہ چمکدار بالوں سے تو لندن کا باشندہ نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن صورت شکل لب و لہجہ بالکل وہی ہے+ ایک صاحب نے اشارے سے قریب بلایا۔ ہمایوں فر نے شیک ہینڈ کیا۔ صاحب" پروفیسر گارنٹ یہ کون شخص ہیں؟" گارنٹ (سول سروس کے پروفیسر) "آپ قیافہ سے بتائیں؟"

صاحب "چارجیا کے رہنے والے ہونگے یا ارمنی؟"

دوسرے "یونانی ہونگے" ایک لیڈی "یہودی تو نہیں؟"

پروفیسر گارنٹ "جناب یہ خاص ہمارے شہنشاہ جارج کی رعایا ہیں۔ ہندی مسٹر ہمایوں فر۔ نواب کے لڑکے رئیس زادے ہیں نو سال سے لندن میں قیام ہے۔ کئی زبانیں جانتے ہیں۔ کئی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ اب سول سروس کے امتحان کی تیاریاں کر رہے ہیں؟"

الغرض آج بازی جیت کر ہمایوں فر تمام لندن میں مشہور ہو گئے۔ بڑے بڑے انگریزوں سے ملاقات ہوئی۔ اخباروں میں بڑی تعریف چھپی مسٹر ہنگل اپنے دوست سے ملے۔

دوسرے روز اپنے ہاں چائے پر دعوت کی۔ شام کا سہانا سماں تھا۔

موسم بہار کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آسمان پر بادل چھائے ہوئے۔ خوشنما باغ لندن شہر جو جنت الفردوس کا نمونہ ہے۔ سڑکیں صاف شفاف۔ ہر طرف گلزار ایک عالی شان کوٹھی میں چند معزز انگریز اور میمیں کرسیوں پر بیٹھے کسی آنے والے مہمان کا انتظار کر رہے ہیں۔ اتنے میں پھاٹک کھلا۔ اور ایک نوجوان حسین انگریزی لباس زیب تن کئے چست وچالاک جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا آیا + پھاٹک پر صاحبِ خانہ کا نام اور نمبر لکھا ہوا تھا۔ نوجوان نے پڑھا۔ اور اندر داخل ہوا۔ زینہ پر سے ایک اور نوجوان دوڑ آیا۔ اور جلد ہی سے دونوں بغلگیر ہوئے۔ شیک ہینڈ کیا۔ اور ادب سے دونوں ہال کمرے میں آئے + نووار نے کسی قدر تعظیم سے آگے کی طرف سر جھکایا۔ اور ہاتھ بڑھایا۔ نوجوان نے کہا مسٹر ہمایوں فر یہ ہی ہیں۔ ہمارے کلاس فرنڈ پھر معزز شخص کی طرف بڑھ کر۔ "یہ ہمارے ابّا جان اور یہ امّاں جان ہیں"۔ ہمایوں فر نے سب سے مصافحہ کیا۔ سر جون الیٹ "میں آپ سے مل کر نہایت خوش ہوا۔ مائیکل آپ کا اکثر ذکر کرتے ہیں"۔

لیڈی "اخباروں میں بڑی تعریف چھپی ہے۔ مجھ کو تم سے ملنے کی بڑی تمنا تھی"۔ ہمایوں فر "میں آپ لوگوں کا ازحد مشکور ہوا۔ کہ مجھے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ مجھ پردیسی پر اِس قدر آپ لوگ مہربان ہیں ورنہ میں تو ایک ذرّہ ناچیز ہوں"۔

الغرض سر جون الیٹ اور ان کی لیڈی ہمایوں فر سے مل کر نہایت خوش ہوئے۔ دیر تک گفتگو ہوئی۔ لیڈی صاحبہ نے خود چائے بنائی اور ہمایوں فر کو دی۔ اُنھوں نے شکریہ ادا کیا۔ بعد چائے ناشتہ کے رخصت ہوئے + الغرض ہمایوں فر اور مائیکل میں بڑی دوستی تھی۔ اب وہ اکثر مائیکل کے یہاں آنے جانے لگے۔ لیڈی صاحبہ سے بھی اُنس بڑھایا۔ گھر کے سب لوگ ہمایوں فر سے محبت کے ساتھ پیش آنے لگے۔

ایک روز ہمایوں فر مائیکل سے ملنے گئے۔ تو دیکھا کہ مائیکل احاطے میں ایک سترہ سالہ نوعمر حسین مہ جبین لیڈی رشک حور کے ساتھ ٹہل رہے ہیں۔ ہمایوں فر کو

آتے دیکھ کر مائیکل آگے بڑھے۔ اور یہ کہہ کر تعارف کرایا۔ کہ ہمایوں فر یہ ہماری چھوٹی بہن "میری" ہے۔ ہمایوں فر نے مصافحہ کیا۔ دونوں دوست باتیں کرنے لگے۔ مِس الیٹ نہروں کے پانی کی جھلک دیکھنے لگی۔ اور اپنی چھوٹی بہن نیلی کو جس کی عمر چودہ سال کی تھی ہمراہ لے کر پھول توڑ کر پانی میں ڈالنے لگی + ہمایوں فر کو مِس الیٹ میری کا خوبصورت چہرہ نہایت بھلا معلوم ہوا۔ وہ بار بار مِس کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر نیچی نظر کر کے سوچنے لگے۔ کہ یہ کیسی حرکت بے جا ہم نے کی۔ وہ ہمارے دوست کی بہن ہے۔ اِس کو یوں غور سے دیکھنا تہذیب کے خلاف تھا۔ پھر دل میں خیال آیا ۵

بتوں کو جو دیکھا گناہ کیا ہمارا خدا کی خدائی تماشا ہمارا

اچھی صورت انسان کو بھلی ہی معلوم ہوتی ہے + الغرض کچھ دیر رہ کر ہمایوں فر میری اور مائیکل سے شیک ہینڈ کرتے ہوئے تیز قدم اٹھاتے ہوئے پرنسپل صاحب کی کوٹھی پہنچے۔ وہاں اِن کے چند دوست کالج کے طلباء اِن کے منتظر بیٹھے تھے۔ کیونکہ اکثر یہ لوگ ہمایوں فر کے ساتھ مل کر اپنا سبق یاد کرتے۔ اور کوئی پرنسپل صاحب سے پڑھنے آتے۔ ہمایوں فر مع اپنے دوستوں کے کمرے میں گئے۔ اور میز کے گرد بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگے +

ہمایوں فر:- "معاف کرنا آج آپ لوگوں کو ہمارا انتظار کرنا پڑا۔ مجھے مسٹر مائیکل کے ہاں دیر ہو گئی" + دوست:- "نہیں کچھ ایسی دیر نہیں ہوئی۔ ہر روز سے پندرہ منٹ آج ضرور دیر ہوئی" + ہمایوں فر:- "افسوس یہ پندرہ منٹ مفت ضائع ہوئے۔ مجھے اپنا وقت اس طرح برباد کرنا مناسب نہ تھا۔ کیونکہ امتحان کا زمانہ اب قریب ہے"! دوست:- "آپ کا ایک سال اور قیام ہے۔ افسوس ہم لوگوں کو مفارقت شاق گذرے گی" + دوسرے دوست:- "اور کیا۔ تو سال کی صحبت ہم کیوں کر بھول سکتے ہیں"؟ تیسرے:- "میں تو ساتھ چلوں گا۔ اگر ہم دونوں ساتھ پاس ہوئے۔ تو دونوں ساتھ ہی ہندوستان چلیں گے۔ مجھے مسٹر ہمایوں فر سے ہندوستان میں بڑی مدد ملے گی"!

ہمایوں فر:- "میرے مہربان دوست میں جان و مال سے حاضر ہوں۔ مجھے بھی آپ

لوگوں کی جدائی بہت ستائے گی۔ کیونکہ صغیر سنی سے میں آپ ہی لوگوں کی صحبت میں رہا ہوں۔ اس لئے آپ لوگوں سے محبت ہوگئی ہے۔ بالکل غیریت معلوم نہیں ہوتی"
دوست "بے شک۔ بلکہ آپ کے لئے اپنے عزیز اقارب اجنبی ہیں۔ اور ہم لوگ اس وقت عزیز و اقارب سے زیادہ"
ہمایوں فر "میں آپ سب صاحبوں کا از حد ممنون ہوں۔ کہ آپ لوگ مجھے مثل بھائی کے سمجھتے ہیں"
دوسرے "کیوں نہیں آپ ہیں بھی ایسی قابل خلیق۔ ملنسار۔ رحم دل"
تیسرے "مجھے تو مسٹر ہمایوں فر کا خوب صورت چہرہ نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ بال اور ابرو کیسے سیاہ ریشم کے سے ہیں"
دوسرے "(ہمایوں فر کی طرف جھک کر) کل میں لیکچر کے وقت نوٹ کر نہ سکا۔ تم تو خوب جلد جلد پروفیسر صاحب کے لیکچر نوٹ کرتے ہو۔ ذری مجھے بھی کل کے لیکچر کا مطلب سمجھا دو تو مہربانی ہوگی"
ہمایوں فر "(مسکرا کر) بہت خوشی سے" یہ کہہ کر اپنے دوست کو سمجھانے لگے۔ دونوں کتاب پر سر جھکائے ہوئے تھے۔ ہمایوں فر بیان کرتے تھے۔ اور وہ غور سے سنتے تھے کہ برآمدے سے کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
دوست "کون ہے" آواز "میں ہوں تارگھر کا چپراسی"
دوست نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ چپراسی اندر آیا۔ اور کہا مسٹر ہمایوں فر کے نام ٹیلی گرام ہے"۔ ہمایوں فر نے کتاب اور پنسل میز پر رکھ کر جلدی سے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لیا۔ فوراً کھولا اور پڑھا۔ ہوش و حواس باختہ ہوگئے۔ ہاتھ سے لفافہ گر گیا۔ اور خود بھی کرسی سے زمین پر گر پڑے۔ دھماکے کی آواز سن کر پرنسپل صاحب جو دوسرے کمرے میں کچھ لکھ رہے تھے۔ قلم ہاتھ میں لئے ہوئے اندر آئے۔ گھبرا کر ہمایوں فر پر جھکے۔ میم صاحب بھی بدحواس دوڑی آئیں۔ طالب علم فوراً گاڑی پر سوار ہو کر میڈیکل کالج گئے۔ اور دس منٹ کے اندر ڈاکٹر صاحب آگئے۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کیا۔ ہمایوں فر کو زمین سے اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ ہوش میں

لانے کی تدبیر ہیں کیں + ہوش میں آتے ہی دوا پلائی + ہمایوں فر نے زور سے نعرہ مارا اور پھر غشی طاری ہو گئی + ڈاکٹر صاحب حاضر رہے دو نرس خدمت کے لئے مقرر ہوئیں۔ اخیر رات کو ہمایوں فر کو پورا ہوش آیا۔ وہ جب اٹھے تو ان کو بڑا تعجب ہوا کہ مجھے پلنگ پر کس نے لٹایا۔ اتنے میں نرس بھی کمرے میں داخل ہوئی۔ ہمایوں فر کو ہوش میں دیکھ کر ڈاکٹر کو فوراً اطلاع دی۔ جو فوراً بغل کے کمرے میں منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آکر نبض دیکھی۔ دل کا امتحان کیا۔ دوا پلائی + صبح کو یہ خبر سن کر ہیڈ یکل کالج اور سول سروس کے طلبا، ماسٹر، پروفیسر وغیرہ کے ایک مجمع کثیر نے ہمایوں فر کو گھیر لیا۔ کیونکہ وہ بہت ہر دل عزیز تھے + پرنسپل صاحب مع پروفیسر اور ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ہمایوں فر نے سب کو سلام کیا۔ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پرنسپل صاحب نے وہ ٹیلی گرام پڑھا جس کا مضمون یہ تھا:-

"از طرف حامد۔ دہلی۔ آپ کے چچا نواب جعفر نے دل کے عارضہ سے پرسوں اچانک انتقال کیا۔ لندن سے آنے کے بعد ہی سے ان کی صحت خراب تھی۔ موت کے وقت بار بار آپ کو یاد کرتے تھے"

سب نے مؤثر الفاظ میں ہمایوں فر کو سمجھانا شروع کیا۔ ہمایوں فر خموش تھے لیکن آنکھوں سے نہریں جاری تھیں کئی روز تک ہمایوں فر پلنگ سے اٹھنے کے قابل نہ ہوئے۔ طلبا اور مائیکل ہر وقت عیادت کو آتے تھے۔ مائیکل کی ماں اور بہنیں بھی تعزیت کو آئیں +

دو ہفتہ بعد ہمایوں فر کو ڈاکٹروں نے اجازت دی۔ تو وہ پھرنے چلنے لگے۔ ایک روز انہوں نے اپنی حالت پر غور کرنا شروع کیا۔ کبھی چچا کی محبت کبھی اپنی بے سروسامانی کو یاد کرتا تھا۔ حامد کے اکثر خطوں سے معلوم ہوا تھا۔ کہ نواب صاحب دس سال تک لندن میں قیام کرنے سے سخت ناراض ہیں + اس کے دماغ میں ہزاروں قسم کے خیالات موجزن تھے کہ اتنے میں پرنسپل صاحب آئے اور یوں گفتگو ہوئی:-

پرنسپل "پیارے ہمایوں فر تم نے کچھ اپنی حالت پر بھی غور کیا یا نہیں۔ آخر اب تمہاری کیا رائے ہے۔ تیسرے مہینے ڈاکٹری کا امتحان ہے۔ اور صرف دس مہینے سول سروس میں باقی ہیں۔ نو سال کی محنت تمہاری برباد ہوتی ہے۔ پیارے کوشش اور ہمت کرو۔ اس وقت رنج و غم کو بالکل دل سے بھلا دو۔"

ہمایوں فر "جناب گو مہربان چچا کی محبت میرے دل پر نشتر سی چبھ رہی ہے۔ چھ مہینے صرف میرے ہی واسطے لندن میں ٹھہرے۔ میں کیونکر ان کی محبت بھول جاؤں۔ لیکن آپ کی نصیحت پر عمل کرنے کی ضرور کوشش کروں گا۔"

پرنسپل "مجھے بھی تمہارے چچا صاحب کا سخت صدمہ ہے۔ لیکن پیارے اب تم کو ہمت اور کوشش سے کام لینا ہے جس طرح ہو سکے اپنی تعلیم پوری کرو۔"

ہمایوں فر "میرے مہربان شفیق استاد۔ میں آپ کا ہر طرح فرمانبردار رہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ ابا جان خرچ نہیں دیں گے۔ وہ سخت ناراض ہیں۔ اس لئے میں حیران ہوں اگر آپ مجھے کسی کام پر لگا دیں۔ تو میں اپنے پڑھنے کا خرچ اور اسکول کی فیس نکال لوں۔ پرائیویٹ استادوں کو رخصت کر دیجئے میں خود محنت کرنے کو تیار ہوں۔"

پرنسپل "پیارے کیا یہ ممکن ہے۔ کہ تم دو امتحانوں کی تیاری کرو گے۔ اور نوکری بھی انجام دو گے۔ میں تم کو اپنی طاقت سے زیادہ محنت کرنے نہ دونگا۔"

ہمایوں فر "جناب یہ تو مجھ کو خوب معلوم ہے۔ کہ آپ کو مجھ بدبخت سے محبت ہے۔ آپ کا شکریہ میرے امکان سے باہر ہے لیکن سوائے اس کے اور چارہ کیا ہے۔" پرنسپل "پیارے لڑکے۔ تم فکر نہ کرو۔ جو روپیہ تمہارے چچا مجھے بھیجا کرتے تھے۔ ہم نے وہ سب تم پر خرچ نہیں کیا ہمیشہ دوراندیشی کے خیال سے کچھ پس انداز کرتا رہا۔ اس وقت اس میں سے تیس ہزار روپیہ جمع ہے۔ اس میں سے تم بخوبی خرچ کر سکتے ہو۔ وہ تمہارا مال ہے۔ نواب صاحب مرحوم کا بہت کچھ ہم پر احسان ہے۔ میں اُن کا نمک خوار ہوں۔ نو سال تک اُنہوں نے پانسو روپیہ ماہوار مجھے گھر بیٹھے عنایت کیا۔ اگر تیس ہزار میں تمہاری

تعلیم پوری نہ ہو تو میں اپنا وہ تمام روپیہ تعلیم پر صرف کر دوں گا۔ اور نواب صاحب کی روح کو خوش کر دوں گا + ہمایوں فر! نواب صاحب کی روح تب ہی خوش ہو گی جب تم ترقی کے زینے پر ہو گے۔ تمہاری تعلیم کی اُن کو بڑی خوشی تھی۔ تم اُن کی خوشی پوری کرنے کی کوشش کرو۔ اور اپنی پوری طاقت و ہمت کو کام میں لاؤ۔ یہ ہی اُن کی محبت کا بدلہ ہے۔ جو اب تم اُن کو دے سکتے ہو۔"

ہمایوں فر کرسی سے اُٹھ کر پرنسپل صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے "میں آپ کا غلام ہوں چچا کے بعد اگر ہمارا کوئی خیر خواہ مشفق زندہ ہے تو وہ میرے مہربان آپ ہی ہیں۔ میں آپ کو اُن کی جگہ سمجھتا ہوں" + الغرض ہمایوں فر نے پڑھنا شروع کیا۔ تین مہینے خوب محنت کی۔ چوتھے مہینے میڈیکل کالج کے امتحان کا نتیجہ معلوم ہوا + ہمایوں فر سول سرجن ہو گئے۔

جب اس طرف سے اطمینان ہوا۔ نواب سول سروس کی تیاریاں کرنے لگے + ایک روز ہمایوں فر کپڑے پہن کر کالج جا رہے تھے۔ کہ ڈاک میں خط آیا۔ لفافہ کھولا پڑھا تو چہرہ متغیر ہو گیا۔ خط کو ڈیسک کے اندر رکھ کر کالج گئے شام کو گھر آئے اور کچھ سوچنے لگے۔

پرنسپل "کیوں ہمایوں فر خیر تو ہے۔ میں تم کو افسردہ خاطر پاتا ہوں۔ اگر مضایقہ نہ ہو تو مجھ سے ضرور بیان کرو۔ شاید میں کچھ تمہاری مدد کر سکوں۔ تم مجھے مثل فرزند کے عزیز ہو۔ تمہاری افسردگی مجھے بے چین کر رہی ہے۔"

ہمایوں فر "میرے پیارے مشفق میں بھی آپ کو اپنا سچا خیر خواہ مثل باپ کے سمجھتا ہوں۔ بے شک میں سخت پریشان ہوں۔ لیکن کیا جناب اس وقت ہماری پریشانی سننے کو تیار ہیں؟"

پرنسپل "ہاں میرے پیارے میں تیار ہوں۔"

ہمایوں فر اُٹھے۔ اور وہ خط ڈیسک سے نکال لائے۔ اور پڑھنے لگے۔ یہ خط اُردو میں لکھا ہوا تھا۔ اور پرنسپل صاحب اردو بخوبی جانتے تھے۔ ہمایوں فر نے پڑھنا شروع کیا۔

خط :۔ برخوردار ہمایوں فرسلمہ۔ بعد دعا کے واضح ہو۔ تمہارے چچا نے انتقال کیا۔ اور اب میں خود مختار ہوں۔ تمہارے چچا نے روشنک کا عقد صغیر سنی میں تمہارے ساتھ کر دیا تھا۔ جس کو زمانہ گذر گیا۔ اب انشاءاللہ لڑکی سیانی ہوئی ہے۔ وہ اپنا نکاح منظور نہیں کرتی۔ اور منسوخ کرتی ہے۔ اور میں شروع ہی سے ناراض تھی۔ یہ رشتہ ہماری خلاف مرضی ہوا تھا۔ تم کو کیا یاد ہوگا۔ تمہاری عمر ہی کیا تھی؟ روشنک اپنے ماموں زاد بھائی سے چھٹی کے روز سے منسوب تھی۔ تمہارے چچا نے ضد سے تمہارے ساتھ رشتہ کیا تھا۔ اب میں اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھتیجے سے کرنا چاہتی ہوں۔ اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تم انگریزی تعلیم یافتہ ہو۔ تمہارا مزاج اور طرح پہ واقع ہوا ہے۔ روشنک ہرگز تمہارے لائق نہیں ہے۔ اگر تم نے ضد کی تو تمہاری اور اس کی دونوں کی زندگی تلخ ہوگی۔ اور صاف بات تو یہ ہے کہ میں تم سے رشتہ کرنا نہیں چاہتی۔ اگر نواب صاحب زندہ رہتے تو اور بات تھی۔ تمہاری اماں سے ہماری بنتی نہیں۔ تم لوگوں سے الگ ہونا چاہتی ہوں۔ جائداد کا حصہ جو ہم دونوں ماں بیٹی کو پہنچتا ہے۔ وہ ہمارا ہے۔ باقی تمہارے ابا کو جو ملا۔ اس پر وہ مالک ہیں۔ اگر تم کو جائداد کا خیال ہو۔ تو عبث ہے۔ تم کو بیوی کی کیا کمی ہے؟ ولایت میں ایک نہیں ہزاروں میں موجود ہیں۔ یہاں بھی تمہاری اماں اپنی پسند کی دلہن ڈھونڈھ لیں گی۔ واسطے خدا اور رسول کے ہمارا پیچھا چھوڑو۔ اور روشنک کے خیال سے باز آؤ۔ اگر تم لوگوں نے ضد کی۔ تو یاد رکھو کہ سوائے مٹی کے ڈھیر کے تم کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ میں جان پر کھیل جاؤں گی۔ اور لڑکی کو بھی زہر دے دوں گی۔ اور سمجھ لوں گی۔ کہ دنیا ہمارے واسطے نہیں ہے۔ ہمارا خون تمہارے دامن پر قیامت تک قایم رہے گا۔ اور تمہارے چچا کی نشانی مٹ جائے گی + روشنک کو خدا آزاد کرو۔ اور مجھ بیوہ پر رحم کرو۔ اس کو بہن سمجھو۔ اور اپنی شادی کہیں اور کرو + باپ کے

غم سے اس میں کچھ جان باقی نہیں ہے۔ اب تم اُور رنج کا نہ لگاؤ۔ ہم خود روز رہے ہیں۔ تم اور نہ رُلاؤ۔ تم ہم پر رحم کرو۔ خدا تم پر رحم کرے گا۔ اپنے دست خاص سے اتنا لکھ دو "کہ میں اجازت دیتا ہوں + لڑکی کو آپ اپنی مرضی سے بیاہیں" تو ہم جی اٹھیں۔ ہم منتظر جواب کے ہیں۔ فقط

حسینی بیگم بیوہ نواب جعفر

ہمایوں فر "ہم کیا جواب لکھیں؟ پرنسپل" واقعی ایسی شادی سے سچی خوشی کبھی نہ ہوگی جب دونوں ماں بیٹی خلاف ہیں۔ تو تمہاری زندگی تلخ ہو جائے گی"۔ ہمایوں فر "جناب اچھی طرح یاد بھی نہیں کہ بزرگوں نے کیا کیا۔ اور مجھے چنداں اپنی آیندہ قسمت کا خیال نہ تھا۔ مجھے چچا سے بے شک محبت ہے۔ میں ان کا ممنون احسان ہوں۔ اگر اُن کی بیوی اور لڑکی کو مجھ سے رشتہ منظور نہیں ہے۔ تو میں بھی اُن لوگوں کو رنج دینا نہیں چاہتا۔ بے شک اس لڑکی کو میں مثل بہن کے سمجھوں گا۔ مجھے یہ ہرگز منظور نہیں۔ کہ ہمارے چچا کی لڑکی اور بیوی خودکشی کریں۔ کیا میں صاف صاف جواب لکھ دوں؟"

پرنسپل "آخر لکھو گے کیا؟" ہمایوں فر "یہی جو کہہ رہا ہوں۔ لیکن از روئے شرع نکاح منسوخ کیونکر ہوگا؟ لڑکی کو اختیار حاصل نہیں ہے کہ باپ کا باندھا ہوا نکاح توڑ دے۔ تاہم مجھے اختیار حاصل ہے۔ مجھے ان لوگوں کی دلشکنی منظور نہیں" پرنسپل "بس اتنا لکھ دو۔ کہ میں حاضر خدمت ہو کر جواب عرض کروں گا"

ہمایوں فر نے یوں جواب لکھا۔

چچی صاحبہ مکرمہ۔ تسلیم شفقت نامہ ملا۔ میں بہت جلد ہندوستان روانہ ہونے والا ہوں۔ صرف چھ مہینے اور باقی ہیں۔ میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ مجھے آپ کی دلشکنی کسی طرح منظور نہیں چچا جان کی محبت میرے سینے میں جوش زن ہے۔ میری طرف سے آپ اطمینان رکھیں مجھ سے کسی طرح کی برائی نہ ہوگی۔ فقط

بندہ ہمایوں فر

دوسرے مہینے پھر ایک خط آیا۔

برخوردار ہمایوں فر سلمہٗ۔ تمہارا خط آیا۔ مجھے اطمینان ہوا۔ اور مجھے تم سے اُمید بھی یہ ہی تھی۔ خدا تم کو خوش رکھے۔ بیٹا تم نے مجھے خوش کیا۔ اب میں روشنک کی شادی اپنے بھتیجے سے کرتی ہوں۔ آیندہ مہینے میں بیاہ ہے۔ اگر تم کو عذر نہیں ہے۔ تو میں تمہاری خاموشی کو اجازت سمجھوں گی۔ اُمید ہے کہ تم اُور بھی خوش ہو گے۔ کیونکہ تم تعلیم یافتہ ہو۔ تم کبھی ظلم نہ کرو گے۔ تم بھی اپنی خوشی سے شادی کرلو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔

ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ فقط حسینی بیگم

ہمایوں فر۔ (اپنے دل میں) آخر ہم نے تو طلاق نہیں دی۔ کیونکر نکاح ہو گا۔ شاید کوئی صورت ہو گی مجھے کیا۔ میں اُن کی خوشی میں دخل نہ دوں گا خدا جانے لڑکی کیسی ہے۔ جہاں تک مجھے خیال آتا ہے۔ چچی ہمارے چچا کو تنگ کیا کرتی تھیں اور سب لوگ اِن سے شاکی تھے۔ شاید اماں جان نے یہ رشتہ توڑا ہو۔ جو کچھ بھی ہو میں چچا کی لڑکی کو مثل بہن کے سمجھوں گا۔ مجھے بھی اس قسم کی شادی منظور نہیں لیکن چچا کا خیال تھا۔ اب ہم مجبور رہیں خود اُن کی طرف ہی سے انکار ہوا۔ بہتر ہوا مجھے ابھی شادی کی ضرورت بھی نہیں۔ خیر اب ہم کو اِن سب خیالات کو بھول جانا چاہئے۔ اور پڑھنے میں کوشش کرنا چاہئے۔ والدہ جانیں اور چچی۔ ہم کو کیا۔ ہم کیوں مفت میں دماغ کو پریشان کریں ؟ اگر چچی نے لڑکی کی شادی اُور جگہ کر دی تو کیا بُرا ہوا۔ نہ وہ مجھ سے واقف نہ میں اُس سے خواہ مخواہ بے چاری کے سر پر کیوں سوار ہو جاؤں۔ بلکہ چچی نے مناسب کیا کہ لڑکی کو اُس کی مرضی سے بیاہا ہے۔

الغرض ہمایوں فر نے پڑھنے کی طرف دل لگایا۔ رات دن کتابوں کے کیڑے بن گئے۔ پانچ گھنٹے سونے کے سوا ایک منٹ بھی کتاب ہاتھ سے نہیں چھوٹی۔ سول سروس کا امتحان دیا۔ بعد امتحان کے تعطیل ہوئی۔ ہمایوں فر سے ملنے مائیکل آئے۔ اور مجبور کیا۔ کہ ہمارے ساتھ تبدیل آب وہوا کے

کے واسطے جزیرے چلو۔ پرنسپل صاحب نے بھی کہا۔ کیا مضایقہ۔ اِس قدر محنت کے بعد تم کو آرام لینا ضرور ہے۔ وہاں کی آب و ہوا ضرور موافق آئے گی۔ ضرور جاؤ۔" ہمایوں فر راضی ہو گئے۔ دوسرے دِن چار بجے مائیکل مع ہمایوں فر اور ماں بہنوں اور اپنی منگیتر مِس برتھ کے روانہ ہو گئے۔ سمندر کے کنارے ہوٹل میں سب ٹھیرے سب کے سب خوش تھے۔ یہ ہوٹل پہاڑی پر واقع تھا۔ کنارے سے اِس قدر بلند تھا۔ کہ کوسوں تک سمندر کا دِل لُبھانے والا نظارہ سبزہ زار پھولوں کی مہک کہیں کہیں برف کے چمکتے ہوئے ٹکڑے جو گھلنے سے باقی رہ گئے تھے بہت ہی خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ سمندر کی ہوا بالکل موافق تھی۔ اِس مجمع نے تمام دن سواری۔ کشتی رانی مچھلی پکڑنے کے شغل میں صرف کئے۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ ایک روز شام کے وقت لیڈی الیٹ چند لیڈیوں سے باتیں کر رہی تھیں۔ مائیکل برتھ اپنی منگیتر کے ہاتھ میں ہاتھ دئے سمندر کے کنارے آئے۔ مائیکل کی بہن فلورا مسز گرین شیل اپنے شوہر کے ہمراہ چہل قدمی کر رہی تھی۔ میری اور ٹیلی پھول توڑ توڑ کر گلدستہ بنا رہی تھیں۔ ہمایوں فر مائیکل اور برتھ کے ہمراہ دور تک جا کر اچانک پیچھے پھر گئے۔ اور یہ کہا کہ معاف کرنا مجھے اِس وقت پرنسپل صاحب کو خط کا جواب لکھنا ہے۔ ڈاک کھلنے میں (گھڑی دیکھ کر۔) صرف چالیس منٹ باقی ہیں۔ الغرض تیز قدم اُٹھاتے ہوئے ہوٹل میں آئے۔ خط لکھا اور اپنے نام کا ایک خط جو ابھی لندن سے پرنسپل صاحب نے بھیجا تھا۔ کھولا پڑھا تو حسینی بیگم کا تھا۔ کہ شادی ہو گئی۔ دوسرا عالیہ بیگم کا تھا جس کا یہ مضمون تھا:۔

پیارے ہمایوں فر! چونکہ ہمارے ہاتھ میں ورم ہو گیا ہے۔ اس لئے تم کو یہ خط لکھوا رہی ہوں۔ تمہاری چچی نے روشنک کی شادی اپنے بھتیجے سے کر دی خیر بلا ٹلی۔ میں تمہارے والد کے خوف سے دم مار نہیں سکتی تھی۔ ورنہ میری دلی تمنا تھی۔ کہ یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔ ہم نے گھی کے چراغ جلائے۔ تم ایک طلاق نامہ لکھ کر اپنی چچی کے نام فوراً بھیج دو۔ گو شادی اِن لوگوں نے کر دی

لیکن یہ اُن کی ہٹ دھرمی تھی۔ خیر تم کیوں اپنے اوپر الزام رکھو۔ لوگ تم کو بدنام کریں گے۔ اور شرم دلائیں گے۔ از روئے شرع نکاح جائز نہ ہوگا۔ بیٹا تم ضرور طلاق نامہ بھیج دو۔ تاکہ تمہارا دامن گناہ سے پاک ہو۔ اور کوئی ہم کو یہ طعن نہ کر سکے۔ کہ تمہاری بہو غیر کے گھر گئی۔ اس وقت ہم صاف کہیں گے۔ کہ ہمارے لڑکے نے طلاق دے دی تھی۔ ہماری بہو کیسی۔ تم کو دُلہن کی کمی نہیں۔ تم خدا کے فضل سے ولایت سے میم لا سکتے ہو۔ یہاں بھی ایک نہیں ہزار لڑکیاں موجود ہیں۔ تمہارے والد بے شک ناراض ہیں۔ لیکن اب کیا ہوتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ باقی خیریت

تمہاری والدہ

یہ خط پڑھ کر ہمایوں فکر گہری سوچ میں پڑ گئے۔ اور خط ہاتھ میں لئے ہوئے ساحل کے کنارے گئے۔ بنچ پر بیٹھ کر دوبارہ خط کو غور سے پڑھنے لگے۔ جب ختم کر چکے۔ تو جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنے دل سے باتیں کرنے لگے "واہ رے انگریز اور ان کے یہاں کی رسم۔ کیسی خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ میاں بیوی میں کس قدر محبت و الفت ہوتی ہے۔ اور ایک ہمارے یہاں کی بُری رسم ہے۔ ماں باپ جس کو چاہیں گلے مڑھ دیں۔ میاں کو خبر نہیں کہ کس بلا سے سابقہ پڑے گا۔ بیوی کو معلوم نہیں کہ کس مصیبت کا سامنا ہوگا۔ نہ صورت دیکھنے کی اجازت نہ مزاج سے واقف ہونے کی۔ اندھیرے میں نشانہ لگایا جاتا ہے۔ میاں بیوی کی اتنی بڑی ذمہ داری اور یہ رسم۔ اگر بیوی اپنے مذاق کی نہ ہوئی تو زندگی تلخ ہوئی۔ ایک ماں کل ہیں۔ کہ آزادی کے ساتھ اپنی شادی بیاہ میں دخل دیتے ہیں۔ کیسے خوش ہیں۔ اور ایک میں ہوں کہ اپنی قسمت کو رو رہا ہوں۔ کیا کروں والدہ کے حکم کی تعمیل کروں طلاق نامہ بھیج دوں + چچا کی موت نے یہ تفرقہ ڈالا۔ اُن کے ارمانوں کا خون ہوا۔ جو درخت اُنھوں نے لگایا اُس کے ثمر توڑ نہ سکے + جب میں سن بلوغ کے زینہ پر پہنچ چکا۔ اُس وقت اُن کو موت آگئی۔ لیکن میں خاموش رہوں گا۔ یہ خط اماں جان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے +

خیر وہ اِسی سوچ میں تھے۔ کہ میری ہمایوں فر کے قریب آئی ٭
میری:" مسٹر ہمایوں فر اِس وقت تم کچھ اُداس سے معلوم ہوتے ہو۔ اگر مٹھائی کھلاؤ تو ہم ایک خوش خبری سنائیں "٭
ہمایوں فر۔ (چونک کر۔)" مِس ہمارے واسطے کون سی خوش خبری ہے ؟"
مِس میری:۔ (سُرخ لفافہ دِکھا کر۔)" یہ لو پرنسپل صاحب کا ٹیلی گرام ہے۔ تم سول سروس میں اول درجہ پر پاس ہوئے ہو۔ ہر طرف واہ واہ ہو رہی ہے "٭
ہمایوں فر:۔ (خوش ہو کر۔)" شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ اور ہمارے دوست مائیکل کی بھی کچھ خبر معلوم ہوئی ؟" مِس" ہاں وہ بھی پاس ہو گئے۔ لیکن درجہ اول میں نہیں۔ یہ تو آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ لندن کے طلباء میں نمبر اوّل ہوئے۔ کیوں نہ ہو۔ محنت۔ کوشش اور ہمت کے آگے فتح ہے "۔ ہمایوں فر:" مائیکل آگئے۔ اُنہوں نے سُنا؟" مِس:" ہاں وہ آگئے۔ آپ کو تلاش کرتے ہیں "٭
ہمایوں فر مِس کے ہمراہ ہوٹل میں آئے۔ دونوں دوست خوشی سے بغل گیر ہُوئے۔ سب نے مبارک باد دی۔ رات کو کھانا کھا کر سب سو رہے ٭
اب سنیئے۔ کہ صبح کو ہمایوں فر ساحل کے کنارے گئے۔ مائیکل برتھ کے ہمراہ کشتی پر گئے۔ میری ہمایوں فر کے ساتھ چہل قدمی کرنے لگی ٭
میری:" مسٹر ہمایوں فر جس قدر مجھے آپ کی کامیابی کی خوشی ہوئی ہے۔ اُسی قدر مفارقت کا رنج ہے۔ کیونکہ اب بہت جلد آپ ہمیشہ کے واسطے لندن کو چھوڑ دیں گے ٭ آپ سے ہمارے خاندان کو ایک قسم کی محبت ہوگئی ہے۔ اَمّاں جان برتھ بھی افسوس کرتی تھیں۔ لیکن برتھ بھی بعد شادی کے ہندوستان جائیں گی۔ اکثر آپ سے ملاقات ہوگی "۔ ہمایوں فر:" مِس مجھے بھی تم لوگوں کی جدائی پریشان کریگی۔ لیکن مجبوری ہے۔ پورے دس سال وطن سے آئے ہوئے ہوگئے "٭
مِس:" کبھی ہم لوگوں کو یاد بھی کروگے یا نہیں ؟"
ہمایوں فر:" مِس جب تک زندہ رہوں گا۔ تم لوگوں کی محبت اور مہربانی نہ بھولونگا مجھے تمہارے خاندان سے محبت ہے "۔ میری:" مسٹر ہمایوں فر جس وقت میں آپ کی

جگہ خالی دیکھوں گی سخت پریشان ہوں گی۔ آپ کی صحبت میں بہت خوش رہتی تھی۔ آپ سا خلیق ملنسار شخص ہم لوگوں کی صحبت سے علیحدہ ہو۔ رنج سا رنج ہے۔ آپ تو آپ مسافر ہیں۔ صاحب آپ سے اُلفت بڑھانا مناسب نہیں"۔

یہ کہہ کر مس جانے لگی۔ تو ہمایوں فر نے کہا "مس شاید میری زبان سے کوئی الفاظ نکل گئے جن سے تم کو رنج ہوا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ میرے الفاظ کا اُلٹا مطلب نکلا۔ مجھے لیڈیوں سے بولنے کا سلیقہ نہیں۔ کیونکہ ان سے ہماری صحبت بہت کم رہی ہے۔ میں لیڈیوں کی صحبت سے اکثر گھبراتا ہوں"۔

مس "واہ صاحب گھبرانے کی ایک ہی کہی۔ لیڈیاں بلا نہیں ہیں۔ کہ ان کی بھیانک صورت دیکھ کر آپ گھبرا جاتے ہیں" ہمایوں فر "لیجئے پھر وہی ہوا کہ میرے الفاظ کا اُلٹا مطلب نکالا"۔

میری "واہ صاحب بجا فرمایا۔ آپ کیسے نادان بنتے ہیں۔ بیرسٹر ہیں۔ بڑی بڑی تقریریں کریں گے۔ سویلین ہیں۔ ہزاروں پر حکومت کریں گے۔ مقدمے فیصل کریں گے۔ آپ کے علم کا شہرہ ہے۔ کہ کئی زبانیں جانتے ہیں۔ اور بات کہنے کا سلیقہ نہیں کیا خوب صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ مجھے تم سے بات کرنا ناگوار ہے"۔

ہمایوں فر "تم سے اور بات کرنا ناگوار ہو۔ تم تو ہمارے دوست کی پیاری بہن ہو مجھے بہت ہی عزیز ہو۔ ایسا خیال نہ کرو"۔

مس "خیر ان باتوں کو جانے دو۔ اپنے جانے کی تاریخ بتاؤ"۔

ہمایوں فر "کچھ ٹھیک نہیں۔ میں ان دنوں سخت پریشان ہوں۔ ہمارے مہربان چچا نے قضا کی۔ ابا جان ناراض ہیں۔ وطن جا کر مشکلوں میں پڑوں گا"۔

مس "ہماری صلاح مانو تو لندن میں بود و باش اختیار کرو۔ ذریعہ معاش خود پیدا کر سکتے ہو" ہمایوں فر "لیکن تنہائی کا خیال ہے۔ والدین، بھائی بہن کی محبت بے چین کر رہی ہے۔ دونوں طرف مشکل ہے" میری "مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ میرا دل بے قابو ہو گیا۔ خدا آپ کو اطمینان دے" ہمایوں فر "مس میں اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں بڑا بدقسمت

ہوں۔ تم اپنے شگفتہ دل کو خراب نہ کرو۔" یہ کہہ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ اور پھر مِس کی طرف مڑ کر کہا۔" مطلع صاف نہیں ہے۔ ہم لوگوں کو جلد ہوٹل پہنچ جانا چاہئے۔" مِبرسی۔" (ایک بنچ پر بیٹھ کر۔) مجھ سے اس وقت چلا نہیں جاتا۔ اگر تکلیف نہ ہو تو دس منٹ ٹھہر جاؤ۔ میں سُستا لوں۔" ہمایوں فر۔" نہیں میں خوشی سے حاضر رہوں گا۔ تکلیف کیسی؟" مِس۔" مسٹر ہمایوں فر تم نے سنا۔ تمہارے دوست مسٹر مائیکل کی شادی جلد ہونے والی ہے۔ صرف ایک مہینے کا عرصہ باقی ہے۔ تم کو یہ تو پسند ہیں جوڑا اچھا ہو گا۔" ہمایوں فر۔" مبارک ہو۔ ہاں وہ خوبصورت خوش مزاج لیڈی ہیں۔ مائیکل بڑے خوش قسمت ہیں۔ اچھی بیوی پائی۔"

مِس۔" بے شک مرد کو مرضی کے موافق بیوی اور عورت کو پسند کے موافق شوہر نہ ملا تو زندگی تلخ ہوتی ہے۔ بعض زن و شوہر بن نہیں بنتی۔ شادی کے بعد تفرقہ ہو جاتا ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتی۔"

ہمایوں فر۔" خدا کرے آپ کو بھی کوئی حسین شوہر ملے۔ اور دونوں میں اچھی موافقت ہو۔ ہم نے سنا تھا۔ کئی صاحب پیغام بھیجتے ہیں۔"

مِس۔" یہ اس وقت آپ کو کیا خیال آیا۔" ہمایوں فر۔" ہم نے تو محبت کے بھروسے پر پوچھا۔ کیونکہ میں تمہارے یہاں مثل رشتہ دار کے بے تکلف ہوں اور تم بھی مجھے سچا خیر خواہ دوست سمجھتی ہو۔ اگر خلاف گذرا تو معافی چاہتا ہوں۔"

مِس۔" نہیں مسٹر ہمایوں فر میں دیوانی نہیں ہوں۔ کہ سچی محبت کی قدر نہ کروں مجھے بتانے میں عذر نہیں۔ سنئیے تین صاحب نے پیغام بھیجا ہے۔ ایک لارڈ کے لڑکے نے۔ لیکن مجھے وہ پسند نہیں۔ دولت عزت سب کچھ ہے۔ صحبت اچھی نہیں متلون مزاج۔ شراب کی لت ہے۔ وہ تو یہاں آنے پر تیار تھا۔ ہم نے صاف جواب دے دیا۔ بے طرح پیچھے پڑا ہے+ دوسرے مسٹر نارمین سو مین ہندوستان کے مجسٹریٹ ہیں۔ رخصت پر آئے ہیں۔ آپ نے اُس روز نیلی کی سالگرہ کی تقریب میں دیکھا تھا۔" ہمایوں فر۔" ہاں ہم نے دیکھا تھا۔ وہ بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

مِس۔" نہیں مجھے پسند نہیں۔ ہم نے جواب دے دیا ہے+ تیسرے بیرسٹر ہیں۔ ماہوار

وہ تین ہزار خود کماتے ہیں۔ جائداد بھی معقول ہے۔ صورت بھی بُری نہیں۔ عادت اطوار بہت اچھے ہیں۔ اماں جان بھی ان کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ لیکن اب تک ہم نے اپنے دل سے فیصلہ نہیں کیا۔"

ہمایوں فر "خدا جانے وہ کون خوش قسمت شخص ہوگا۔ جو ایسی غیرت حور تعلیم یافتہ عقل مند عفیفہ بیوی کا شوہر ہوگا۔ مس مجھے بھی اپنی شادی میں بلانا ہیں۔ بہت خوشی سے شریک ہوں گا۔" مس "خیر صاحب دیکھا جائے گا۔ آپ اپنی کہئے۔"

ہمایوں فر "ہماری شادی منتشر ہو گئی۔" مس "کیوں؟" ہمایوں فر "میرا قصہ طویل ہے۔" مس "ہم بھی تو سنیں۔" ہمایوں فر "صغیر سنی میں ہماری نسبت والدین نے ایک پانچ سالہ لڑکی سے کر دی تھی۔ ہم نے خواب میں بھی اس کی صورت نہیں دیکھی۔ اب اس لڑکی کی ماں نے اس کو دوسری جگہ بیاہ دیا۔ وہ تو گئی گذری۔ اب خدا جانے ہماری تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ والدین کی کیا مرضی ہو۔ اس لئے میں شادی ہی نہیں کروں گا۔ کل ہم نے اپنے یہاں کی شادی بیاہ کی رسمیں بیان کی تھیں تم کو یاد نہیں۔"

مس "ہاں یاد ہے۔ کیسی بُری رسم ہے۔ مسٹر ہمایوں فر! تم اپنی زندگی کو تلخ نہ کرو۔ کسی یورپین مس سے شادی کر لو۔ اور چین سے زندگی بسر کرو۔"

ہمایوں فر "والدین شاید ناراض ہوں۔"

مس "تم خود محتاج نہیں ہو۔ جو عورت شادی کرے گی۔ تم کو دیکھے گی۔ تم معاش پیدا کر سکتے ہو۔ والدین سے کیا واسطہ۔ ناراض ہوویں گے بھی تو پھر راضی ہو جائیں گے ان کا راضی کرنا ممکن ہے۔ لیکن اپنی زندگی برباد کر کے دوبارہ اچھی ہو نہیں سکتی تم نے اس دن کہا تھا تمہارے یہاں کئی بیبیاں ہوتی ہیں۔"

ہمایوں فر "لیکن ہم نے تو بیان بھی کیا تھا۔ کہ حکم سخت ضرورت کے واسطے ہے۔ لیکن مجھے دو بیبیوں سے سخت نفرت ہے۔ ہم نے یورپ میں ہوش سنبھالا۔ مجھے یہ بُری رسم پسند نہیں۔"

مس "کہئے تو میں اپنی کسی سہیلی کو تجویز کر دوں؟" ہمایوں فر "شاید مجھے یورپین

لیڈی پسند نہ کریں۔" مس:- "کیوں آپ میں وہ کون سی صفت نہیں ہے۔ عورت جو فہمیدہ ہوگی کبھی ایسے ویسے سے شادی کرنا پسند نہ کرے گی۔ وہ چاہے گی۔ مرد پڑھا لکھا فہمیدہ سنجیدہ جری۔ خوش مزاج خوش وضع نیک منش ہو۔ شریف ہو۔ چہرے سے شرافت برستی ہو۔ رحم دل ہو۔ ملنسار ہو۔ اور سا تھ اس کے حسین ہو تو نور علیٰ نور۔ اب بتائیے تو کہ آپ میں کونسی بات نہیں ہے۔"

ہمایوں فر:- "مس آج تم نے کس قدر جرأت دلائی ہے۔ اس لئے میں ایک بے ڈھنگا سوال کرنا چاہتا ہوں۔ رنجیدہ تو نہ ہوگی؟"

مس:- "نہیں نہیں۔ آپ ضرور کہیں رنج کیسا۔ بلکہ میں متوجہ ہوں۔"

ہمایوں:- "تو میں صاف صاف عرض کروں۔ جس بات کو میں کہنا چاہتا ہوں اور دل پر جبر کئے ہوئے ہوں۔ محبت کی ایک زبان الگ ہوتی ہے۔ جب دو شخصوں میں محبت ہوتی ہے۔ تو ایک دوسرے کے دل کو خود بخود خبر ہو جاتی ہے۔ گویا تار برقی لگی ہوئی ہے۔"

مس:- "اس قدر تمہید کی کیا ضرورت ہے صاحب؟"

ہمایوں فر:- "کیا میں امید کرسکتا ہوں۔ کہ ایک پردیسی غیر مذہب کی حیثیت سے درخواست کروں؟" مس:- "کچھ خبر ہے۔ یہ ہنسی کیسی۔ آپ کی نیک چلنی کا شہرہ ہے۔"

ہمایوں فر:- "مس میں ہنسی نہیں کرتا۔ استغفراللہ صاف عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلو۔ تو اپنے کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھوں۔"

مس:- "(کچھ دیر سوچ کر) ہاں مجھے منظور ہے۔"

ہمایوں فر:- "کیا تم ایک مفلس شخص کی بیوی ہوگی۔ تم کو ہر بات کی تکلیف ہوگی تمہارے والدین ہمارے خلاف ہوں گے۔"

مس:- "مجھے دولت کی پرواہ نہیں۔ میں جس طرح کا شوہر ڈھونڈتی تھی مجھے ملا۔ آپ کے ساتھ اگر فاقہ کشی بھی ہو تو عین راحت ہے۔"

ہمایوں فر:- "امید دیکر ناامید نہ کرنا۔ اتنی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ کہ جدائی کے صدمے برداشت کرسکوں۔ کیا میں تمہارے والدین سے درخواست کروں؟"

وہ لوگ ناراض تو نہ ہوں گے؟" مس "نہیں ہرگز نہیں اور اگر ہوں بھی تو آپ میں تم سے علیحدہ نہیں ہوسکتی۔ مجھے اپنی کنیز سمجھو۔ میں قول دے چکی۔ میں نے اچھی طرح تین چار سال سے آپ کو خوب جانچا۔ ہر طرح اچھا پایا"

ہمایوں فر "مس میں خواب تو نہیں دیکھتا۔ تم دوبارہ سوچ لو"

مس "عجیب آدمی ہو۔ بغیر سوچے سمجھے ہم نے اپنے کو ایک شخص کے حوالہ نہیں کیا"

ہمایوں فر "میں اپنے مذہب کو جان سے عزیز رکھتا ہوں۔ میں اسلام پر پیدا ہوا اور اسلام ہی پر میں مروں گا"

مس "مجھے مذہب سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے اس روز کہا تھا کہ عیسائی عورت سے اہل اسلام کو نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر ہم دونوں اپنے اپنے مذہب پر رہیں گے۔ اب تو اطمینان ہوا؟ مسٹر ہمایوں فر میری دلی تمنا بر آئی۔ اس وقت جس قدر میں خوش ہوں میرا ہی دل جانتا ہے۔ آج کا مبارک دن مجھے تمام عمر یاد رہے گا"

ہمایوں فر۔ "اور میں کیا بھول جاؤں گا؟ تم سے زیادہ میں خوش قسمت ہوں۔ کہ ایسی حسین بیوی ملی۔ مجھ کو جس قدر فخر ہو بجا ہے۔ کوئی الفاظ نہیں پاتا۔ کہ تمہارا شکریہ ادا کروں"

اتنے میں آسمان پر گھٹا چھائی ہمایوں فر اور میری جلد جلد قدم اُٹھاتے ہوئے ہوٹل میں آئے۔ ہمایوں فر نے اپنے دوست مائیکل سے کہا کہ بھائی آج ہم دونوں میں وعدہ ہوا ہے۔ لیکن اگر تمہارے خاندان کے خلاف ہو۔ یا تمہاری سُبکی ہو تو مجھے آگاہ کر دو۔ میں اپنی بھگت لوں گا۔ میری سمجھ تو خودغرض یا بے وفا سمجھ کر صبر کرلے گی۔ میں تم کو یا تمہارے والدین کو رنج دینا نہیں چاہتا۔ مائیکل نے کہا مجھ سے زیادہ خوش کوئی نہیں۔ مجھے تو عین خوشی ہے۔ میں والدین کو بھی سمجھا لوں گا"

الغرض سب لندن آئے۔ ہمایوں فر نے پرنسپل صاحب سے ذکر کیا۔ انھوں نے اس نسبت کو پسند کیا۔ اور کہا "مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ جون ایلیٹ مشہور شخص ہیں۔ اور ہمارے جان پہچان۔ لیکن تمہارے والدین ناخوش ہونگے" ہمایوں فر "پھر اب کیا کروں؟" پرنسپل "تم خودمختار ہو یہ تمہاری اپنی خوشی ہے"

الغرض سر جون ایلیٹ کے سوائے سب راضی تھے۔ ان کو غیر مذہب کا تعصب تھا +
جب ہمایوں فرکو ان کی ناراضگی معلوم ہوئی۔ تو وہ سخت نادم ہوئے اور شرم
سے اُن کے ہاں جانا چھوڑ دیا۔ اور یوں میری کو خط لکھا :۔

پیاری میری۔ ایک ہفتے سے جو میں غیر حاضر رہا۔ اِس کے دو سبب ہیں۔
ایک تو ندامت۔ دوسرے علالت۔ میری صحت اچھی نہیں۔ اور تم عیادت
کو نہیں آئیں۔ مائیکل نے آخر گھر میں ذکر کیا ہو گا۔ خیر شکایت تو ہو چکی۔ اب
سنو! میں نہیں چاہتا۔ کہ ہماری وجہ سے تمہارے خاندان کو رنج ہو۔
اور تمہارے والد افسردہ خاطر رہیں۔ گو تمہاری جدائی قیامت ہوگی
لیکن تم ہماری فکر نہ کرو اور اپنے والد کو خوش کرنے کی فکر کرو۔ میں
بہت جلد لندن سے جاتا ہوں۔ خدا جانے پھر کب ملاقات ہو۔ چند منٹ
کو آکر اپنے بیمار کو دیکھ جاؤ۔ شاید یہ اخیر ملاقات ہوگی۔ فقط تمہارا ہمایوں فر
میری میز کے قریب پریشان سی کھڑی ہے۔ اور بار بار خط کو پڑھتی ہے۔
اتنے میں برتھا اندر آئی :۔

برتھا " اِس وقت کمرے میں کیا کر رہی ہو ؟" میری " تم آگئیں؟ اچھا ہوا۔ پیاری
برتھا! تم کو معلوم ہے۔ کہ میں آج کل پریشان ہوں " برتھا " ہاں ہاں اِس
لئے کہ مسٹر ہمایوں فر ہفتے سے نہیں آئے۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ میں مسٹر
مائیکل کے ہمراہ گئی تھی۔ وہ احاطے میں ٹہل رہے تھے۔ مجھ سے کہا۔ کہ آپ جلد
جانے والا ہوں۔ ذری اپنی سہیلی سے کہنا۔ ایک مرتبہ ملاقات کر جائیں "
میری نے برتھا کو وہ خط دکھایا اور یوں جواب لکھا :۔

میرے دِل کے مالک۔ میں ضرور حاضر خدمت ہوتی۔ لیکن موقع نہ تھا۔
خدا شفائے کلی بخشے۔ بیمار آپ کے دشمن ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔
اپنے قول کا خیال رہے۔ جدائی کیسی ؟ آپ لندن سے تشریف لے
جانے والے ہیں۔ تو میں بھی ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ میں نے آج صاف
طور سے ابا جان سے کہنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ کہ سوائے آپ کے کسی

سے شادی نہ کروں گی۔ فقط آپ کی تیری"۔
اب سنئے کہ مس کی رائے معلوم کرکے اور پرنسپل صاحب کے سمجھانے سے
سرجون الیٹ راضی ہو گئے + ہمایوں فر مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے (کیونکہ ہمایوں فر
دس سال لندن کے قیام میں صوم وصلوٰۃ کے پابند رہے) پرنسپل نے پوچھا۔ تو
عبدالکریم نے کہا کہ حضور نماز میں ہیں + آدھے گھنٹے انتظار کے بعد ہمایوں فر
آئے۔ تو پرنسپل صاحب نے خوش خبری سنائی + دوسرے ہفتے ہمایوں فر۔ اور
مائیکل کی شادی تھی + ہمایوں فر نے بیس ہزار رقم جو بنک میں اِن کے نام باقی تھی
نکالی اور پرنسپل صاحب کی میم صاحب کے حوالے کی کہ آپ جو کچھ رسم یہاں کی
ہے مناسب طور سے کر دیں + اُنھوں نے دس ہزار تو یہ کہہ کر واپس دیا۔ کہ
شادی کے بعد تم کو روپے کی ضرورت ہوگی۔ باقی دس ہزار میں کل سامان خریدا۔
ہمایوں فر کی طرف سے جڑاؤ قیمتی زیور بھی دیا + ہمایوں فر کو میم صاحب نے انگریزی
دستور کے موافق دولہا بنایا۔ اِن کے چار کنوارے دوست نوشہ کے ساتھ رہے
نوشہ مع پرنسپل صاحب کے گرجے پہنچے۔ برات میں ہمایوں فر کے تین چار ترکی
دوست بھی تھے۔ جو لندن میں رہتے تھے۔ نکاح پادری صاحب پڑھانے والے
تھے اِس لئے دو مسلمان گواہوں کو ہمایوں فر نے ساتھ لیا۔ ایک مرتبہ وہ تعطیل
میں پرنسپل صاحب کے ہمراہ قسطنطنیہ گئے تھے۔ اِس لئے ترکوں سے دوستی ہوگئی
تھی۔ الغرض نوشہ گرجے پہنچے۔ دلہن کو غسل دے کر سہیلیوں نے لباس عروسانہ
پہنایا۔ سفید ساٹن کی گون۔ اُس پر جابجا سبزا ور سفید پھول پتہ ٹنکے ہوئے
گلے میں ہار۔ جڑاؤ چوڑی انگشتری۔ کانوں میں ایر رنگ سر پر باریک نقاب جو
زمین تک لٹکی ہوئی تھی۔ پھولوں کا تاج۔ ہاتھ میں ایک بڑا سا خوشنما گلدستہ۔
خوبصورت میری کا حسن اس وقت دوبالا ہو گیا تھا + دلہن کے ہمراہ اِن کی بہن
نیلی اور دلہن کی تین خاص سہیلیاں سجی ہوئی مع سرجوان الیٹ کے فٹن پر سوار
ہوئیں۔ اور گرجے آئیں + دوسری گاڑی پر مائیکل آئے۔ اس کے بعد برتھ
اپنے باپ کے ساتھ دلہن بنی آئی + سب گرجے کے اندر داخل ہو گئے۔ پہلے مائیکل

کا نکاح برکتہ سے ہوگیا اس کے بعد سرجون البٹ نے میری کا ہاتھ ہمایوں فر کے ہاتھ میں دیا۔ دونوں نے ایجاب وقبول کیا + ہمایوں فر کے دونوں ترکی دوست قریب کھڑے تھے۔ دونوں دولہا دُلہن نے رجسٹر کی کتاب میں دستخط کئے۔ دولھا کے دوست نے انگشتری پیش کی۔ دولھا نے دُلہن کو پہنائی پادری صاحب نے دعا دی۔ چاروں دولھا دُلہن فٹن پر سوار ہوئے۔ سرجون کی کوٹھی میں آئے + مہمانوں میں شادی کے خوبصورت چونسر لہ کیک تقسیم ہوئے۔ پہلے دُلہن نے چُھری لگائی پھر سہیلیوں نے تقسیم کی۔ پھر ناچ شروع ہوا + رسم کے موافق دولھا دلہن مل کر ناچ میں کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ تو برائے نام چکر لگا کر کوچ پر بیٹھ گئے مہمان آپس میں ناچتے گاتے رہے۔ بعد کھانے کے سب رخصت ہونے لگے۔ دولھا دُلہن سب سے پہلے زینے سے نیچے اُترے۔ مُسکراتی ہیں۔ لیڈیاں اور دُلہن کی سہیلیاں پھولوں کی ٹوکریاں اور پرانی جوتیاں جو خاص اسی لئے جمع کی جاتی ہیں لئے ہنس ہنس کر دولھا دُلہن پر پھینکنے لگیں۔ دولھا دُلہن جلد جلد قدم اُٹھاتے ہوئے گاڑی پر سوار ہوگئے + ہمایوں فر نے ایک ہفتے کے واسطے ایک خوش نما باغ کرایہ پر لیا تھا۔ دُلہن کو اسی باغ میں اُتارا + دونوں میاں بیوی ایک ہفتے رہ کر سرجون البٹ کے یہاں آئے + دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے مطیع اور فرمانبردار تھے سُسرال والے داماد سے خوش آج فلورا میری کی بڑی بہن کے یہاں دعوت تھی۔ ہمایوں فر آئینہ کے قریب بالوں میں برش کر رہے تھے کہ میری آسمانی لباس ناچ کی خوبصورت گون زیب تن کئے ہوئے اندر آئی:۔

میری "پیارے شوہر مسٹر ہاٹکل انتظار کر رہے ہیں" ہمایوں فر "میں تیار ہو چکا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم لوگ سوار ہوں۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

میری "فرمایئے" ہمایوں فر "تم کسی غیر مرد کے ساتھ ناچ میں شریک نہ ہو۔ غیر مرد یا غیر عورت کا جسم چھونا ہمارے مذہب میں منع ہے۔ اگر میں تم کو اور کے ساتھ ناچ میں دیکھوں گا۔ تو مجھے کمال رنج ہوگا۔ تم ہو اخوری کو جاؤ۔ لیکن ہمارے یا اپنے باپ بھائی کے ساتھ کسی غیر کے ساتھ تمہارا پھرنا میں جائز نہ رکھوں گا۔ ہم اور تم ایک

ہیں۔ ہماری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔ تمہاری نسبت کوئی کلمہ اپنی شان کے خلاف سننا نہیں چاہتا۔"

میری: "بہت صحیح ہے۔ میں تمہارے خلاف کبھی نہ کروں گی۔ مجھے تم سے زیادہ اَور کوئی عزیز نہیں۔ جو کہو منظور ہے" ہمایوں فر: "بس ہمارا جی خوش ہوگیا۔"

میری: (ہنس کر) "اور کچھ کہنا باقی ہے؟ فرمایئے تو ترکی خاتون کی طرح برقع پہن کر نکلا کروں۔ مجھے تو یہ بھی منظور ہے۔" ہمایوں فر: "نہیں نقاب کی ضرورت نہیں تم کو دل کی صفائی مقدم ہے۔ میں تم کو تمہارے لوگوں سے ہنسوانا نہیں چاہتا۔ اور تم کو نقاب کی ضرورت کیا ہے۔ تم اپنے مذہب پر ہو بے نقاب پھرو۔ پارٹی ڈنر سب میں جاؤ۔ لیکن اندا نسے۔"

میری: "منظور۔ بس اب تو خوش ہوئے؟" ہمایوں فر: "بے شک نہایت خوش ہوا۔ بلکہ دوچند محبت اَور زیادہ ہوگئی۔ ایسا ہی چاہئے۔ ایک دوسرے کے مطیع اور فرمانبردار۔ اگر کوئی امر تمہارے یا ہمارے خلاف ہو۔ تو آپس میں بحث کر لو۔ تمہارا عذر معقول ہوگا تو ہم مان لیں گے۔ ہماری کوئی شکایت ہو تو تم بیان کرو۔ ہم اُس سے باز رہیں گے۔"

میری: "شکایت کیسی میں جس قدر آپ سے خوش ہوں میرا ہی دل جانتا ہے۔ دنیا میں محبت کرنے والے شوہر سے عورت کو کوئی شے پیاری نہیں ہوتی اور کسی کی خاطر عزیز نہیں ہوتی۔"

الغرض دونوں گاڑی پر سوار ہوئے اور فلورا کے یہاں پہنچے۔ میری اپنی سہیلیوں سے ملی۔ ہمایوں فر کے چند دوست بھی موجود تھے۔ بعد کھانے کے ناچ شروع ہوا۔ لیکن میری نے عذر کر دیا...... ہمایوں فر سے اصرار کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ معاف کیجئے مجھے رقص کرنا اچھی طرح نہیں آتا۔ پڑھنے لکھنے سے فرصت کب ملی کہ اس طرف توجہ کرتا۔"

ایک مس: "آپ کو ہم ضرور مجبور کریں گے۔" ہمایوں فر: "مجھے معاف رکھیں۔"

مس: "آخر انکار کا سبب؟" ہمایوں فر: "ہمارے مذہب میں غیر مرد کو غیر عورت کا جسم

چھونا منع ہے" "مِسن" ہم نے آپ کے ہم مذہب کو رقص کرتے دیکھا ہے" ہمایوں فر۔
بے شک آپ نے دیکھا ہے لیکن وہ لوگ بُرا کرتے ہیں۔ شریعت کے خلاف
کرتے ہیں"

ایک صاحب۔"آپ کو شراب سے بھی پرہیز ہے؟ ہم نے گلاس سامنے سے
ہٹاتے دیکھا تھا" ہمایوں فر" ہاں میں شراب سے پرہیز کرتا ہوں۔ آج تک
چکھی تک نہیں۔ ایک تو شراب ہمارے ہاں حرام ہے۔ دوسرے مضر صحت"
ایک۔ آپ ایسے لایق شخص بھی ان باتوں کو مانتے ہیں"

ہمایوں فر" کیا یہ بری باتیں ہیں؟ میں انہیں نہ مانوں۔ تو تباہ و برباد ہو جاؤں
اور گناہ گار ہوں" جنٹلمین" (مسکرا کر) "چرچٹ منگواؤں"

ہمایوں فر" (ہنس کر) میں چرٹ بھی نہیں پیتا۔ کافی منگوائیے"

جنٹلمین نے کافی منگوائی۔ ہمایوں فر نے پی۔ میری نے بھی شوہر کی تقلید
کی۔ سب کے اصرار سے ہمایوں فر نے پیانو بجایا۔ اور سب کے اصرار سے ایک
غزل گائی + ہمایوں فر کی آواز خداداد تھی۔ سب کو نہایت پسند آئی + ہمایوں فر
نے ترجمہ کیا۔ سب کے سب ہمایوں فر کی صحبت سے بہت خوش ہوئے۔ اور سب
رخصت ہوئے + دوسرے روز ہمایوں فر اور ماچسل کے نام حکم آگیا۔ کہ بمبئی کے
گورنر کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ کالج کے طلباء اور پرنسپل
صاحب کی طرف سے ڈنر دیا گیا۔ سر جون نے ایک پر تکلف ڈنر دیا۔ جس میں
بہت سے ذی شان جنٹلمین اور لیڈیاں مدعو تھیں۔ سب نے ہمایوں فر کا جام
صحت تجویز کرتے وقت دعائیں دیں۔ پرنسپل صاحب نے اسپیچ دی" صاحبو!
آج ہم لوگ مسٹر ہمایوں فر کو رخصت کرنے جمع ہوتے ہیں۔ مسٹر موصوف دس
سال میری نگرانی میں رہے۔ اور میری صلاح سے لندن آئے۔ میں ان سے نہایت
خوش ہوں۔ ایسا نیک مطیع اور فرمانبردار خوش خلق شاگرد شاید کسی استاد
کو نہیں ملے گا۔ ہمارے پیارے لڑکے نے اپنا پسندیدہ چال چلن اور تعریف
کے قابل لیاقت علم حاصل کر کے عمدہ اور قابل تقلید مثال اپنے ہم وطنوں کے

واسطے قایم کی ہے۔ انھوں نے اول سے لے کر اخیر تک ہر امتحان تعریف کے ساتھ پاس کیا۔ ۷ سال کی عمر سے وہ میری نگرانی میں ہیں۔ یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے۔ کہ لندن میں ایک ہندوستانی سول سروس کے امتحان میں اول نمبر ہو۔ صرف سول سروس ہی نہیں۔ بلکہ قانونی امتحان اور طبابت میں بھی نام پیدا کیا + آج تک کسی ہندوستانی نے اس قدر ڈگری حاصل نہیں کی تھی۔ علاوہ ان امتحانوں کے وہ فرنچ۔ جرمن لیٹن۔ عربی ترکی میں بھی اچھی لیاقت رکھتے ہیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ مسٹر ہمایوں فر جلد اعلیٰ ترین عہدے پر ممتاز ہوں گے۔ جس کے وہ ہر طرح مستحق اور قابل ہیں۔ مسٹر موصوف دہلی کے ایک معزز خاندان نواب صاحب کے فرزند ہیں۔ گورنمنٹ میں ان کا خاندان عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور شاہی زمانہ میں بھی اس خاندان کو عروج تھا۔ میں بہت دنوں تک ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے ان سے بخوبی واقف ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ مسٹر ہمایوں فر اپنے خاندان بلکہ تمام ہند میں سب سے بڑھ کر نام روشن کریں۔ ہم کو ان کی جدائی کا بڑا سخت صدمہ ہے۔ میں اور میری بیوی ہمیشہ ان کی جگہ خالی دیکھیں گے۔ میرا دل اس وقت بھر آیا ہے۔ اس لئے اپنی اور اپنی بیوی کی طرف سے اس دعا پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ کہ خدا ہمیشہ مسٹر اور مسز ہمایوں فر کو خوش وخرم رکھے۔ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کریں۔ اور ہمارے دوست سر جون ایلیٹ اور لیڈی ایلیٹ اپنے داماد سے خوش رہیں + اب سب صاحب ہمارے پیارے بچے ہمارے عزیز مسافر کا جام سلامتی نوش فرمائیں گے۔"

ہر طرف سے چیرز ہوئی۔ اس تقریر کے ختم ہونے پر ہمایوں فر نے کرسی سے کھڑے ہو کر حسب ذیل جواب دیا۔

"میرے معزز جنٹلمین۔ میری مہربان لیڈیوں۔ میں آپ سب کی تشریف آوری کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ مجھ ذرہ ناچیز کے واسطے ایسے ایسے قابل قدر لوگ جمع ہیں۔ میں اور میری بیوی تہ دل سے آپ سب صاحبوں

کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے معزز مہربان شفیق سچے خیر خواہ محسن اُستاد مسٹر نور ہین اور اُن کی لیڈی صاحبہ کا از حد ممنون و مشکور رہوں۔ اِن کے احسانات تا زیست نہ بھولوں گا۔ میں کوئی الفاظ ایسے نہیں پاتا۔ جن میں شکریہ ادا کرسکوں مجھے جس قدر کا میابی ہوئی ہے۔ میرے معزز استاد کی عمدہ تعلیم اور تربیت و کوشش کا نتیجہ ہے۔ جو کچھ ہوا صرف ان کی مہربانی اور کوشش سے ہوا۔ ورنہ میری کیا حقیقت تھی۔ اچھے اچھے کی عقل ڈگمگا جاتی ہے۔ میں سات سال کی عمر سے آج تک مسٹر موصوف کی نگرانی میں رہا۔ اِس لئے اِن سے باپ کی مانند محبت کرتا ہوں۔ اور انہوں نے بھی مثل فرزند کے مجھ سے سلوک کیا۔ اور محبت و شفقت سے پیش آئے۔ اِن کی لیڈی ہمیشہ مادرانہ برتاؤ کرتی رہیں۔ میں دس سال آپ لوگوں کے ملک میں رہا۔ تربیت پائی۔ علم حاصل کیا۔ آپ لوگوں نے اِس دس سال کے عرصے میں مجھ سے بہت اچھی طرح سلوک کیا۔ میں یورپ اور یورپین لوگوں کے اخلاق کو نہیں بھولوں گا۔ اور اپنی زندگی کا حصہ برٹش گورنمنٹ کی نمک حلالی اور خدمت گذاری میں گذاروں گا۔ ایک جان نثار وفادار خیر خواہ ملازم رہوں گا۔ اپنی ذات سے ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ اور آپ لوگوں کی محبت کو ہمیشہ یاد اور تازہ رکھوں گا + گو میں وطن جا رہا ہوں لیکن آپ صاحبوں سے جُدائی کا بہت بڑا رنج دل میں لئے جا رہا ہوں۔ اگر زندگی ہے۔ تو انشاء اللہ دوبارہ آپ لوگوں کی زیارت حاصل کروں گا + چونکہ رات زیادہ ہوئی ہے لہذا تکلیف کے خیال سے میں تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ خدا سب کو خوش و خرم رکھے۔ میں اور میری بیوی سب صاحبوں سے نہایت ادب کے ساتھ رخصتی سلام کہتے ہیں اور سب صاحبوں کا عموماً اور اپنے خسر صاحب کا اور اپنے استاد صاحب کا شکریہ خصوصیت سے ادا کرتے ہیں +

ڈنر کے بعد چند لیڈیوں نے پیانو بجایا۔ اِس کے بعد جلسہ برخاست ہوا + دوسرے روز مہاراجہ صاحب مع بیوی کے روانہ ہوگئے + اسٹیشن تک کوئی دو ڈھائی سو طلباء اور میری کے عزیز و اقارب۔ سرجون الیٹ کے احباب۔ پرنسپل

اور اُن کے دوست پہنچانے گئے۔ ریل کی سیٹی ہوئی۔ مائیکل بڑھا۔ ہمایوں فر۔ میری سب سے شیک ہینڈ کرتے ہوئے گاڑی پر سوار ہوگئے۔ پرنسپل۔ اُن کی بیوی۔ سرجن اور ان کی بیوی نے بوسہ دیا۔ گڈ بائی گڈ بائی کا شور ہوا۔ میری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ بہن۔ ماں۔ سہیلی سب کی آنکھیں پرنم تھیں ایسی رقت طاری ہوئی کہ ہمایوں فر تک کے آنسو جاری ہوگئے ۔ دوسری تیسری سیٹی ہوئی۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ہمایوں فر بیوی کو سہارا دیئے کھڑکی سے سر نکالے سب کو دیکھ رہے تھے۔ لوگ رومال ہلا رہے تھے۔ آناً فاناً میں ریل نظر سے غایب ہوگئی ۔ الغرض ریل کا سفر ختم ہوا۔ تو جہاز پر سوار ہوئے۔ جب ساحل سے جہاز دور ہوگیا تو میری کے دل کا عجب حال تھا۔ گورے گورے گالوں کی رنگت متغیر ہوئی جاتی تھی۔ باپ ماں بہن عزیز و اقارب یاد آتے تھے۔ برتھا کا بھی چہرہ اداس تھا۔ ہمایوں فر نے سمجھانا شروع کیا۔ کہ یہ کیا حالت تمہاری ہے۔ خدا نے چاہا تو اسی سال ہم تم کو لندن واپس لائیں گے۔ اور ہنسی خوشی والدین سے ملائیں گے۔ یہ سفر چند روزہ ہے۔ انشاءاللہ صبح شام داخل ہندوستان ہوں گے۔ اس وقت تمہاری پریشانی اور اشک افشانی نے میرے دل کے ساتھ وہ کیا۔ جو برق خرمن کے ساتھ کرتی ہے۔ خدا کے واسطے ہنسو بولو۔ مسٹر اور مسز مائیکل کو دیکھو تو کیسے خوش ہیں۔ مسز مائیکل بھی اول مرتبہ وطن سے جاتی ہیں ۔

میری نے جلدی سے شوہر کے خوش کرنے کی خاطر آنسو پونچھ ڈالے اور کہا۔ پیارے مہربان شوہر اس سے بڑھ کر کیا خوشی مجھے ہوگی۔ کہ تم ساتھ ہو۔ لیکن آخر دل ہی تو ہے۔ والدین اور وطن کی محبت یاد آ ہی جاتی ہے۔ اتنے میں مسٹر اور مسز مائیکل بھی آگئے۔ سب آپس میں باتیں کرنے لگے۔

الغرض جہاز کا سفر ختم ہوا۔ اور چھ بجے جہاز بمبئی کے بندر میں لنگر انداز ہوا ۔ مسافر اُترنے شروع ہوئے۔ چونکہ ہجوم زیادہ تھا۔ لہذا ہمایوں فر نے کہا۔ بھیڑ چھٹ جائے تب ہم لوگ اُتریں گے۔ لیڈیاں ساتھ ہیں۔ ڈیک کے اوپر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مسافر اُتر رہے تھے۔ کہ ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی

ہوئی دکھائی دی جس میں تین شخص نظر پڑے + ہمایوں فر نے عبدالکریم سے کہا " دیکھو تو کشتی پر مجھے ماموں جان - حامد نظر آتے ہیں - اور وہ حامد کی بغل میں کون صاحب ہیں - تمہارے صورت آشنا ہوں گے "+

عبدالکریم " حضور غلام کو بھی دور سے پہچان نہیں پڑتی - ایک زمانہ گذرا "+

اتنے میں کشتی قریب آگئی - اور سب جہاز پر چڑھ آئے عضنفر نے باآواز بلند کہا " ہمایوں فر - ہمایوں فر کہاں ہیں "+

حامد " دولھا بھائی وہ کیا سامنے کھڑے ہیں - آپ پہچان نہیں سکتے "+

عضنفر " اللہ! صورت کس قدر بدل گئی ہے - بالکل پہچان نہیں پڑتی "+

ہمایوں فر بھائی بھائی کرتے ہوئے گلے لگ گئے - ہمایوں فر کو چچا یاد آئے - بے اختیار آنسو نکل پڑے - اور کہنے لگے - میری آنکھیں چچا جان کو ڈھونڈتی ہیں + جب آنسو خشک ہوئے - تو سب کشتی پر سوار ہو کر کنارے پر آئے + ہمایوں فر کو روتا دیکھ کر مائیکل نے بیوی بہن کو اتارا عبدالکریم نے اسباب اتارا - سب خشکی پر آئے - تو مائیکل نے کہا " ہوٹل یہاں سے کس قدر دور ہے میں تو بالکل اجنبی ہوں "+ ہمایوں فر نے جواب دیا " میں اجنبی سے بدتر مجھ کو ہندوستان چھوڑے عرصہ گذرا + خیر سب کے سب گاڑی پر سوار ہوئے - اور کہا ہوٹل چلو "+

مائیکل مع لیڈیوں کے ایک گاڑی پر - ہمایوں فر وغیرہ دوسری پر - دم کے دم میں سب ہوٹل پہنچے + اسباب رکھا - منہ ہاتھ دھویا - کھانے سے فراغت پا کر اپنے اپنے کمرے میں گئے + دوسرے روز گورنر سے ملے - دونوں کو دو شہروں میں مقرر کیا - گورنر سرجون کے دوست تھے - انہوں نے خط لکھا تھا - اس لئے بڑی محبت سے پیش آئے - اور جلد ترقی کا وعدہ کیا +

وہاں سے واپس آ کر ہمایوں فر نے بیوی سے کہا " اگر تمہاری اجازت ہو تو والدین سے مل کر واپس آؤں - تم مسز و مسٹر مائیکل کے ساتھ چار دن یہیں ٹھیرو "+ بیوی نے کہا " ضرور جاؤ - ایک مدت کے بعد وطن آئے ہو - ابھی روانہ ہونا مناسب ہے "+ روانگی کا تار دیا - اور سب دہلی روانہ ہو گئے - گھر بھر میں

اور اُن کے دوست پہنچانے گئے۔ ریل کی سیٹی ہوئی۔ مائیکل برتھ۔ ہمایوں فر۔ میری سب سے شیک ہینڈ کرتے ہوئے گاڑی پر سوار ہو گئے۔ پرنسپل۔ اُن کی بیوی۔ سر جون اور ان کی بیوی نے بوسہ دیا۔ گڈ بائی گڈ بائی کا شور ہوا۔ میری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بہن۔ ماں سہیلی سب کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ ایسی رقت طاری ہوئی کہ ہمایوں فرنگ کے آنسو جاری ہو گئے۔ دوسری تیسری سیٹی ہوئی۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ہمایوں فر بیوی کو سہارا دیئے کھڑکی سے سر نکالے سب کو دیکھ رہے تھے۔ لوگ رومال ہلا رہے تھے۔ آناً فاناً میں ریل نظر سے غائب ہو گئی۔ الغرض ریل کا سفر ختم ہوا۔ تو جہاز پر سوار ہوئے۔ جب ساحل سے جہاز دور ہو گیا تو میری کے دل کا عجب حال تھا۔ گورے گورے گالوں کی رنگت متغیر ہوئی جاتی تھی۔ باپ ماں بہن عزیز و اقارب یاد آتے تھے۔ برتھ کا بھی چہرہ اُداس تھا۔ ہمایوں فر نے سمجھانا شروع کیا۔ کہ یہ کیا حالت تمہاری ہے۔ خدا نے چاہا تو اسی سال ہم تم کو لندن واپس لائیں گے۔ اور ہنسی خوشی والدین سے ملائیں گے۔ یہ سفر چند روزہ ہے۔ انشاء اللہ صبح شام داخل ہندوستان ہوں گے۔ اِس وقت تمہاری پریشانی اور اشک افشانی نے میرے دل کے ساتھ وہ کیا۔ جو برق خرمن کے ساتھ کرتی ہے۔ خدا کے واسطے ہنسو بولو۔ مسٹر اور مسز مائیکل کو دیکھو تو کیسے خوش ہیں۔ مسز مائیکل بھی اول مرتبہ وطن سے جاتی ہیں۔

میری نے جلدی سے شوہر کے خوش کرنے کی خاطر آنسو پونچھ ڈالے اور کہا۔ "پیارے مہربان شوہر اس سے بڑھ کر کیا خوشی مجھے ہوگی۔ کہ تم ساتھ ہو۔ لیکن آخر دل ہی تو ہے۔ والدین اور وطن کی محبت یاد آ ہی جاتی ہے۔" اتنے میں مسٹر اور مسز مائیکل بھی آ گئے۔ سب آپس میں باتیں کرنے لگے۔

الغرض جہاز کا سفر ختم ہوا۔ اور چھ بجے جہاز بمبئی کے بندر میں لنگر انداز ہوا۔ مسافر اُترنے شروع ہوئے۔ چونکہ ہجوم زیادہ تھا۔ لہذا ہمایوں فر نے کہا۔ "بھیڑ چھٹ جائے تب ہم لوگ اُتریں گے۔ لیڈیاں ساتھ ہیں۔" ڈیک کے اوپر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مسافر اُتر رہے تھے۔ کہ ایک کشتی جہاز کی طرف آتی ہوئی

ہوئی دکھائی دی جس میں تین شخص نظر پڑے + ہمایوں فر نے عبد الکریم سے کہا " دیکھو تو کشتی پر مجھے ماموں جان ۔ حامد نظر آتے ہیں ۔ اور وہ حامد کی بغل میں کون صاحب ہیں ۔ تمہارے صورت آشنا ہوں گے "

عبد الکریم " حضور غلام کو بھی دور سے پہچان نہیں پڑتی ۔ ایک زمانہ گذرا "

اتنے میں کشتی قریب آ لگی ۔ اور سب جہاز پر چڑھ آئے غضنفر نے بآواز بلند کہا " ہمایوں فر ۔ ہمایوں فر کہاں ہیں "

حامد " دولھا بھائی وہ کیا سامنے کھڑے ہیں ۔ آپ پہچان نہیں سکتے "

غضنفر " اللہ اصورت کس قدر بدل گئی ہے ۔ بالکل پہچان نہیں پڑتی "

ہمایوں فر بھائی بھائی کرتے ہوئے گلے لگ گئے ۔ ہمایوں فر کو چچا یاد آئے ۔ بے اختیار آنسو نکل پڑے ۔ اور کہنے لگے ۔ میری آنکھیں چچا جان کو ڈھونڈتی ہیں + جب آنسو خشک ہوئے ۔ تو سب کشتی پر سوار ہو کر کنارے پر آئے + ہمایوں فر کو روتا دیکھ کر مائیکل نے بیوی بہن کو اُتارا ۔ عبد الکریم نے اسباب اُتارا ۔ سب خشکی پر آئے ۔ تو مائیکل نے کہا " ہوٹل یہاں سے کس قدر دور ہے میں تو بالکل اجنبی ہوں " ہمایوں فر نے جواب دیا " میں اجنبی سے بدتر مجھ کو ہندوستان چھوڑے عرصہ گذرا + خیر سب کے سب گاڑی پر سوار ہوئے ۔ اور کہا ہوٹل چلو "

مائیکل مع لیڈیوں کے ایک گاڑی پر ۔ ہمایوں فر وغیرہ دوسری پر ۔ دم کے دم میں سب ہوٹل پہنچے اسباب رکھا ۔ منہ ہاتھ دھویا ۔ کھانے سے فراغت پا کر اپنے اپنے کمرے میں گئے + دوسرے روز گورنر سے ملے ۔ دونوں کو دو شہروں میں مقرر کیا ۔ گورنر سر جون کے دوست تھے ۔ انہوں نے خط لکھا تھا ۔ اس لئے بڑی محبت سے پیش آئے ۔ اور جلد ترقی کا وعدہ کیا +

وہاں سے واپس آ کر ہمایوں فر نے بیوی سے کہا " اگر تمہاری اجازت ہو تو والدین سے مل کر واپس آؤں ۔ تم مسز و مسٹر مائیکل کے ساتھ چار دن یہیں ٹھیرو " بیوی نے کہا " ضرور جاؤ ۔ ایک مدت کے بعد وطن آئے ہو ۔ ابھی روانہ ہونا مناسب ہے " روانگی کا تار دیا ۔ اور سب دہلی روانہ ہو گئے ۔ گھر بھر میں

کھلبلی مچ گئی۔ عابدہ بیگم کی باچھیں کھل گئیں۔ سجدہ شکر بجالائیں۔ برادری کنبے عزیز واقارب جمع ہوگئے۔ ریل کا وقت قریب آچلا تھا۔ اتنے میں گاڑی گڑگڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔ دس برس کے بعد ہمایوں فر اپنے گھر آئے۔ ہر طرف مبارک سلامت ہونے لگی۔ باپ کے قدمبوس ہوئے۔ ڈیوڑھی پر ماں بہن بھاوج وغیرہ بے قرار کھڑی تھیں۔ ماں نے دوڑ کر سینے سے لگایا۔ پیار کیا۔ فرط طرب سے آنسو نکل پڑے مامانی پھوپی۔ بہن بھاوج نے بلائیں لیں۔ ہمایوں فر نے کسی کو پہچانا کسی کو نہ پہچانا۔ مگر دونو ہاتھوں سے سلام کرکے جاتے تھے۔ دس برس کا عرصہ کچھ کم عرصہ نہیں ہے۔ مریم کو بچہ دیکھ کر گئے تھے۔ اب وہ جوان خوب صورت لڑکی تھی۔ قمر آرا کے یہاں ایک لڑکی جہاں آرا اور شبیر خوار بچہ جہانگیر پیدا ہوا تھا۔

دو گھنٹے تک ہمایوں فر اندر رہے۔ شور وغل سے گھبرا گئے۔ لیکن خاموش تھے۔ شام کو سب مہمان رخصت ہوئے رات کو کھانا کھا کر سب سو رہے۔ ہمایوں فر کو ماں نے اپنے قریب سلایا۔ خود دوسرے پلنگ پر سو رہی۔ بلکہ تمام رات خوشی سے بیگم کی آنکھ نہ لگی۔ وہ بار بار بیٹے کو دیکھتی اور دل ہی دل میں خوش ہو ہو کر سجدہ شکر ادا کرتی تھی۔ دوسرے روز غضنفر نے عبدالکریم سے دریافت کیا۔ کہ "دونوں خوب صورت عورتیں کون تھیں۔ بہت بے تکلف معلوم ہوتی تھیں"۔

عبدالکریم: "حضور وہ گلابی پوشاک والی ہمارے حضور کی بیوی ہیں۔ اور دوسری میم صاحب کی بھاوج۔ وہ انگریز بھائی ہے سولین ہے۔ میم صاحب بڑی رئیس زادی ہیں سر جون ایسٹ کی لڑکی"۔

غضنفر: "ایں ہمایوں فر نے شادی کرلی"۔

الغرض غضنفر نے بیوی اور حامد سے کہا۔ بھاوج نے دیور کو بلایا۔

ہمایوں فر: "بندگی۔ بھائی آپ نے مجھے یاد فرمایا معاف کرنا دیر ہوگئی۔ میں ابھی سیدھا چچا مرحوم کے مقبرے سے آرہا ہوں"۔

بھاوج: "(مسکرا کر) بیٹھئے صاحب مجھے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے"۔

ہمایوں فر: "(بیٹھ کر) فرمائیے میں حاضر ہوں"۔

بھاوج: "ہم نے سُنا دو فرنگنیں ساتھ آئی ہیں۔ دونوں کم سن۔ دونوں رشکِ مہرو ماہ۔ آخر کون ہیں؟ جب اتنے بڑے سفر میں ساتھ آئیں۔ گھر بار چھوڑا تو دال میں کالا ضرور ہے اگر ان دونوں کو بیاہ لائے ہو تو بڑا اسِتم ڈھایا ہے۔ اگر شادی نہیں ہوئی تو یہاں کیا کرنے لائے؟ افسوس بھائی تم اور دو دو کو ایک دم سے بیاہو۔ اور ہم کو خبر تک نہ ہو۔ کہو تو ماجرا کیا ہے؟"

ہمایوں فر: (مسکرا کر۔) بھابی وہ موقع ہی ایسا تھا۔ ورنہ ضرور خبر دیتا۔"

بھاوج: "ایں تو کیا شادی ہو گئی؟ سچ کہنا"

ہمایوں فر: "مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ دونوں میری بیویاں نہیں۔ انگلستان میں کوئی دو بیویاں نہیں کرتے۔ ایک میری بیوی ہیں۔ دوسری اُن کی بھاوج ہیں۔"

بھاوج: "آخر یہ آپ کو سوجھی کیا؟ گھر میں دُلہن موجود ہے۔"

ہمایوں فر: "کیا امی جان نے کہیں اور نسبت کی تھی؟"

بھاوج: "کہیں اور نسبت کیسی؟" ہمایوں فر: "ایک مرتبہ گڑیا گڈے کا کھیل ہو گیا۔ اب میں بار بار ایسا کر نہیں سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اپنی پسند سے شادی کر لی۔" بھاوج: "چچا مرحوم کا خیال نہ ہوا۔" ہمایوں فر: "اُن کا تو میں رہین منت بیکراں ہوں۔ اُنھوں نے مجھے آدمی بنایا۔ تعلیم تربیت دی۔ اُن کے احسان سے گردن اُٹھانے کی میری مجال ہے؟"

بھاوج: "لیکن چچی ضدی طبیعت کی ہیں۔ یونہی ان کو لڑکی بیاہنا منظور نہ تھا۔ اور اب تو معقول بہانہ ہاتھ آیا۔ کہ سوکن موجود ہے۔"

ہمایوں فر: "اس میں رنج کی کیا بات اگر انھوں نے اپنی مرضی سے لڑکی بیاہی۔ ہم لوگوں کو ہنسی خوشی سے اُن سے ملنا چاہئے۔ ان کی دل شکنی مناسب نہیں۔ مجھے چچا جان کی بیوہ اور یتیم سے دلی ہمدردی ہے۔ خدا غریب لڑکی کو خوش و خرم رکھے۔ وہ لڑکا جس سے روشنک کی شادی ہوئی تعلیم یافتہ ہے یا جاہل؟ میں اُس سے کہاں مل سکتا ہوں؟"

بھاوج: (ہنس کر۔) "کیسی باتیں کرتے ہو؟ صاحب ہوش کی دوا کرو۔ لندن کی آب

ہوا نے دشمنوں کو دیوانہ بنا دیا۔ بے پر کی اُڑانے لگے"!
ہمایوں فر" کیوں کیوں بھابی صاحبہ خیر تو ہے۔ ہم نے کونسی ایسی بات کہی؟"
بھاوج" اب مجھے آپ کے دیوانہ پن میں شک نہیں رہا"۔
ہمایوں فر" اور میں آپ کی رمز کو نہیں سمجھا"۔
بھاوج" کیونکر سمجھو میں۔ بےچاری ہندوستانی۔ اور آپ ہوئے ولایت کے صاحب بہادر۔ ہماری باتیں کیونکر سمجھ میں آئیں گی بھلا"؟
ہمایوں فر" جی نہیں میں یہ کب کہتا ہوں۔ آپ صاف صاف فرمائیے"۔
بھاوج" واہ صاحب روشنک کی شادی کیسی۔ دولھا صاحب لندن میں اور دلہن ہندوستان میں۔ شادی کیونکر ہوئی؟ روشنک کے دولھا سے آپ ملنے چلے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ جاہل ہے یا تعلیم یافتہ! مجھے تو بے اختیار ہنسی آتی ہے"۔
ہمایوں فر" (تعجب سے) ایں اب تک شادی نہیں ہوئی؟ چھ مہینے کا عرصہ ہوا۔ پھچی نے مجھے لکھا تھا۔ اور امی جان کا خط بھی مجھے دو ماہ ہوئے ملا تھا۔ جس میں صاف لکھا تھا۔ کہ شادی ہوگئی"۔ بھاوج "خوب۔ یک نہ شد دو شد۔ اور اچھی ہوئی خط کس نے لکھا"؟ ہمایوں فر" ٹھہریئے میں ابھی آیا۔ میرے بیگ میں خط موجود ہے ایک نہیں تین تین خط موجود ہیں"۔
یہ کہہ کر ہمایوں باہر گئے۔ خط لے کر فوراً بھاوج کے پاس آئے۔ قمر آرا نے خط پڑھا۔ اور کہا" واہ اچھی دل لگی کی! میں بھی کہوں کہ یا الٰہی یہ کیا کہتے ہیں دیکھو اب کیا ہوتا ہے جب سے چچا نے انتقال کیا ہے۔ گھر کی کایا پلٹ گئی۔ نقی مرزا اور اُن کے لڑکے لاڈلے مرزا سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ ہمارے یہاں کا آنا جانا بالکل ترک ہے۔ نکاح کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ اور لاڈلے مرزا سے عقد کرنا مقصود ہے۔ پھوپی اماں نے کہلا بھیجا تھا۔ کہ اب رخصتی کی رسم جلد ہوگی۔ ہمایوں فر لندن سے روانہ ہوگئے ہیں۔ مریم اور ہمایوں فر کی شادی ساتھ ہی ہوگی۔ لیکن انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم ہرگز لڑکی نہ دیں گے۔ چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے"۔

ہمایوں فرؔ: خیر یوں ہی سہی۔ ان کو اختیار ہے۔ ان پر جبر کرنا مناسب نہیں۔ نا رضامندی کی شادی اچھی نہیں ہوتی۔ مجھے بھی شکر کرنا چاہئے۔ کہ انہوں نے خود انکار کر دیا۔ اور اب تو ہم نے شادی کر لی۔ میرا یہ منشا ہے کہ چچا کی لڑکی خوش وخرم رہے۔ ہم بہت خوشی سے اس کی شادی میں شریک ہونے کو تیار رہیں۔ امی جان کو بھی سمجھا دیجئے۔ کیوں آپس میں فساد بڑھائیں اور رنجش ہو"

بھاوج: "صحیح ہے! لیکن شریفوں میں منگنی چھوٹتی نہیں۔ اور یہ تو نکاح ہو چکا ہے۔ لوگ کیا کہیں گے؟ بڑی ذلت ہوگی"

ہمایوں فرؔ: واہیات باتیں ہیں۔ ذلت اور رسوائی کیسی بچپن میں نکاح ہوا جو ایک کھیل تھا مجھے بھی بھلے برے کی تمیز نہ تھی۔ اور اس بچاری کو بھی ہوش نہ تھا غضب خدا کا کہ اس جرم میں اب وہ بے چاری لڑکی کسی سے بیاہی نہ جائے۔ اگر از روئے شریعت نکاح نہ ہو۔ تو میں طلاق نامہ لکھ دوں۔ اس میں دلہن کے واسطے برائی نہیں ہے۔ اور نہ وہ میرے مزاج صورت سے واقف ہے۔ اس لئے نہ اس کو رنج ہوگا۔ اور نہ مجھے کچھ خیال ہوگا۔ کیونکہ خدا اور رسول نے مرد اور عورت دونوں کو ایجاب وقبول کا حکم دیا ہے۔ میں نے مصر اور قسطنطنیہ میں دیکھا۔ ایسی لغو اور فضول رسمیں کہیں نہیں پائیں + وہ لوگ دونوں کی رضامندی سے نکاح کرتے ہیں۔ طلاق بھی حکم خدا اور رسول ہے۔ اس میں شرم اور ذلت کی کیا بات ہے؟ شادی بیاہ کا معاملہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ اچھی طرح سمجھ بوجھ کر کرنا چاہئے + ہمارے یہاں کی شادی بیاہ کی رسمیں بہت بری ہیں"

بھاوج: "ہر ملکے ہر رسمے"

اتنے میں بہار النساء بیگم جو پردے کی آڑ سے سب باتیں سن رہی تھیں آئیں اور کہا "شاباش کیوں نہ ہو۔ ہندوستانی عورت تمہارے قابل نہیں۔ میم سے بیاہ کیا نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری۔ اور رنگ بھی چوکھا ہوا۔ تم سویلین بیرسٹر۔ خدا جانے کیا کیا خاک دھول ہو کر آئے ہو۔ اور اپنے ساتھ ایک بلا لگا لائے۔ ٹھیرو

جلد آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ میم کا لانا کیا منہ کا نوالہ ہے؟ وہ تم کو ناکوں چنے چبواتی ہو تو سہی"۔ بھاوج "یہ ہیں بھی تو گورے چٹے + عین بین ولایتی صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ صاحب بہادر کا جوڑ میم صاحب سے ٹھیک ہوا۔ دونوں فٹن پر ہوا کھائیں گے"۔ بہار النساء بیگم "نوج میم کی صورت پر سفید سی پھرا ہوا رنگ سن کی طرح بال۔ گٹ پٹ بولی۔ سر پر ایک ٹوکرا سی ٹوپی۔ صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل"!

الغرض یہ خبر مشہور ہوگئی۔ عالیہ بیگم اور صالحہ بیگم تو خاموش ہو رہیں۔ لیکن نواب صاحب نے جب سُنا۔ غصے سے سُرخ ہو گئے۔ نیلے پیلے ہونے لگے۔ بہت ہی بگڑے۔ ہزار دں فضیحت کی۔ ہمایوں فرخاموش سر جھکائے سب کی سُنتے تھے۔ لیکن آنکھیں چار نہیں کرتے تھے۔ قمر آرا نے وہ تمام خطوط سب کے آگے ڈال دیئے۔ غضنفر نے کہا "یہ کارستانی نقی مرزا صاحب کی ہے"+ عالیہ بیگم نے کہا "اور ہماری طرف سے کس نے لکھا"؟ غضنفر نے کہا "وہی ذات شریف ہیں"۔

الغرض تیسرے روز ہمایوں فر سب سے رخصت ہو کر بمبئی گئے۔ اور یہاں سے بیوی کو ساتھ لے کر نوکری کا چارج لیا + ایک بنگلہ کرایہ پر لیا۔ اور رہنے لگے + چونکہ عبد الکریم بہت اچھی انگریزی جانتا تھا۔ لہذا میم صاحب نے اس کو نوکروں کا سردار کیا۔ اور رہنے لگے + ہمایوں فر اکثر دو چار دن کے واسطے دہلی آتے اور والدین سے مل کر چاتے۔ لیکن نواب صاحب بیٹے پر سخت ناراض تھے + ہر چند ہمایوں فر نے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ اشرف علی بھانجے کو بہت چاہتے تھے۔ اور ان کے مزاج میں انگریزیت بھی تھی۔ وہ حیدر آباد میں کچھ دن رہے تھے۔ اس لئے ان کو ہمایوں فر کی بیوی سے تعصب نہ تھا۔ وہ گئے بھی تھے میم صاحب نے ان کی بڑی خاطر بھی کی۔

دوسرے سال ہمایوں فر سر جون کی سفارش اور اپنی لیاقت کی وجہ سے مجسٹریٹ ہو گئے + مریم کی منگنی حامد سے ہو گئی تھی۔ ہمایوں فر کا انتظار تھا۔ جب ہمایوں فر آ گئے۔ اور حسینی بیگم اپنی ضد پر قایم رہیں۔ ان کو ذرہ ذرہ خبر ملتی تھی۔ جب ہمایوں کی رائے

معلوم ہوگئی تو اُور بھی اپنی ضد پر مضبوط ہوگئیں۔ اور ہمایوں تو شادی کر ہی چکے تھے۔ اِن کی طرف سے بھی ڈھیل ہوئی۔ نواب صاحب کو سخت رنج تھا۔ اور ندامت تھی۔ کہ ہماری بہو بھتیجی دوسرے سے بیاہی جائے تو غضب ہے + جیتنی بیگم اڑی ہوئی لڑکے نے شادی کر لی۔ طلاق نامہ دینے پر طیار رہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو ہم مُنہ دِکھانے کے قابل نہ رہیں گے + وہ انہیں خیالات میں تھے۔ کہ اشرف علی اور صالحہ بیگم نے حامد کی شادی کے تقاضے شروع کر دیئے + آخر تاریخ مقرر ہوئی۔ نواب صاحب نے تو غصے سے بیٹے کو نہیں لکھا۔ لیکن حامد اور اشرف علی نے لکھا تو دس دِن کی رخصت لے کر آئے + مریم کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی + ہمایوں فر نے بہن کو ایک جڑاؤ ہار دیا۔ بیگم صاحبہ نے حامد کے نام ایک پارسل بھیجا جس میں دولہا دُلہن دونوں کے واسطے دو انگشتریاں تحفہ تھیں + حامد نے شکریہ ادا کیا۔ حامد اور قمر آرا نے ہمایوں فر کو سمجھایا۔ کہ خیر آپ نے شادی کر لی تو کیا ہوا۔ آزوشنگ بھی بیاہ لیں"

ہمایوں فر: "گو ہمارے یہاں چار تک نکاح جائز ہیں۔ لیکن کوئی سمجھدار آدمی جسے ذرا بھی عقل ہے۔ اپنی بھلی چنگی جان کو اس مخمصے میں نہ پھنسائے گا"

حامد: "مجبوری میں کیا مضائقہ؟"

ہمایوں فر: "ایسی بھی کیا مجبوری۔ اور اگر ہو بھی تو مجھے دو بیبیاں منظور نہیں۔ دو شادیوں کی بُرائیوں کا خیال کرنے سے دِل کانپ اُٹھتا ہے اپنی اور بیوی دونوں بلکہ تینوں کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ ایسا عقل کا دشمن کون ہو گا۔ کہ اپنی جان کو روگ لگائے گا؟"

حامد: "بعض اوقات مرض میں مبتلا ہو کر ہاتھ پاؤں کٹوانا پڑتا ہے۔ اِس وقت آپ کو بھی ویسی ہی صورت درپیش ہے"

ہمایوں فر: "ہاتھ پاؤں نہیں اگر سر بھی کام آئے تو مجھے کٹوانا منظور ہے لیکن دیدہ دانستہ اس بَلا میں نہ پڑوں گا صاحب"

حامد: "مسز ہمایوں فر کو خبر نہ ہوگی۔ اِس بات کا آپ خوف نہ کریں۔ پوشیدہ طور

سے ہو جائے گی۔"

ہمایوں فر" چہ خوش۔ یہ تو اس سے بھی بڑھ کر کہی۔ میں جھوٹا فریب باز بن کر زندگی بسر کروں۔ لطف ہے ہماری انسانیت پر۔ اس بے چاری کو نکاح میں لا کر اس سے دغا کروں؟ اس نے ہماری خاطر اپنا پرایا سب چھوڑ دیا۔ وہیں بدیس پھری رنج و راحت کی شریک رہی۔ وہ سچے دل سے محبت کرے۔ ہماری خوشی کو مقدم رکھے۔ اور ہم اس سے چوری شادی کر لیں؟ اچھی صلاح دی۔ تم نے پانچ سال لندن میں رہ کر بھاڑ جھونکا۔ مجھے تمہاری عقل پر افسوس آتا ہے" حامد" آخر بیچاری روشنک کا کیا حشر ہوگا؟"

ہمایوں فر" ہمارا بس چلتا تو ہم اس کی کسی تعلیم یافتہ سے شادی کر دیتے"

حامد" پھوپھا جان سخت ناراض ہیں۔ ورنہ ان کی ماں کی تو دلی تمنا یہی ہے"

ہمایوں فر" چچی حق پر ہیں۔ اور ابا جان پرانے زمانے کے دستور کو برتتے ہیں۔ ورنہ خدا اور رسول نے کہیں منع نہیں کیا۔ میں اگر طلاق نامہ دیتا ہوں تو ابا جان خود کشی کرتے ہیں۔ اور خاموش رہتا ہوں تو چچی اور اس لڑکی پر ظلم ہوتا ہے" گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل + فرض کرو اگر میں دو بیبیاں کرنے پر آمادہ ہو جاؤں تو کیا چچی بخوشی بیاہ دیں گی۔ جب کہ شروع سے ہی وہ ناراض تھیں۔ اور اب تک ہیں۔ خیر اگر ناخوش ہوں اور ابا جان جبر کریں تو ممکن ہے۔ کیونکہ نکاح ہو چکا ہے لیکن بے چاری بیوہ پر ظلم کرنے سے حاصل نتیجہ کیا ہوگا؟ تم نے وہ خط جو ہمارے نام لندن بھیجا گیا تھا شاید غور سے نہیں پڑھا۔ انہوں نے صاف لکھا ہے۔ کہ اگر تمہاری طرف سے جبر ہوا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ اور لڑکی کو زہر دے دوں گی۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر انہوں نے اپنا قول پورا کیا تو کیسی خرابی ہوگی۔ کیا میں پیارے چچا کی اکلوتی بیٹی کا قاتل بنوں۔ میں ظالم۔ خونی محسن کش بنوں؟ اسی خیال نے مجھے شادی کرنے پر مجبور کیا۔ ورنہ اس قدر جلدی کیا تھی۔ میں ہرگز غیر قوم کی عورت سے بیاہ نہ کرتا۔ ابا جان کی ناراضی سے مجھے سخت صدمہ ہے۔ لیکن بتاؤ تو میں کیونکر ان کو خوش کر سکتا ہوں؟ میرے امکان میں کیا

ہے ؟

حامد:۔ آپ کہتے تو صحیح ہیں لیکن پھوپھا جان اپنی ضد پر قایم رہیں گے۔"

ہمایوں فر:۔ "پھر تو خدا ہی خیر کرے۔" قمر آرا:۔ "سنئیے صاحب جو ہونا تھا سو ہو گیا اور اب جو اللہ کو منظور رہے ہو گا۔ لیکن واسطے خدا کے کہیں طلاق نامہ نہ لکھ دینا۔ ابا نہیں ہزار خط وہ لکھیں۔ تو جواب نہ دینا۔ ورنہ قیامت ہو جائے گی۔ سارے کنبے کی ناک کٹے گی۔ پھوپی اماں پھوپھا جان۔ جان پر ضرور کھیل جائیں گے۔ وہ یہ ذلت ہرگز ہرگز گوارا نہ کریں گے۔ خبردار ایسی حرکت نہ کرنا۔ خدا پر چھوڑ دو۔ کوئی صورت وہ نکال ہی دے گا۔"

ہمایوں فر۔ نہیں میں ایسا نہ کروں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔ اگر کوئی خط ہمارے نام آیا۔ تو میں آپ کو بھیج دوں گا۔ خدا ابا جان کو راہ راست پر لائے۔"

رخصت ختم ہونے پر ہمایوں فر چلے گئے۔ اب سنئیے کہ ہمایوں فر مجسٹریٹ سے ڈسٹرکٹ جج ہوئے۔ اپنی خواہش سے تبدیلی کرائی۔ دو سال گذر گئے۔ تو مبری کو سر جون نے بلایا۔ ہمایوں فر نے لکھا۔ مجھے عذر نہیں۔ لیکن صرف دو ماہ کی مجھے رخصت مل سکتی ہے۔ عذر معقول تھا۔ سر جون مع لیڈی صاحبہ کے ہندوستان آئے۔ ہمایوں فر نے بڑی خاطر تواضع کی۔ دو ماہ ہمایوں فر کے یہاں اور دو ماہ نائیکل کے ساتھ رہے۔ ان کی سفارش سے ہمایوں فر بمبئی ہائیکورٹ کے جج دو ہی سال کے اندر مقرر ہو گئے۔ چھٹے مہینے گورنر جنرل بہادر جو سر جون کے کلاس فرنڈ تھے۔ لندن سے ہندوستان وایسرائے مقرر ہو کر آئے۔ اور ہمایوں فر کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔ ہمایوں فر اپنی لیاقت کی وجہ سے مشہور ہو چکے تھے۔ لندن کے مشہور مشہور اخباروں میں ان کے مضمون تعریف کے ساتھ چھپتے تھے۔ جرمن اور فرانس کے اخباروں میں بھی ان کے مضمون چھپتے تھے۔ کئی کتابیں بھی تصنیف کی تھیں۔ ادب۔ اخلاق۔ انصاف سے کل کام بہت ہی پسندیدہ تھے۔ گورنر جنرل بہادر کو ہمایوں فر کی حسن خدمات پسند آئیں انہوں اپنا ممبر مقرر کیا۔ چھ ہزار تنخواہ۔ اور دہلی آئے۔ یہ خبر اشرف علی نے ہمایوں فر

کے والدین کو سنائی۔

اشرف "ہمایوں فرنے بڑی ترقی کی ہے"

عالیہ بیگم "شکر ہے۔ ہزار شکر ہے۔ میرا بچہ اب اپنے شہر میں آیا۔ ورنہ دو ڈھائی سال ہوئے ولایت سے آیا ہے۔ اور میں اس کی صورت دیکھنے کو ترس گئی"

نواب صاحب "کیا اس کی تبدیلی دہلی میں ہوئی؟"

اشرف "تبدیل نہیں۔ وہ قانونی ممبر مقرر ہوئے ہیں۔ چھ ہزار تنخواہ ہوئی ہر طرف واہ واہ ہو رہی ہے" نواب صاحب "خاک ہو رہی ہے۔ آپ کیوں نہ تعریف کریں گے صاحب۔ وہ تو آپ ہی کا ہم خیال ہے"

اشرف "آپ کو خوشی نہیں۔ کہ لڑکے نے اتنی عزت پائی؟"

نواب صاحب "جی نہیں۔ اس نے ہماری عزت خاک میں ملا دی۔ خاندان بھر کا نام ڈبو دیا۔ میری سفید داڑھی میں سیاہی مل دی۔ میں تو اس دن کو روتا ہوں جس دن وہ ولایت گیا تھا۔ جعفر نے جیسا کیا ویسا پایا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو کیسا خوش ہوتا" اشرف "اگر وہ زندہ رہتے۔ تو ایسا کیوں ہوتا۔ ان کی موت نے یہ تفرقہ ڈالا۔ آخر کیا مضایقہ ہے صاحب ہمارے یہاں چار نکاح تک جائز ہیں۔ آپ کسی طرح چھوٹی بیگم کو راضی کریں۔ تو پھر میں ہمایوں فر کا ذمہ لیتا ہوں۔ ورنہ خواہ مخواہ بے چارے کو ملزم ٹھیرانا مناسب نہیں۔ ساری کارستانی تو چھوٹی بیگم کی ہے۔ خدا بُرے سے پالا نہ ڈالے۔ پناہ بخدا جاہل اجہل ضدی عورت فقط شوہر ہی کی نہیں بلکہ سارے کنبے کی بلائے جان بن جاتی ہے" میں اُس دن کو روتا ہوں جس دن ہمایوں فر کا نکاح ہوا تھا۔ اس وقت تو بھائی جعفر کے خیال سے میں خاموش رہا۔ اب پچھتا رہا ہوں۔ یہ کیا معلوم تھا۔ کہ وہ اس قدر جلد چل بسیں گے۔ اور نہ یہ خرابی ہوگی"

عالیہ بیگم "اور کیا میں پہلے ہی سے نہ کہتی تھی۔ کہ خدا خیر کرے۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ چھوٹی بیگم کے سر پر تو جن سوار ہے۔ میں تو اس دن گئی۔ منت کی۔ ہاتھ جوڑے۔ جس قدر میں خوشامد کرتی تھی۔ وہ اور چراغ پا ہوتی تھیں۔ انہوں نے صاف

کہہ دیا کہ ہم نہ مانیں گے۔ آپ لوگ بذریعہ عدالت کے اگر ہو سکے تو ہم پر جبر کرائیں ہم نے کچی گولی نہیں کھیلی۔ یا تو میں اپنا اور لڑکی کا خون ایک کر دوں گی۔ زہر دونگی یا لاڈلے سے شادی کروں گی۔ اور ضرور کروں گی۔ میں اپنا سا منہ لے کے چلی آئی۔ ان سے جیت پانا سہل امر نہیں ہے"۔

نواب صاحب "کس مصیبت میں جان ہے۔ یا تو میں ایک روز خودکشی کروں گا۔ یا کسی طرف کو نکل جاؤں گا"۔

اشرف علی "آپ خود ایک مرتبہ سمجھائیں شاید مان جائیں"۔

نواب صاحب "چلو صاحب کل ہی سہی۔ آپ بھی ساتھ چلیں"۔

عالیہ بیگم "وہ مان چکیں۔ اُن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ وہ ہارے مانتی ہیں نہ جیتے"۔

اشرف "ان سے بڑھ کر تقی مرزا گرگ باراں دیدہ ہیں۔ یہ حضرت ایک ہی ذات شریف ہیں۔ سارے کانٹے اِن کے بوئے ہوئے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ دونوں بھائی بہن اپنی ضد پوری کر کے رہیں گے"۔

یہ کہہ کر اشرف علی رخصت ہوئے۔ دوسرے روز ہمایوں فردہلی پہنچے۔ ایک عالی شان کوٹھی کرایہ پر لی اور مع میم صاحب کے رہنے لگے۔ اکثر نواب اشرف علی۔ حامد ان کے یہاں جانے لگے۔ میم صاحب نے حامد سے کہا۔ کہ مجھے مسز حامد سے ملنے کی تمنا ہے۔ حامد نے گھر میں ذکر کیا۔ صالحہ بیگم حیدرآباد میں رہ چکی تھیں۔ اکثر میموں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اشرف لبرل خیالات کے شخص تھے۔ حامد لندن کے تعلیم یافتہ۔ مریم بھی تعلیم یافتہ تھیں۔ اور وہ فارسی کے سوا مس صاحبہ سے صالحہ بیگم۔ اشرف علی ضد سے کسی قدر انگریزی بھی پڑھی تھی۔ سب ایک ہی خیالات رکھتے تھے۔ سب کی رائے ہوئی۔ کہ میم صاحب کو بلانا مناسب ہے۔ حامد نے صالحہ بیگم کی طرف سے فوراً خط لکھا۔ گھنٹے بھر میں جواب آگیا۔ کہ میں ۵ بجے بسر و چشم حاضر خدمت ہوتی ہوں"۔

صالحہ بیگم نے قمر آرا کو بلا بھیجا۔ لیکن یہ خبر عالیہ بیگم اور نواب صاحب کو نہ ہوئی۔ کہ میم آتی ہے + صالحہ بیگم مع بہو بیٹیوں کے منتظر تھیں۔ کہ گاڑی پھاٹک کے اندر داخل ہوئی۔ ہمایوں فر مع میم صاحب کے اندر آئے۔ حامد ہمراہ تھے۔ زینہ پر بیگمات نے استقبال کیا۔ میم صاحب نے خندہ پیشانی سے ہندوستانی دستور کے موافق بندگی کی۔ پھر مصافحہ کیا + بیگمات بڑی خوشی سے ملیں۔ بیگمات نے میم صاحب کے حسن و جمال کو سراہا۔ وضع پر جو نظر ڈالی تو صلِّ علیٰ کہا۔ میم صاحب ہندوستانی لباس زیور کو غور سے دیکھنے لگیں۔ کپڑوں کی جگمگاہٹ دیکھ کر نظر جھپکی جاتی تھی۔ حامد نے سب سے تعارف کرا دیا +

میری " ہم آپ لوگوں سے مل کر نہایت خوش ہوئے۔ ہماری بڑی تمنا تھی "

قمر آرا " اور ہم لوگ آپ کی ملاقات سے خوش ہوئے "

مریم " زہے نصیب کہ آپ کی زیارت نصیب ہوئی " میری " افسوس ہم اچھی طرح اُردو بول نہیں سکتے " مریم " آپ نے جس قدر سیکھی ہے بہت ہے۔ ورنہ اِس قدر کم زمانے میں اتنی بھی سیکھنا مشکل تھا "

صالحہ بیگم " نہیں ماشاء اللہ خوب بولتی ہو " قمر آرا " (ہمایوں فر کی طرف مخاطب ہو کر) واہ چُپ چاپ بیٹھے ہیں۔ گویا منہ میں زبان نہیں "

ہمایوں فر " آپ لوگ آپس میں باتیں کیجئے "

اِتنے میں میم صاحب نے عالم آرا بیگم کی جھلک دیکھی۔ جو ہمایوں فر اور حامد کی وجہ سے نہیں آ سکتی تھی +

میری " ہم نے کسی کی صورت دیکھی اسی پردے کے اندر۔ وہ کون ہیں کیوں نہیں آتیں؟ عورتیں بھی عورتوں سے پردہ کرتی ہیں " صالحہ بیگم " نہیں وہ ایک مہمان ہیں۔ ان لڑکوں کی وجہ سے نہیں آتیں "

ہمایوں فر اور حامد اُٹھ گئے۔ تو عالم آرا بیگم چھم چھم کرتی ہوئی برآمد ہوئیں۔ صالحہ بیگم نے چائے۔ میوہ پھل۔ کیک ناشتہ منگوایا۔ میم صاحب نے کھایا۔ چلتے وقت صالحہ بیگم نے میم صاحب کو تحفے میں ایک جوڑی جڑاؤ کڑے دئے۔ قمر آرا

نے۔ روچ دیکر کہا "ہمارے یہاں نئی دُلہن کو دیکھ کر رونمائی دیتے ہیں"۔

میم صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اور نہایت خوش ہو کر رخصت ہوئیں۔

دوسرے روز غضنفر کو ہمایوں فر نے بلا کر بیوی سے تعارف کرایا۔ اور تیسرے روز میم صاحب نے ان سب کو بلایا۔ سب کو ہمایوں فر کی خاطر عزیز تھی غضنفر کو چھوٹے بھائی سے غایت درجہ کی محبت تھی۔ انہوں نے بھی بیوی کو اجازت دے دی۔ لیکن عالیہ بیگم نواب صاحب کو خبر نہ ہوئی۔ صالحہ بیگم ان کی دونوں لڑکیوں قمر آرا۔ مہر النساء اور مریم کو لے کر گئیں۔ میم صاحب نے استقبال کیا۔ بیگمات گھر کے ساز و سامان۔ میم صاحب کی سلیقہ صفائی۔ انگریزی طرز کی سجاوٹ دیکھ کر عش عش کرنے لگیں۔ میم صاحب نے پیانو بجایا۔ لندن کی تصویریں دکھائیں۔ اتنے میں چائے آئی۔ اور ساتھ ہی ہمایوں فر بھی اندر آئے اور کہا "بھائی کیا آپ لوگوں کو ہمارے یہاں کھانے میں عذر ہے؟ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے یقین دلاتا ہوں۔ کہ کوئی حرام شے ہمارے یہاں نہیں آتی چونکہ میں خود پکا مسلمان ہوں۔ لہذا ہماری بیوی بھی حرام شے سے پرہیز کرتی ہیں۔ میں مجبور نہیں کرتا۔ اگر تعصب نہ ہو تو کھائیے"۔

صالحہ بیگم "نہیں بیٹا تعصب کیسا۔ تم کو خوب معلوم ہے۔ کہ میں تمہاری اماں کی طرح تعصب نہیں کرتی۔ استغفر اللہ کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ کہ حرام شے کھانے لگے۔ تمہاری طرح اسلام پر مضبوط۔ ایمان میں سچا۔ شریعت کا پابند کوئی ہو تو لے" ہمایوں فر "ممانی جان میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ ان لغو خیالات کو دخل نہ دیں گی"۔

الغرض صالحہ بیگم نے سب کو لے کر چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ اور رخصت ہوئیں۔ اس طرح میم صاحب سے اور مریم قمر آرا۔ صالحہ بیگم سے محبت و اختلاط بڑھا۔ اکثر آمد و رفت ہونے لگی۔

اب سنئے کہ میم صاحب کی طبیعت علیل تھی۔ مائیکل ان دنوں مسوری میں تھے۔ گرمی کا موسم شروع تھا۔ ہمایوں فر بیوی کو لے کر مسوری روانہ ہو گئے۔

سر جون اور لیڈی بھی مسوری میں تھے مسوری پہنچنے کے دوسرے ہفتے بیری کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ دو نرسیں خدمت کو مقرر ہوئیں۔ ہمایوں فر کو صرف دو ہفتے کی رخصت تھی اس لئے بیوی کو لیڈی صاحبہ اور مسز مائیکل کی نگرانی میں چھوڑ کر مجبوراً دہلی روانہ ہوئے۔ صالحہ بیگم اور مریم نے جب سنا تو نہایت خوش ہوئیں۔

شادی

نواب جعفر مرحوم کے عالی شان محل میں آج غیر معمولی بھیڑ بھاڑ ہو رہی ہے۔ مہمان بیبیاں کھچا کھچ بھر گئی ہیں حسینی بیگم کے میکے سے لکھنؤ کی بیگمات آئی ہیں۔ مغلانی ماما۔ انّا بھری ہوئی ہیں۔ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ گھر میں ایسا شور و غل ہے۔ کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ جہاں بیبیاں جمع ہوتی ہیں۔ وہاں یہی حال ہوتا ہے۔ سواریاں اتر رہی ہیں۔ ایک شخص ڈیوڑھی پر بیٹھا کھاری چکار رہا ہے۔ باورچی کھانے کی دیگیں تیار کر کے اتار رہا ہے۔ کوئی فیرینی پر ورق لگا رہا ہے۔ ڈومنیاں "ہمیشہ دلبرے عشق و جان مبارک باشد" گا رہی ہیں۔ حسینی بیگم بڑی خوشی کے ساتھ انتظام میں مصروف ہیں۔ منڈھا اور اس پر زردوزی شامیانہ اس پر آم کے پتے۔ امرود۔ نارنگیاں لٹک رہی ہیں۔ چاندی کی چوکی پر چومکھ ہر طرف روشنی۔ ایک سو ایک کورا گھڑا۔

حسینی بیگم نے سب کو نادری حکم دیا۔ کہ خبردار کوئی چھینکے وینکے نہیں۔ گھر بھر میں سب کو منع کر دیا گیا۔ خوف کے مارے جس کو چھینک آتی تھی۔ وہ بے چاری بھی ناک دباتی تھی کوئی لپک کے ادھر ادھر بھاگتی تھی۔ بھلا چھینک بھی مانتی ہے۔ اتنے میں نقی مرزا اندر آئے۔

نقی مرزا: "ابھی نواب صاحب اور اشرف علی صاحب آئے تھے۔ بہت ہی خفا ہیں"

حسینی بیگم: "ہوا کریں۔ مجھے کیا؟ تم نے آخر کیا جواب دیا؟"

نقی مرزا: "ہم نے صاف کہہ دیا۔ کہ صاحب ہمایوں فر نے ہمارے وکیل غلام علی۔

حکیم عبدالرزاق صاحب کے سامنے طلاق دی اور اس کا دستخط بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ نالش کریں گے۔ تو ہم عدالت میں داخل کریں گے مفت میں لڑائی جھگڑے سے کیا حاصل؟ آخر آپ بزرگ ہیں۔ آپ کی بھتیجی ہے ہنسی خوشی اس کارِ خیر میں شریک ہوں اور گذشتہ باتوں کو بھول جائیں۔ ورنہ آپ کو اختیار ہے"۔

"اتنا سننا تھا کہ بہت ہی بگڑے اور چلے گئے"۔

حسینی بیگم:۔ "وہ ہمارا کیا بگاڑیں گے۔ یہ ہی ناکہ نالش کریں گے؟ پھر کیا ہوگا؟ ہم بھی حاکم سے فریاد کریں گے"۔ تقی:۔ "آپ خاموش رہیں۔ وہ کیا کر سکتے ہیں؟ دعوئے شوہر کیا کرتا ہے۔ نہ کہ خسر۔ ہمایوں فر نے تو صاف کہا ہے۔ کہ روشنک کی شادی میں مجھے عذر نہیں۔ سارے کلا کے مول تو نواب صاحب ہیں"۔

حسینی بیگم:۔ "اور کیا۔ گھر بھر ناراض۔ عالیہ بیگم تو گھی کے چراغ جلائیں گی۔ اور ہمایوں فر تو فرنگن لایا ہے۔ اس کو کیا پڑی ہے"۔ تقی مرزا:۔ "ہم نے آج سے ڈیوڑھی پر چند بدمعاشوں کا پہرا بٹھایا۔ اور پولیس کی مدد چاہی ہے۔ کہ لڑائی فساد کا احتمال ہے۔ چند سپاہی تین چار روز ہمارے یہاں حاضر رہیں۔ ہم نے ان سپاہیوں کی تنخواہ داخل کر دی ہے۔ اب آتے ہی ہونگے"۔

حسینی بیگم:۔ "برات کیوں نہیں نکالنا چاہئے"۔ تقی مرزا:۔ "شاید کوئی فساد ہو۔ کیا ضرورت ہے"۔ حسینی بیگم:۔ "اے نہیں ہماری بس یہ ہی ایک لڑکی ہے۔ میں اپنے حوصلے نکالوں گی"۔

تقی مرزا:۔ "میں وکیل صاحب حکیم صاحب وغیرہ سے صلاح کر کے عرض کروں گا"۔

یہ کہہ کر تقی مرزا باہر گئے۔ اب ہم ناظرین کو ناول کی ہیروئن سے ملاتے ہیں۔ محل کے پورب کی طرف کے حصے میں ایک کمرے میں پلنگ بچھا ہے۔ دو الماریاں شیشے کی رکھی ہیں۔ ان میں کتابیں سجی ہوئی ہیں۔ ایک طرف لکھنے کا سامان ہے۔ ایک میز اور دو کرسیاں رکھی ہیں۔ کرسی پر ایک نازنین زہرہ جبین بیٹھی ہے۔ نازنین کیا واقعی حور ہے۔ خوب صورتی کی دیوی ہے۔ حور میں کوئی قصور

ہے۔ مگر اس میں نہیں ہے + سر کے بال کمر کے نیچے تک لٹک رہے ہیں جیسے سیاہ ریشم کے لچھے۔ پیشانی بلور کی طرح دمک رہی ہے۔ اس پر گھنگرو والے بال لہرا رہے۔ اور ابرو ہلال عید کو شرما رہے ہیں + سیاہ اور کھچی ہوئی ابرو۔ رخسارے خورشید تاباں گلاب کے پھول سے مشابہ۔ ناک پتلی اور سیدھی۔ رسیلی آنکھیں۔ نرگس کو شرماتی ہیں۔ لب لعل و یاقوت۔ دہن چھوٹا۔ دانت موتی کی لڑی ہیروں کی مانند چمک رہے ہیں۔ بدن نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں ہے جو بے نظیر اور سڈول نہ ہو۔ رنگ سرخ و سفید ملاحت لئے ہوئے۔ قد بوٹا سا اس کی موہنی صورت دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ ؎

جی چاہتا ہے قدرتِ صانع پہ ہوں نثار۔
بت کو بٹھا کہ سامنے یاد خدا کروں +

اس وقت اس کا لباس زعفرانی تھا۔ بڑے پائنچے کا پائجامہ۔ سبز گوٹ لگی ہوئی۔ اس پر لچکہ چٹکی ٹنکے ہوئے۔ زرد کرتی۔ زعفرانی دوپٹہ جس پر کامدانی بنی ہوئی + یہ نواب جعفر کی اکلوتی بیٹی روشنک بیگم تھی + روشنک بلا کی ذہین تھی۔ اس کو گویا علم سے عشق تھا۔ نواب صاحب نے لڑکی کو اچھی تعلیم دی تھی۔ مولوی صاحب اور حافظ رکھ کر قرآن مجید بامعنے پڑھایا۔ عربی فارسی بخوبی لکھ پڑھ سکتی تھی۔ حسینی بیگم ہر چند عذر کرتی رہیں لیکن نواب صاحب نے ان کو دخل دینے نہ دیا۔ اور لڑکی کو انگریزی کی بھی تعلیم دینی شروع کی۔ مس ٹامسن ایک معزز پادری کی بہن گریجوایٹ جو اردو بھی خوب جانتی تھیں۔ انہوں نے انگریزی کی پانچ سال تعلیم دی۔ اور طرح طرح کے ہنر سکھائے لیکن نواب صاحب کے مرتے ہی روشنک کی تعلیم بھی ختم ہو گئی + روشنک کو باپ سے از حد محبت تھی اور تعلیم کا شوق تھا۔ باپ کا مرنا اور تعلیم کا چھوٹنا تھا کہ لڑکی اندر ہی اندر گھلنا شروع ہوئی۔ ماں کے کہنے سننے سے برائے نام دسترخوان پر آبیٹھتی۔ مگر جہاں نوالہ توڑا آنسوؤں کی نہر جاری ہو گئی۔ کیونکہ ہمیشہ یہ لڑکی باپ کے ساتھ کھانا کھاتی تھی۔ اور اپنی ماں کے برعکس تھی۔ ہر وقت باپ کا تصور بندھا ہوا تھا۔

پڑی ہے۔ تو منہ لپیٹے کھڑی ہے۔ تو ایک دھیان میں گم سُم۔ ماں طرح طرح کے سامان جی بہلانے کے کرتی تھی۔ چند ہم سن سہیلیوں کو لڑکی کے پاس بھیجتی مغلانیاں قصّے کہانی لطیفہ گوئی کرتیں۔ لیکن روشنک کی اِن باتوں میں دلبستگی نہ ہوتی۔ وہ اَور خیالات کی لڑکی تھی۔ اِن باتوں سے گھبراتی تھی۔ لیکن ماں کے خوف سے خاموش تھی۔ آج روشنک کا چہرہ اَور اس غمگین ہو رہا تھا۔ وہ کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ سر سے دوپٹہ کھسک گیا تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں بیٹھی تھی۔ سامنے میز پر چند کتابیں اور کاغذات بکھرے پڑے تھے۔ روشنک ایک ہاتھ سے کتاب پکڑے ہوئے تھی۔ اور دوسرا ہاتھ بے پروائی سے لٹک رہا تھا۔ کبھی وہ گھبرا کر کتاب سے نظر اُٹھا لیتی تھی۔ اور باپ کی تصویر پر نظر کرتی تھی۔ اور زور سے ٹھنڈی سانسیں بھرتی تھی۔ اور کبھی کتاب پر سر جھکا لیتی تھی۔ کبھی سر پر ہاتھ دھر کر بیساختہ کوئی شعر پڑھنے لگتی تھی۔

وہ اپنے خیالات میں غرق تھی۔ کہ یکایک دروازہ کھلا اور اَنّا کی لڑکی جو روشنک کے ساتھ رہی اور تربیت پائی تھی اور نواب صاحب نے ہی اس کو بھی لکھایا پڑھایا تھا۔ اور ہر وقت روشنک کے ساتھ رہتی تھی اندر آئی۔

روشنک "نرگس کہو کیا خبر لائیں؟" نرگس "بیگم میں باورچی خانہ میں گئی۔ وہاں سے دالان کی طرف گئی۔ سب سامان لیس ہے۔ ہم نے بیگم صاحب اور مرزا صاحب کو باتیں کرتے سُنا۔" نرگس نے حسینی بیگم اور نقی مرزا کی باتیں دُہرائیں۔

روشنک "اُف میرے اللہ میرا تو دل دنیا سے بیزار ہو گیا۔ اے موت کیا تو مر گئی؟ کس نیند سوتی ہے؟ ابّا جان ہائے ابّا جان خود تو جنت کو سدھارے اور مجھے تنہا چھوڑا۔ موت کو بھی میری صورت سے نفرت ہے۔ ع

ہر گھڑی اِک طرفہ دکھلاتا ہے رنگ
واہ کیا نیرنگ ہیں افلاک کے!"

نرگس "میں صدقے گئی کیسی بہکی باتیں کرتی ہو خدا رحم کرے"

روشنک:- نہ تو نالہ کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے"

نرگس:- "بیگم دل کو سنبھالو" روشنک:- "تم کو دل کی پڑی ہے۔ اور ہیں جان دینے کو تیار بیٹھی ہوں۔ ہائے یہ نہ ہوگا میرا نکاح ہو چکا ہے۔ امّاں جان کیا غضب ڈھاتی ہیں!" نرگس:- "آخر آپ نے کیا سوچا ہے؟" روشنک:- "کیا کہوں کچھ عقل کام نہیں کرتی۔ اگر امّاں جان سے صاف صاف کہتی ہوں۔ تو وہ اُلٹی میرے سر ہوں گی۔ اُلجھ پڑیں گی۔ ابّا جان تو اُن سے جیت نہیں پا سکتے تھے۔ میری تو کیا حقیقت ہے۔ چچا جان خود آئے جب اُن کی شنوائی نہ ہوئی۔ تو میری ہوگی؟ خواہ مخواہ اپنے کو ہنسوانا عقل مندی کے خلاف ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ کہ اس لڑکی کے دیدے کو دیکھو۔ ماں کے برابر جواب دیتی ہے۔ اور خود مختار بنتی ہے اس نے اس قدر پڑھا لکھا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے"

نرگس:- "پھر اور کوئی تدبیر سوچئے۔ آپ فہمیدہ ہیں۔ ماشاءاللہ جو کچھ کرنا ہو جلد کیجئے۔ ورنہ یہ شادی ہو کر رہے گی۔ خدا جانے بیگم صاحب کو کیا ہو گیا۔ کرلاڈلے مرزا سے لڑکی بیاہنے چلی ہیں۔ کجا آپ اور کجا وہ شہدا جاہل!"

روشنک:- "مجھے کسی کے عیب سے کیا واسطہ۔ وہ چاہے عالم فاضل ہوں چاہے کچھ ہوں۔ میرا نکاح ہو چکا ہے جس کے ساتھ ایک مرتبہ نام لیا گیا۔ بس مجھے اور سے کیا واسطہ؟"

نرگس:- "کیا انہوں نے تو کسی میم سے شادی کرلی۔ خدا اس کمبخت کو غارت کرے تو آپ کے دن پھریں۔ خدا کرے اس کو آج ہی موت آجائے!"

روشنک:- "توبہ کرو نرگس۔ کوسنا بری بات ہے۔ آخر اس بیچاری نے ہمارا کیا بگاڑا ہے؟ ہم نے اکثر اخباروں میں پڑھا ہے وہ لندن کے ایک رئیس کی لڑکی ہے۔ کوئی ایسی ویسی نہیں" نرگس:- "آپ کی سوکن تو ہوئی؟"

روشنک:- "شریف زادیاں کہیں سوکن سے لڑائی کرتی ہیں؟ ہمارے چار نکاح جائز ہیں۔ اگر انہوں نے نکاح کرلیا تو کیا برا کیا؟ اگر میم صاحب سے ہماری ملاقات

ہوتی۔ تو ہم دونوں ایک جان دو قالب ہو جاتے۔ لیکن یہ امر محال ہے۔ یورپین لیڈیاں سوکن پسند نہیں کرتیں۔ اور نہ ان کے ہاں یہ رسم ہے۔ ہائے نہ حیا اجازت دیتی ہے کہ زبان سے بول کر زمانہ بھر میں نکو بنوں۔ نہ دل کو ان باتوں کی سننے کی تاب ہے۔ جو ہر وقت سوہان روح ہو کر نشتر سی لگتی ہیں۔ جی تو یہی چاہتا ہے کہ اتاں جان سے صاف صاف کہہ ہی گذروں۔ لیکن شرم وحیا دامن پکڑ لیتی ہے۔ اور زمانہ کی رسم اور ملک کا رواج مجبور کرتے ہیں۔ اُف کیا کروں۔ مجھ بن نہ پڑے گا۔ تو ہم اس جان ہی کو نہ رکھیں گے۔ جس کا سارا بکھیڑا ہے۔" نرگس "(دبی زبان سے۔) بیگم ہم نے سنا۔ مرزا صاحب کے روبرو انہوں نے طلاق دی ہے۔" روشنک (رو کر۔)

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے۔
اور چہرہ کا دیا جلا دونے جلاتے جاتے۔

اتنے میں بی مغلانی ہنستی ہوئی کوٹھے پر آئیں اور بولیں "چھوٹی بیگم کو نوشہ مبارک ہو۔ آج خدا نے یہ دن دکھایا۔"

روشنک کے ستم رسیدہ دل پر مغلانی کی اس بات نے تیر کا کام کیا۔ کلیجہ کو مسوس اور آنکھوں میں ڈب ڈبائے ہوئے آنسوؤں کو پی کر رہ گئیں۔ لیکن نرگس سے جو راز دار تھی نہ رہا گیا۔ اس نے بی مغلانی کو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا۔ مغلانی نے کہا "میں نے تو صرف چھوٹی بیگم کے ارمان بھرے دل کو خوش کرنے کے خیال سے ایک بات کہہ دی۔" جی خوش کرنے کے لفظ پر روشنک سے باوجود ضبط کے بھی نہ رہا گیا۔ اُف کے ساتھ آنسو ٹپک پڑے اور بہت ہی بے چین ہو کر بولی۔ "بس بی مغلانی للہ بس آخر ان باتوں سے فائدہ؟ خدا تم کو خوش ہونا نصیب کرے۔ خدا کے لئے چلی جاؤ۔ ہمارے کمرے میں اس وقت تمہاری ضرورت نہیں ہے۔" مغلانی تو چلی گئی۔

روشنک۔ (کلیجہ پکڑ کر) ہائے میرے اللہ

کب تک یہ ستم مجھ سے سہے جائیں گے صاحب وہ ہوتا ہے جگر سینہ میں پتھر نہیں ہوتا

نرگس۔ "بیگم استقلال کو ہاتھ سے نہ دو مصیبت کے وقت عقل سے کام لینا ضرور ہے۔
آخر عقل انسان کو خدا نے کس لئے دی ہے۔ رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے؟ ع

کام رُکنے کا نہیں اے دلِ ناداں کوئی۔

خود بخود غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی +

روشنک۔ "پیاری نرگس آج ہماری قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اماں جان اپنی خوشی
ضرور کریں گی۔ تم ہمارے واسطے نہ کڑھنا۔ اب ہماری لاش نکلے گی + ع

فلک ہم غمزدوں کو چین سے کب رہنے دیتا ہے

نہیں کچھ اور تو دشمن ہی تازہ کر دیا پیدا

نرگس۔ (روتی ہوئی) میں صدقے میری پیاری بیگم ایسا نہ کہو۔ یہ لونڈی پہلے
جان قربان کرے گی۔ دونوں کی لاشیں ساتھ ہی جائیں گی اور دنیا میں ایک
دلکش فسانہ چھوڑ جائیں گی۔"

روشنک بے اختیار رونے لگی۔ تو نرگس بھی رونے لگی + جب دونوں کا
دل ہلکا ہوا تو روشنک نے کہا "جی تو یہی چاہتا ہے۔ کہ کسی طرح میم صاحب
سے ملوں ہاتھ جوڑوں لیکن یہ تو غیر ممکن ہے" + نرگس "مریم بیگم کو بلا کر صلاح کریں۔
وہ تو آپ کی سہیلی ہیں" + روشنک۔ (آنسو پونچھ کر) تمہارا کدھر خیال ہے؟
کوئی کیونکر آئے اور اپنی عزت گنوائے۔ اماں جان اُس روز چچی اماں سے
کِس طرح پیش آئیں۔ اور میں کنواری لڑکی۔ گو وہ ہماری ہم جولی اور سہیلی ہیں
لیکن پھر بھی سُسرال والی ہیں۔ اور وہ بے چاری کیا کر سکتی ہیں؟ اگر کوئی امر اُن
کے امکان میں ہوتا۔ تو خیر اُن کو مدد کے واسطے بُلالی۔ لیکن اماں جان سے
کسی کی ایک نہ چلے گی۔ ہائے ہماری مدد خدا کے ہاتھ ہے۔ ع

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے

میں جان سے مرتا ہوں تجھے بے خبری ہے

نرگس۔ "بیگم خودکشی گناہ کبیرہ ہے۔ اور حشر خراب ہوتا ہے۔ اگر ہماری صلاح
مانئے تو ہمارے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔ لیکن تھوڑی سی ہمت درکار

ہے۔

روشناک:۔ بس یہ ہی تو مجھے بھی خیال ہے۔ کہ حشر خراب ہوگا۔ لیکن ہائے اور تو کوئی تدبیر نہیں۔ اچھا کہو تمہارے ذہن میں کیا آئی ہے؟

نرگس:۔ ایک خط میں اپنی سرگذشت لکھ کر صاحب کو بھیج دیں۔ اور قسمت آزمائی کریں۔ روشناک:۔ ٹھیرو میں سوچ لوں۔ بغیر سوچے سمجھے کوئی کام کرنا نہیں چاہئے۔ لکھنے میں برائی کیا ہے۔ اور بھلائی کیا۔ اگر ہم نے خط لکھا۔ اور مشہور ہُوا تو لوگ ہنسیں گے۔ جگ ہنسائی ہوگی کہ اس چھوکری کی ڈھٹائی تو دیکھو۔ اُف ری بے حیا! اس سے پناہ میں رکھے خدا۔ اور خود وہ ہی کیا کہیں گے۔ اگر ہم نے خط لکھا۔ اور انہوں نے ہمارے خط لکھنے پر بھی بے پروائی کی۔ تو پھر اخیر وہی نتیجہ یعنی موت۔ اُمید تو نہیں۔ کہ وہ ہماری مدد کریں۔ اچھی صلاح دیتی ہو۔

نرگس:۔ دنیا امید پر قایم ہے۔ ایک کام کے دونوں پہلوؤں کو سوچنا چاہئے۔ آپ نے تو برائی بیان کی۔ اور بھلائی بھی تو ممکن ہے۔ روشناک:۔ اُمید موہوم پر کیا اعتبار؟ اُن کو ہماری کیا پڑی ہے۔ نرگس:۔ خدا اور رسول کے حکم کے موافق تو وہ آپ کے شوہر ہیں۔ پھر خط لکھنے میں حرج کیا؟ ان کو دو بیبیاں منظور نہیں خیر نہ سہی کسی طرح اس طوفان بے تمیزی کو تو روک دیں گے۔

روشناک:۔ بس ہم یہ ہی چاہتے ہیں کہ کوئی ہم کو نہ ستائے ہم چپ چاپ زندگی بسر کریں۔ نرگس:۔ آپ ضرور لکھیں۔ روشناک:۔ خیر یوں ہی سہی۔ آخر وہ از روئے شریعت ہمارے شوہر ہیں۔ ہر چہ بادا باد اور کل تک تو میں ہزاروں من مٹی کے تلے ہوں گی۔ کوئی چاہے برا کہے یا بھلا۔ مجھے کیا؟

کون ہمدرد ہے ایسا کہ وہاں تک جائے | جس طرح ہو اسے سمجھا کے یہاں تک لائے
نامہ لکھوں تو نظر دُور ہی عالم آئے | جس کو جانے کو کہوں راہ مجھے بتلائے

نرگس:۔ بیگم ذری دل کو قابو میں رکھو۔ روشناک:۔ خیر دروازہ بند کر لو۔

نرگس نے دروازہ بند کر دیا۔ روشناک نے دھڑکتے ہوئے دل اور لرزتے

ہوئے ہاتھوں سے یہ خط لکھا :-

الٰہی درجہاں باشی باقبال۔ جوان بخت وجوان دولت جواں سال

مشفق لکھوں شفیق لکھوں باصفا لکھوں
حیران ہوں میں کہ آپ کو القاب کیا لکھوں

صاحب من سلامت! گناہ گار خطا وار۔ دلفگار۔ جینے سے بیزار مرنے پر تیار۔ رو سیاہ دست بستہ تسلیم عرض کرتی ہے۔ کیا لکھوں اور کیوں کر لکھوں حیران ہوں۔ بلا تمہید مدعا یہ ہے کہ

ہوتا نہیں ہے دیکھیں بھلا کس طرح اثر یوں آج نامہ لکھتے ہیں خون جگر سے ہم

آج رسم زمانہ کے خلاف قلم ہاتھ میں لیا ہے۔ ہر چند شرم و حیا نے میرا ہاتھ پکڑا لیکن میں پوری ہمت کو کام میں لائی۔ اور یہ چند سطریں لکھ ہی ڈالیں۔ چاہے کوئی بُرا کہے یا بھلا۔ خدا کسی پر وقت نہ ڈالے فلک ناہنجار نے اس قدر ستایا ہے کہ سوائے موت کے کوئی آرزو نہیں ہے

او مسیحا نہ لی خبر تو نے وہ جو بیمار تھا وہ مر ہی گیا

آپ کو یاد ہو گا کہ مجھ بدنصیب کا نکاح ابا جان نے صغیر سنی میں آپ کے ساتھ کر دیا تھا۔ لیکن میرے ماموں اور اماں جان نے مجھ پر ستم ڈھائے سہتی ہوں۔ لندن میں آپ کے نام ان لوگوں نے خط لکھا تھا۔ افسوس ابا جان کے بعد ہم نے ایسی مشکلوں سے بسر کی۔ کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے

کس طرح کٹتی ہیں راتیں کس طرح کٹتے ہیں دن
میری حالت گر وہ بدخو دیکھتا رو تا ضرور

میں نے ہر حال میں صبر کیا۔ اُف تک نہ کی چپکی پڑی رہی۔ لیکن آپ نے سُنا ہو گا۔ کہ مجھ پر کیا ستم ڈھایا جا رہا ہے میرا نکاح ہو چکا ہے اور میں شریف زادی ہوں۔ مال صدقۂ جان ہے اور جان صدقۂ

آبرو ہے۔ میرے دل پر کیا گذرتی ہے۔ سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے

دل ہیں جگر ہیں سینہ میں پہلو میں درد ہے۔
اے چارہ گر بتا کہ بتاؤں کہاں کہاں ؟

بے وارثی کی ناؤ ڈانواں ڈول ہے۔ افسوس میرا دنیا میں کوئی والی وارث نہیں۔ اگر ابا جان زندہ ہوتے۔ تو آج یہ روز بد میں کیوں دیکھتی۔ ہائے وہ کیا مرے۔ کہ مجھ کم بخت کو بے موت مار گئے

دوست دشمن ہو گیا اپنا بیگانہ پھر گیا
تیری چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا

اب تو ہم ہیں اور آہ و زاری۔ ہم ہیں اور اشکباری۔ ابا جان نے کس ناز و نعمت سے پالا تھا۔ اور آج کیسی آفت پڑی میرا دل سینہ کے اندر گھبراتا ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ڈومنیوں کی آواز اور مہمانوں کی چہل پہل سے میں سخت پریشان ہوں کیا کروں؟ کنواری لڑکی زبان سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ جگ ہنسائی ہوگی۔ اور چپ بھی رہ نہیں سکتی عجب مصیبت میں پھنسی ہوں جی میں آتا ہے کہ کسی طرف کو چلی جاؤں لیکن عقل روکتی ہے ہمت نہیں پڑتی۔ آپ خود خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ایک کنواری پردہ نشین لڑکی گھر سے باہر قدم رکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ وہ کیونکر جائے اور کہاں جائے۔ دوسرے زمانہ کی شرم ملک کے رواج سے مجبور ہوں۔ کروں تو کیا کروں + بس میں نے اپنے دل سے ایک فیصلہ کر لیا ہے۔ گو جان خدا کی امانت ہے خودکشی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ صرف اسلام میں ہی نہیں۔ بلکہ ہر قوم اور ہر مذہب میں منع ہے۔ خودکشی کرنا گویا خدا سے لڑائی کرنا ہے +

لیکن میں نے ٹھان لی ہے۔ کہ اپنی آبرو ضرور بچاؤں گی۔ انگشتری سے ہیرے کا نگ نکال کر لئے بیٹھی ہوں اور ہر طرف سے موت کی بھیانک صورت نظر آتی ہے۔ لیکن یہ بھی میرے دل کی کمزوری ہے۔ گو جان سی پیاری شے دی نہیں جاتی لیکن میں اپنی پوری ہمت سے کام لوں گی اور ننگ و ناموس کو بچاؤں گی۔ امّاں جان کبھی اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں گی۔ ان کو سوائے لاش کے اُور کچھ نہ ملے گا+ ہم اپنے بعد ایک دلکش فسانہ چھوڑ جائیں گے۔ خدا کرے میرا پردہ ڈھکا ہی رہے اور دل کی حالت کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ؎

ظاہر خدا کرے نہ میرا حال زار ہو
ڈر ہے یہی کہ وہ نہ کہیں بے قرار ہو

اچانک ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ کہ آپ کو مرنے سے پہلے اپنی حالت ظاہر کر دوں۔ ورنہ میرے بعد خدا جانے آپ کے کانوں تک کیسی کیسی خبریں جائیں گی + دوسرے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کسی قدر دل میں اُمید بھی پیدا ہو چلی۔ کیونکہ بامید دنیا قایم ہے۔ ؎

ہم بھی کریں گے جذبۂ دل کا اب امتحان
دیکھیں تو کب تک ان کی لبوں پر نہیں ہے

آپ میرے شوہر ہیں میرے مجازی خدا ہیں آپ کی رضا مندی سے میرا دونوں جہان میں بیڑا پار ہے۔ ورنہ مٹی خوار ہے ؎

ہے ہے طبیعت آپ کی کیوں مجھ سے ہٹ گئی۔
اتنی سی عمر میں میری قسمت پلٹ گئی+

آپ سے میرا یہ رشتہ ابا جان نے بڑے شوق اور خوشی سے کیا تھا۔ اور سنتی ہوں کہ اُن کو آپ سے اور آپ کو اُن سے گویا عشق تھا

انتی التجا میری قبول ہو کہ آپ مجھے اپنے نکاح میں مرجانے دیں۔ تاکہ ابا جان کی روح خوش ہو۔ میں ان کے خلاف کرنا نہیں چاہتی۔ اگر آپ نے اس کنیز کو آزاد کیا ہے۔ جیسا کہ سنتی ہوں۔ تو عالم مجبوری ہے۔ ورنہ واسطے خدا کے اپنے پیارے مرحوم چچا کی محبت اور عزت کو یاد کر کے مجھ بیکس پر رحم کریں۔ میں آپ کی کسی بات میں دخل نہ دوں گی۔

ہوں آپ کے کتنے ہی ستم اُف نہ کریں گے
چُپ بیٹھ کے ہم کھائیں گے غم اُف نہ کریں گے

آپ نے جو کچھ کیا اس میں آپ کی خطا نہیں جو کچھ کیا۔ بہتر اور مناسب سمجھ کر کیا۔ مجھے ذرہ برابر شکایت نہیں جو کچھ ہوا منجانب اللہ ہوا۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ خدا کرے کہ میں نے جو افواہ سنا ہے غلط ہو۔ یا میرے کانوں کی غلطی ہو۔ خدایا میری آخری تمنا پوری کر یعنی بحیثیت شوہر آپ میرے جنازہ کے ساتھ ہوں تو میری موت بڑی مبارک ہو۔ میری روح کو تازگی ہو۔ ساری تکلیف راحت سے بدل جائے۔ بس یہی میری آرزو اور تمنا ہے اگر کوئی خطا ہوئی ہو۔ معاف کیجئے میری طرف سے دل کو صاف کیجئے۔ اور اگر خلاف مرضی نہ ہو اور آپ کے امکان میں ہو۔ تو رشتہ دار نہیں۔ لونڈی نہیں۔ بیکس مصیبت زدہ مظلومہ۔ یتیم کمزور سمجھ کر میری مدد کیجئے۔ مجھے اور کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط سر چھپانے کو جگہ اور پیٹ بھرنے کو روٹی مل جائے۔ اور میں اطمینان سے اپنی زندگی کے دن پورے کر دوں اماں جان کے ظلم سے بچوں۔ ان کی قید سے میری رہائی ہو تو میرے ہاتھ اپنے خون سے نہ رنگے جائیں حشر میں خدا کے آگے سرخرو ہوں۔ دنیا میں بھی عزت آبرو بچے۔ چچا جان اور ماموں صاحب

اور بھائی جان تشریف لائے لیکن اماں جان نے جواب دیا کہ آپ کو جو کچھ کرنا ہو بذریعہ عدالت کر لیجئے۔ ہم اپنی لڑکی کی شادی ضرور کریں گے۔ یا تو آپ بخوشی شریک ہو جائیں یا تشریف لے جائیں"

میں نے جب سے یہ سُنا ہے میرا عجب حال ہے میرے زخم پر نمک چھڑکا گیا۔ آنکھوں کو تمام عالم تیرہ و تار نظر آتا ہے۔ گلے میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ آنکھوں سے طوفان اشک جاری ہے ہاتھ پاؤں سرد۔ سر میں چکر اور درد۔ دل بیٹھا جاتا ہے + بیٹھے بٹھائے ہم پر یہ کیا مصیبت آئی۔ میرے اللہ کیا ساری خدائی میں اِس وقت ہمارا کوئی ہمدرد نہیں ہے کہ ہماری مدد کو آئے ؟ کیا سب پر اماں جان حاوی ہیں ؟ ڈیوڑھی پر لاڈلے مرزا نے چوکی پہرہ بٹھایا ہے۔ چند شُہدے بدمعاش پہرے پر مقرر کئے ہیں۔ پولیس کی چوکی سے مرزا صاحب نے سپاہی بھی منگوائے ہیں + کسی کو اندر آنے کا حکم نہیں۔ بھائی جان نے ماما بھیجی تھی۔ شُہدوں نے اس بیچاری کو چوٹی سے پکڑ کر مارا + صاحب میں سُنتی ہوں آپ بڑے رحم دِل منصف مزاج ہیں + تمام دنیا کے لئے آپ کا دِل موم ہے لیکن مجھ بدنصیب کے لئے سنگ ہے + میں بُری سہی لیکن آپ تو تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کو چچا سے اُلفت تھی۔ پیارے بزرگ کی یادگار اگر ایک کُتّا بھی ہو۔ تو انسان کو عزیز ہوتا ہے اور میں تو مرحوم کی بدنصیب چہیتی بیٹی ہوں۔ اور مصیبت زدہ بے یار و مددگار ہوں +

پھینک دوں گی میں ابھی چیر کے پہلو اپنا
ان پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا

گُتھی سوائے آپ کے سُلجھتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ اگر آپ تشریف لا کر اپنے پورے اختیارات کو کام میں لائیں تو شاید یہ طوفان بے تمیزی دفع ہو۔ آج مانجھوں بٹھانے کی رسم ہے۔ چوتھے روز

برات ہے۔لیکن انشاء اللہ برات کے لوگ جنازہ ہی میں شریک ہوں گے + دل تو بہت کچھ بھرا ہے۔ جی تو یہی چاہتا ہے۔ کہ لکھتی جاؤں۔ لیکن آپ کی سمع خراشی ہوگی۔ اس وقت میرے ہوش وحواس بجا نہیں ہیں۔ ناامیدی۔ یاس۔ پریشانی۔ غم والم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ بھی نہیں جانتی کہ میں کیا لکھ رہی ہوں۔ وہ بجا ہے بائیے جا۔ دل برقرار نہیں طبیعت میں گھبراہٹ شروع ہوگئی ہے۔ دل دھڑک رہا ہے۔ موت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

چلتی نہیں زبان بھی اب اس کی کیا کرے
آتا ہے ہر سخن پہ تیرے ناتواں کو غش

واقف ہوئے نہ اہل جہاں کے طریق سے — بیگانہ وار آئے تھے ناآشنا چلے
آبا درکھے حق تجھے اے شادکام عیش — خادم ترے غریب ترے بینوا چلے
ہر وقت جاؤ جاؤ کہا تنگ سنے کوئی — در سے ترے چلے چلے۔ او بیوفا چلے

جاتے ہیں اب وہاں کہ جہاں سے نہ آئیں گے
گر درد وغم کو ساتھ ہو چلنا چلا چلے

یہ صندوقچہ ہے جو موت کے وقت ابا جان نے مجھے دے کر یہ فرمایا تھا۔ کہ روشنک! اس صندوقچہ کو ہرگز کسی کے حوالے نہ کرنا۔ اور خود بھی نہ کھولنا۔ لیکن عین شادی کے روز اپنے شوہر کے حوالہ کرنا۔ یہ ہماری امانت ہے ہماری وصیت ہے + صاحب من یہ ابا جان کی امانت وصیت کے موافق آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں کیونکہ خدا جانے کل ہماری موت کے بعد یہ صندوقچہ کس کے ہاتھ لگے۔ اور حشر میں ابا جان سے شرمندگی ہو + اب میں اپنے ذمہ سے بری ہوئی۔ آپ جانیں یا آپ کے مرحوم چچا اور روز حشر۔ فقط ۔

راقم۔ زیست سے بیزار۔ روشنک دلفگار

روشنک نے لفافہ بند کیا۔ اور کہا لو نرگس یہ خط تیار ہے۔ لیکن کون لے کر

جائے۔ ڈاک ہی میں کون ڈال آئے؟ مجھے تو کسی پر اعتبار نہیں۔ اپنے سایہ سے بھڑکتی ہوں۔" نرگس "بسم اللہ لونڈی حاضر ہے۔ میں ان کی کوٹھی تک جاؤں گی۔" روشنک "کیونکر؟ تم نے بچپنے سے جوانی تک پردہ میں پرورش پائی ہے حوصلہ کیسی کالاؤ گی؟" نرگس "حضور آپ دیکھئے تو سہی۔ میرا حوصلہ بڑا ہے۔ مرتا کیا نہ کرتا! یہ اخیر تدبیر کر لوں۔ میں آپ پر صدقے ہونے کو تیار ہوں ایک جان نہیں بلکہ ہزار جان نثار کرتی ہوں۔ عبدالکریم میرا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے۔ والدہ مرحومہ اکثر ذکر کرتی رہتی تھیں۔ میں اول اس کے پاس جاؤں گی۔"

روشنک "وہ تم کو کیا جانے۔ تم نے دیکھا کب ہے؟" نرگس "خواب میں بھی صورت نہیں دیکھی لیکن قسمت آزمائی کروں گی۔ ہرچہ باداباد۔ آپ مجھے خط اور صندوقچہ دیں۔ اس وقت کسی ترکیب سے نکل جاؤں سب لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔" یہ کہہ کر نرگس نے برقعہ اوڑھا خط کو چھپا صندوقچہ بغل میں دبا۔ بسم اللہ کہہ کر چلی۔ جلد جلد قدم اٹھاتی چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتی ہوئی سب کی نظر بچاتی ہوئی ڈیوڑھی تک آئی۔ تو دربان نے ٹوکا "تم کون ہو؟"

نرگس "دربان جی۔ تم ہمارے نواب صاحب کے وقت کے آدمی ہو۔ میں چھوٹی بیگم کی دودھ شریک بہن نرگس ہوں کبھی ڈیوڑھی تک آنے کی نوبت نہیں آئی۔ آج ایسی ہی تباہی آئی ہے۔ میرا دنیا میں سوائے خدا کے کوئی نہیں اس وقت مجھ بیکس کی تم مدد کرو۔ اور ایک گاڑی بلا دو۔ میں راستہ کے اس طرف کھڑی ہوتی ہوں۔ تم فوراً ہمارے پاس آنا۔ لو یہ اشرفی تمہیں پان کھانے کو دیتی ہوں۔ اگر میں کامیاب پھری۔ تو یہ دونوں کڑے جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ نواب صاحب نے پانچ سو کو خریدے تھے۔ تمہاری نذر کر دوں گی۔"

دربان "(اشرفی لے کر) لیکن سوچ لو۔ کوئی خرابی تو نہ آئے گی؟ مرزا صاحب کے مزاج سے تم بخوبی واقف ہو گی۔ اور آج کل تو سخت چوکی پہرہ ہے۔ بڑے نواب صاحب کے محل میں جانے کی ممانعت ہے۔ آخر تم جاؤ گی کہاں؟"

نرگس "نہیں میں وہاں نہیں جاتی۔ مجھے کہیں اور جانا ہے۔ تم گھبراتے کیوں ہو۔

میں تم کو اس قدر دوں گی کہ تم کو نوکری کی حاجت نہ رہے گی"۔ الغرض دربان راضی ہو گیا۔ اور نرگس اس کے ہمراہ ہمت کے ساتھ تیز قدم اُٹھاتی ہوئی۔ ڈیوڑھی پھاٹک سے ہوتی ہوئی راستہ پر ہو رہی + ایک درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ دل میں طرح طرح کے خیالات اور ولولے اُٹھ رہے تھے۔ کبھی نکلنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ پاؤں کانپ رہے تھے چاروں طرف نظر حیرت سے دیکھ رہی تھی + دربان فوراً اندر گیا۔ اور ایک خدمت گار کو ایک روپیہ دے کر اپنی جگہ یہ کہہ کر بٹھایا۔ کہ "میں ابھی آیا مجھے ایک ضروری کام ہے تم ہماری جگہ بیٹھے رہو۔ اور خود نرگس کو تشفی دے کر گاڑی کے واسطے گیا + نرگس اسی حالت میں دس منٹ تک کھڑی رہی + لوگ راستہ میں چلتے پھرتے تھے۔ وہ سراسیمہ کھڑی تھی۔ کہ دربان مع گاڑی کے آیا۔ نرگس نے خدا کا شکر کیا اور سوار ہوئی + دربان کوچ کی بغل میں بیٹھ گیا اور سر جھکا کر پوچھا کہاں جانا ہوگا؟" نرگس "ہمایوں فر صاحب کی کوٹھی۔ امبر پارک اسٹریٹ تم کو معلوم ہے؟" دربان "(کوچ مین سے) کیوں میاں تم کو معلوم ہے؟" کوچ مین "وہ مشہور شخص ہیں۔ ان کی کوٹھی سب کو معلوم ہے۔ جمنا کے قریب ہے۔ لاٹ صاحب کی کوٹھی کے پورب طرف"

یہ کہہ کر کوچ مین نے گھوڑے پر چابک جمائی اور گاڑی دم کے دم میں پھاٹک پر تھی۔ دربان "کہاں سے آئے؟ گاڑی اندر نہ جائے۔ ٹھیرو"

کوچ مین نے گھوڑے کی باگ روک لی۔ سر ہمایوں فر کا دربان سرخ وردی پر کلابتون کا کام بنا ہوا۔ پگڑی پر ان کا نام کھدا ہوا۔ چاندی کا نشان لگا ہوا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا + دربان "یہ گاڑی کہاں سے آئی؟"

نواب صاحب کا دربان "(کھڑکی کے قریب آکر) کیا بتائیں؟" نرگس "کہہ دو کہ نواب صاحب کے محل سے۔ عبدالکریم کو ذرا بلا دو کوئی ضروری کام ہے"

دربان فوراً گیا اور عبدالکریم گاڑی کے قریب آیا +

عبدالکریم "(نواب صاحب کے دربان سے) یہ سواری کہاں سے آئی ہے؟"
دربان "چھوٹے نواب صاحب کے محل سے زنانی سواری ہے"

عبدالکریم: (تعجب سے) چھوٹے نواب صاحب کے محل سے زنانی سواری؟"
نرگس: (کھڑکی سے آہستہ سے) بھائی مجھے آپ کے آقا سے کچھ عرض کرنا ہے میں ضروری کام کو آئی ہوں۔ اتنی التجا ہماری قبول ہو۔ مجھے حضور تک پہنچا دو تو احسان ہو۔ مصیبت زدہ ہوں یتیم ہوں بیکس ہوں۔ ہماری مدد کرو خدا اجر خیر دے گا"
عبدالکریم: (دل میں) الٰہی یہ کون ہے اور کیوں آئی ہے۔ چھوٹے نواب صاحب کا نام بتاتی ہے۔ صاحب سے ملنا چاہتی ہے۔ یہ کیا اسرار ہے؟ کچھ سوچتا ہوا اندر گیا۔ خوش نما باغ میں جس کے گرد لوہے کی سلاخیں اور زناروں کے کٹہرے سے حد بندی کی ہوئی تھی۔ جابجا مالی صاف سفید کپڑے پہنے پگڑی باندھے کام کر رہے تھے۔ کوئی پھولوں کے درخت میں پانی دے رہا ہے۔ کوئی گھاس برابر کر رہا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں بڑی سی قینچی ہے درخت کی قطار کو برابر کر رہا ہے کوئی مٹی درست کرنے میں سر جھکائے مصروف ہے۔ باغ پُرفضا عمدہ کوٹھی۔ عالی شان فرش فروش۔ فرنیچر سے سجا ہوا۔ ہمارے ناول کے ہیرو مسٹر ہمایوں فر اس وقت شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھا رہے تھے۔ ان کی چمک دار بلند و خوشنما پیشانی۔ ہرن کی سی آنکھیں کھنچی ہوئی ابرو۔ اونچی اور سیدھی ناک۔ رخسارے صاف۔ لب خوب صورت دانت خوب صورت چمک دار۔ ورزش کیا ہوا بدن۔ نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ شیر کی سی کلائی۔ چوڑا سینہ۔ مردانہ حسن۔ جوان رعنا۔ سرخ و سفید چمک دار رنگ۔ گوری گوری بلور کی سی گردن۔ اس پر کالا اور گہری سبز رنگ کی نکٹائی۔ سیاہ بانات کا کوٹ۔ اور کسی قدر ہلکی آسمانی پتلون قمیص پہنی۔ اس میں ہیرے کے بٹن لگے ہوئے۔ پاؤں میں بادامی بوٹ۔ داہنے ہاتھ میں ایک ہیرے کی انگشتری ویسٹ کوٹ کی جیب سے ایک طلائی گھڑی کی جڑاؤ زنجیر نمودار۔ کوٹ کی جیب سے ریشمی رومال کا کونا باہر نکلا ہوا۔ ہاتھ میں ایک چھڑی اور دوسرے میں ایک لفافہ لئے چہل قدمی کر رہے تھے۔ اتنے میں سامنے سے عبدالکریم آیا۔ ادب سے سلام کرکے کھڑا ہو گیا۔

ہمایوں فر: (کھڑے ہو کر) کیا ہے؟ عبدالکریم: حضور ایک برقعہ پوش عورت کرایہ کی گاڑی

پر آئی ہے۔ اور حضور سے ملنا چاہتی ہے + کہتی ہے میں چھوٹے نواب صاحب کے محل سے آئی ہوں یتیم ہوں بیکس ہوں مصیبت زدہ ہوں۔ مجھے حضور تک پہنچا دو۔" ہمایوں فر" (دل میں) خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے۔ ماموں صاحب نے لکھا ہے۔ کہ تم ضرور آؤ۔ یہاں معاملہ دگرگوں ہو رہا ہے۔ روشنک کی شادی ہوئی ہے۔ ابا جان خود گئے تھے۔ چچی نے ان کو ذلیل کیا۔ الٰہی یہ کیا اسرار ہے؟ کہیں چچی تو نہیں آگئیں؟ اب میں کیا کروں۔ نہ تو ان کی خوشی کر سکتا ہوں کیونکہ ابا جان خودکشی پر آمادہ ہیں۔ ماموں صاحب نے صاف صاف لکھا ہے۔ اگر تم فوراً نہ آئے۔ تو اپنے ابا جان کو زندہ نہیں پاؤ گے۔ اور اب چچی آگئی ہیں۔ میں کیوں کر پیارے چچا کی بیوہ کو آزردہ خاطر کروں؟ (پھر سر اُٹھا کر) اُف اُن کو تکلیف ہوئی ہو گی۔ خدا جانے کون ہیں۔ عبدالکریم جاؤ گاڑی اندر لاؤ" +

عبدالکریم سلام کر کے چلا گیا۔ اور گاڑی اندر آئی + ہمایوں فر خود گاڑی کے قریب آ گئے۔ دربان کوچبان دونوں نے جھک کر سلام کیا رعب سے پیچھے ہٹ گئے + نرگس گاڑی سے اُتری۔ اس کی صورت برقعہ سے ڈھکی ہوئی تھی +

ہمایوں فر" آپ کون ہیں یہ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں؟"

نرگس نے از سرتاپا ہمایوں کو دیکھا۔ اور اُن کی آواز کو سُنا تو کہا سبحان اللہ کیا میٹھی آواز ہے۔ آنکھوں سے رحم کے آثار نمودار ہیں + دل کو ڈھارس ہوئی تو جھک کر بندگی کی + ہمایوں فر" (دل میں) میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ یہ کوئی اَور ہو گی۔ چچی نہیں ہیں۔ خیر شکر ہے۔ (نرگس کی طرف مخاطب ہو کر) آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" نرگس" (ہاتھ جوڑ کر) حضور میں لونڈی ہوں۔ کچھ پیغام لائی ہوں۔ تخلیہ میں عرض کرنا ہے" + ہمایوں فر" اچھا تم ہمارے ساتھ آؤ" نرگس سر جھکائے ساتھ ہو لی۔ اور کمرے کے اندر گئی + ہمایوں فر نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ یہاں تخلیہ ہے۔ اور خود بھی ایک کرسی کھینچ لی اور بیٹھ کر کسی قدر نرگس کی طرف باتیں سننے کی غرض سے سر جھکا دیا۔ کیونکہ وہ آہستہ آہستہ باتیں کرتی تھی۔ اور اس کی آواز کانپ رہی تھی + اس کے دل میں اُمید

اور نا امیدی اُٹھ اُٹھ کر پریشان کر رہی تھیں + ہمایوں فرزؔ کہو میں متوجہ ہوں۔ کس نے بھیجا ہے ؟ نرگس : حضور۔ لونڈی کا نام نرگس ہے۔ میں روشنک بیگم کی انّا کی لڑکی ہوں۔ ساتھ کی کھیلی اور سہیلی ہوں + نواب صاحب نے لونڈی کو صاحبزادی کی خدمت میں دکھا تھا۔ لکھایا پڑھایا۔ لونڈی کو بہت چاہتے تھے۔ ہمارے سر سے ان کا سایہ اُٹھ گیا۔ ان کے بعد گھر کی کایا پلٹ ہو گئی۔ ہماری بیگم کو اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ بیان سے باہر ہے + نواب صاحب روشنک بیگم کو آنکھوں کا تارا سمجھتے تھے۔ ان کو اور طرح اُٹھایا ہے۔ عربی فارسی انگریزی کی تعلیم دی ہے۔ اور ان کی امّاں جان اور خیال کی ہیں۔ دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ بیگم صاحب اپنے بھتیجے لاڈلے مرزا سے ہماری بیگم کا رشتہ کرنا چاہتی ہیں۔ آج مائیوں بٹھانے کی رسم ادا ہوگی۔ آج کے چوتھے روز برات ہے۔ روشنک بیگم کو یہ رشتہ منظور نہیں۔ لیکن وہ ماں کے اختیارات سے واقف ہیں۔ خوف ہے اور زمانہ کی نگوڑی رسم سے مجبور ہیں۔ روتے روتے ہلکان ہو گئیں اور خودکشی پر آمادہ بیٹھی ہیں + بڑے نواب صاحب آئے۔ بڑی بیگم صاحبہ نے مغلانی کو بھیجا۔ لیکن ان کی ڈولی واپس گئی۔ جس وقت نواب صاحب آئے روشنک بیگم مثل ماہی بے آب کے تڑپ گئیں اور روتے روتے غش ہو گئیں۔ کہ میں کس طرح اپنے چچا جان کو دیکھوں گی۔ جو مجھے ابا جان کے برابر ہیں۔ اگر میرا بس چلتا۔ تو دوڑ کر چچا جان کے قدموں سے لپٹ جاتی۔ لیکن افسوس ان کو تو باہر ہی سے واپس کر دیا گیا۔ چند شہدے اور پولیس کے سپاہی بیٹھے ہیں۔ ہم نے جب دیکھا۔ کہ اب ہماری بیگم خودکشی کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور کوئی تدبیر آبرو بچنے کی نہیں۔ کمر ہمت باندھ نکل کھڑی ہوئی۔ اور آپ تک پہنچی۔ یہ خط اور یہ صندوقچہ ہے ؛؛

ہمایوں فرزؔ (ہاتھ بڑھا کر) ٹھیرو میں پہلے خط پڑھ لوں + ہمایوں فرز غور سے خط پڑھ رہے تھے اور نرگس ان کے چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی جو متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب پڑھ چکے تو سر کو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے دس منٹ تک خاموش

رہے۔ کمرے میں بالکل سناٹا چھا گیا۔ دفعتاً ان کو چچا کا تصور بندھا اور دل میں طرح طرح کے خیالات اُٹھ اُٹھ کر بے چین کرنے لگے۔ ہمایوں فرؔ (دل میں) چچا کے کس قدر احسان مجھ پر ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھایا پڑھایا۔ اور کس قدر محبت کرتے تھے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو میں کیوں کر چار آنکھیں کرتا۔ لیکن میری کیا خطا ہے؟ یہی نا۔ کہ شادی کر لی۔ آخر کیا کرتا؟ مجھے روشنک کی رائے معلوم نہ تھی۔ اگر اس کی رائے مجھے معلوم ہوتی۔ تو میں کیوں ایک دوسری عورت کا شوہر بن جاتا؟ میں نے جو کچھ کیا روشنک کی خاطر کیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ہمارے ساتھ فریب کیا گیا؟ میرا خیال تھا کہ چچی کو رنج نہ دوں۔ وہ اپنی مرضی سے لڑکی بیاہیں۔ لیکن یہ بھید تو آج کھلا کہ روشنک خودکشی پر تیار ہے۔ اس کو یہ منظور نہیں۔ افسوس ہمارے یہاں کی کیا بُری رسم ہے۔ استغفر اللہ خدا نے بڑی خیر کی۔ کہ روشنک نے مجھے مطلع کر دیا۔ ورنہ اگر وہ جان پر کھیل جاتی۔ تو میں اس کا قاتل ہوتا۔ اپنے پیارے محسن چچا کی اکلوتی بیٹی کو خاک میں ملاتا۔ اُف اُف! بے چاری سخت مصیبت میں گرفتار ہے۔ میں کیا کروں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ضرور اس بیکس کو ظلم کے پنجہ سے چھڑانا میرا فرض ہے۔ کیونکہ یہ میرے اِمکان میں ہے۔ اگر میرا نکاح نہ بھی ہوتا۔ تاہم مجھے خدا نے عزت اور طاقت بخشی ہے۔ کہ ایک بیکس عورت کی مدد کر سکوں۔ بحیثیت چچازاد بہن کے بھی میں اس کو بچا سکتا ہوں۔ لڑکی کو شادی منظور نہیں ہے۔ وہ مرنے پر تیار ہے اور لوگ خوشیاں مناتے ہیں۔ بے چاری مفت میں قربان ہو جائے گی۔ اور میری غیرت کب یہ گوارا کرے گی مرد ہو کر مظلوم کو ظالم کے پنجہ سے نجات نہ دوں۔ نہیں! میں ضرور مدد کروں گا!

ہمایوں فرؔ۔ نرگس! میں اپنے چچا کی لڑکی کی مدد کو تیار ہوں۔ تم جواب لے کر جاؤ۔ اور ہماری طرف سے تشفی کر دو۔ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔

نرگس قدموں پر گر کر رونے لگی۔

ہمایوں فرؔ (نرگس کو اُٹھا کر) کیوں کیوں! خیر تو ہے؟

نرگس:- (آنسو خشک کرکے) ہاں! میرے آقا خیر ہے۔ یہ آنسو خوشی کے ہیں۔ جو بے اختیار نکل پڑے۔ صدقے جاؤں جناب باری کے جس نے ہماری بیگم کی جان اور آبرو بچائی!

ہمایوں فر:- تم اطمینان سے بیٹھو۔ میں جواب لکھوں گا۔ نرگس:- بہت خوب!

ہمایوں فریز کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے اور یوں جواب لکھا:-

پیاری آرزو شنگ!

تمہارا رنج و غم سے بھرا ہوا خط مجھے ملا۔ جس کے پڑھنے سے میرے دل کا عجب حال ہوا۔ تم میرے پیارے محسن چچا کی بیٹی ہو۔ مرحوم کے احسان اس قدر میری گردن پر ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ تم مجھ کو اپنا سچا خیر خواہ اور خادم سمجھو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ اس شادی سے تم اس قدر ناراض ہو؟ میں نے غلط سمجھا تھا۔ تمہاری رائے مجھے لندن میں معلوم ہوجاتی۔ تو آج کیوں میں ایک دوسری عورت کا شوہر ہوتا؟ میں خود نادم ہوں تمہارا خطاوار ہوں۔ شرمسار ہوں۔ حکم قضا و قدر یوں ہی تھا۔ بے جا شرم واہیات رسم و رواج نے یہ دن دکھایا ہے۔ لیکن تم گھبراؤ نہیں اطمینان رکھو۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے خلاف مرضی کوئی کام نہ ہوگا۔ لاڈلے مرزا۔ تقی مرزا صاحب اور اُن کے پولیس چوکی پہرے سے خوف نہ کرو۔ میں تمہارے چچا کا لڑکا ہوں۔ اگر نکاح نہ بھی ہوتا۔ جب بھی میں تمہاری مدد کرتا۔ خودکشی گناہ کبیرہ ہے اور تم تعلیم یافتہ ہو۔ اس خیال خام سے درگزرو ؎

نہ داغِ یاس سے گھبرا بر آئے گی اُمید
گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا

میں تمہارے واسطے جان و مال سے حاضر ہوں۔ آج ٹھیک نو بجے میں ڈیوڑھی پر حاضر ہوں گا۔ صندوقچہ میں نے رکھ چھوڑا ہے۔ اس خیال سے کہ شاید تم ساتھ لے نہ سکو۔ لیکن میں نے کھولا نہیں حفاظت

سے رکھا ہے۔ اور تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ تم نے مرحوم کی امانت کی اتنے روز تک میرے واسطے حفاظت کی +

تمہارا خیر طلب ہمایوں فر

خط کو لفافہ میں بند کیا اور نرگس کو دیا + عبدالکریم سے کہا "تم بھی گاڑی پر سوار ہو جاؤ۔ اور ان کو بحفاظت ڈیوڑھی تک پہنچا آؤ۔ اور یہ خط لو۔ بہرا سے کہو۔ موٹر پر کرنل صاحب کی کوٹھی پر جائے" +

روشنک بیگم حالت بے قراری میں مثل ماہی بے آب تڑپ رہی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ اٹھی۔ اور جانماز بچھا کر نفل پڑھے۔ اور سجدہ میں گر کر گڑگڑا کر دعا مانگنے لگی + آنکھوں سے آنسوؤں کی دو نہریں جاری تھیں۔ جائے نماز کا ایک حصّہ بھیگ گیا تھا۔ وہ بالکل بدحواس تھی۔ کئی مرتبہ چند بیگمات مائیوں کی رسم کرنے آئیں۔ دلہن کو جائے نماز پر دیکھ کر الٹے پاؤں واپس گئیں۔ اتنے میں کسی نے آکر روشنک کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ تو وہ چونک گئی۔ اور فوراً بیہوش ہوگئی + نرگس + جس نے ہاتھ رکھا تھا گھبرا گئی۔ اور جلدی سے پانی کے چھینٹے دیئے۔ تو روشنک کو ہوش آیا + نرگس کو سرہانے دیکھ کر کہا "ایں یہ نرگس ہیں۔ یا میں خواب دیکھ رہی ہوں"؟

نرگس "بیگم لونڈی حاضر ہے از برائے خدا آپ دل کو سنبھالیں" +

روشنک "پیاری نرگس کیا خبر لائیں؟ تمہارا وہاں تک گذر ہوا یا نہیں"؟

نرگس ۔ کی ہے کیا جلد دعا عاشق خستہ کی قبول
غیب سے بھیجدئے اس نے بچانیوالے

لیجئے یہ خط کا جواب ہے" + روشنک "کیا واقعی ہمارے خط کا جواب ہے"؟ روشنک نے خط پڑھا۔ نرگس کو سنایا۔ نرگس نے ہمایوں فر کی ہزاروں تعریفیں کیں + اتنے میں حسینی بیگم مع چند بیگمات کے اندر آئیں۔ روشنک نے فوراً خط کو چھپا لیا۔ اور سر کو جھکا لیا + ایک بیگم نے دلہن کو گود میں اٹھا لیا۔ منڈھوے کے تلے چاندی کی چوکی پر بٹھایا۔ سات سہاگنوں نے پیشانی پر صندل

لگائی۔ گوری گوری خوب صورت کلائی میں زردوزی کنگنا باندھا شیرینی دُلہن کے منہ میں دی۔ پھولوں کا گہنا پہنایا + ڈومنیوں نے گانا شروع کیا + بیبیاں دُلہن کو گھیرے ہوئے تھیں۔ ایک تو نوعروس۔ نازنین۔ گل بدن تھی۔ اس پر پھولوں کے گہنے زعفرانی جوڑے نے حسن کو اور بھی بھڑکا دیا + دُلہن گھونگٹ نکالے اور سر جھکائے بیٹھی تھی۔ سمدھنوں کو شربت پلایا گیا۔ دُلہن کو پھر اسی طرح گود میں اٹھا کر کمرے میں لے گئیں + اس کے بعد دوسری طرف لاڈلے مرزا نوشہ بنے ہوئے اندر آئے۔ زرد جوڑا۔ پور پور چھلے۔ پٹی جمائے۔ سرمہ لگائے۔ عطر میں ڈوبے ہوئے منڈوے تلے آئے کنگنا باندھا گیا۔ ڈومنیاں رسم کرنے لگیں + یہاں نوشا وہاں نج رہے تھے۔ اور بڑے نواب صاحب منہ لپیٹے پلنگ پر گرے ہوئے تھے + عالیہ بیگم گھبرائی ہوئی سرہانے کھڑی تھیں۔ اشرف علی غصہ سے نقی مرزا کو لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اتنے میں غضنفر آئے + اشرف علی "غضنفر! ہمایوں فر کو ہم نے تاکید کی تھی۔ دو گھنٹے گذرے ہمارا خط اس کو ملا ہے۔ اور اب تک نہ آنے کی وجہ؟"

غضنفر "کیا میں جاؤں؟" اشرف "خادم کو فوراً بھیج دو"

اتنے میں ہمایوں فر بھی آ گئے اور تسلیم کی + اشرف (اُٹھ کر) "اچھا ہوا تم آ گئے۔ ورنہ میں خود ہی جانے کو تھا" ہمایوں فر "مجھے آپ کا خط پہنچا۔ تعمیل حکم میں دیر ہوئی۔ ایک ضروری امر تھا۔ فرمایئے میں حاضر ہوں"

اشرف "معاملہ نے طول کھینچا ہے۔ اب کیا تدبیر کی جائے؟ تمہارے پاس نقی مرزا گئے تھے۔ تم نے اُن کو کچھ کہا تھا؟" ہمایوں فر "جی نہیں ہم نے ان کی صورت تک نہیں دیکھی" نواب صاحب (ڈپٹ کر) "ناشدنی کم بخت تجھے غیرت نہیں آتی۔ دور ہو ہمارے سامنے سے۔ مجھے تیری صورت سے نفرت ہے۔ جس دانت میں درد ہو اُس کو نکلوا دینا چاہیئے"

ہمایوں فر "(قدموں پر جھک کر) قبلہ من! آپ کو جس قدر اختیارات مجھ پر حاصل ہیں۔ ان کی کوئی حد نہیں میں اپنی خطا کی معافی چاہتا ہوں"

نواب صاحب " تو کشتنی گردن زدنی ہے۔ تو نے میری ریش میں روغن قاز مل دیا۔ تیری وجہ سے میں ذلیل ہوا۔ اب مجھ کو سوائے خودکشی کے اور چارہ ہی نہیں غضب خدا کا! روشنک کی شادی بلکہ ناجائز نکاح لاڈلے مرزا سے ہو اور ہم دیکھا کریں۔ اُف اُف۔ اس وقت ہمارے بدن سے چنگاریاں نکل رہی ہیں" ہمایوں فر " قبلہ من!" نواب صاحب " بس خاموش!"

اشرف " صلاح نہ شد بلا شد۔ بھائی صاحب! اس وقت تدبیر کرنی چاہئے نہ کہ غصہ۔ ہمایوں فر غریب تو ہر طرح آپ کے تابع فرمان ہے۔ حسینی بیگم اور نقی مرزا کی ساری خطا ہے۔ نہ کہ اس بے چارے کی + ہمایوں فر کے نام طوفان باندھا گیا۔ ورنہ اس نے نہ طلاق نامہ دیا ہے اور نہ زبانی کہا ہے"

الغرض ہمایوں فر نے بھاوج سے کہا " کہ میں خود چچی کی خدمت میں جاتا ہوں۔ اور اس شادی کو روکتا ہوں۔ آپ لوگ آدھا گھنٹہ خاموش رہئے اور ابا جان کو سمجھائیے" بھاوج " آپ تنہا نہ جائیں۔ وہاں ضرور فساد ہوگا۔ پولیس کا پہرا بھی موجود ہے۔ خواہ مخواہ کیوں عزت گنواتے ہیں؟ چچی کی اگر عدالت تک نوبت گئی تو کیسی فضیحتی ہوگی توبہ توبہ!" ہمایوں فر " آپ خاطر جمع رکھیں۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں ضرور اُن کو سمجھا لوں گا"

بھاوج " آخر کیا کریں گے۔ آپ وہاں۔ ہم بھی سنیں" ہمایوں فر " ہم نے تحقیق خبر پائی ہے۔ کہ بیچاری روشنک اس شادی کے خلاف ہے۔ اور سخت پریشان ہے۔ اس لئے اس بے کس لڑکی کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ میں کوٹھی سے سیدھا چچی کے یہاں جاتا لیکن پھر خیال ہوا ہے آپ سے کہہ کر جاؤں۔ دوسرے ماموں صاحب نے تاکیداً بلایا تھا" بھاوج " کسی کو ساتھ لے لو۔ وہاں شہدے بدمعاش جمع ہیں" ہمایوں فر " (مسکرا کر) ہم نے ملٹری سپاہیوں کو بلایا ہے۔ کرنل صاحب ہمارے دوست ہیں۔ (گھڑی دیکھ کر) دس منٹ اور باقی ہیں وہ لوگ آجائیں گے" بھاوج " ہاں اب اطمینان ہوا" ہمایوں فر " جب تک میں وہاں سے نہ پھروں۔ آپ کسی سے ذکر نہ کریں"

یہ کہہ کر ہمایوں فر باہر آئے تو دیکھا کہ بارہ سپاہی تلوار کرچ لگائے گھوڑوں پر سوار عبدالکریم کے ہمراہ منتظر کھڑے ہیں + سب نے ہمایوں فر کو سلام کیا + ہمایوں فرلندن کے والنٹیرز میں ایک زمانہ رہ چکے تھے اس لئے چست وچالاک تھے + ہمایوں فر فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ عبدالکریم ایک پالکی گاڑی لے کر ہمراہ ہوا + لاڈلے مرزا مردانہ مکان میں گاؤتکیہ لگائے نوشہ بنے بیٹھے تھے ار د گرد شہدے۔ مصاحب جمع تھے۔ اور ڈینگ مار رہے تھے۔ کوئی گا رہا تھا۔ ایک طرف مجرا ہو رہا تھا۔ دوسری طرف دسترخوان چنے جا رہے تھے + اتنے میں گھڑی نے ٹن ٹن نو بجائے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آئی۔ پولیس کے سپاہی ملٹری سپاہیوں کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ چند شہدے فوجی سپاہیوں کی صورت دیکھ کر اور ہمایوں فر کو انگریزی افسر سمجھ کر بھاگ کھڑے ہوئے + ہمایوں فر گھوڑے سے اترے اور سیدھے ڈیوڑھی پر گئے + پولیس کے سپاہی ہٹ گئے۔ اور جھک کر سلام کیا + ہمایوں فر نے زور سے پکارا "نرگس! نرگس!! میں اندر آؤں؟"

نرگس جو منتظر کھڑی تھی۔ آداب بجا لا کر بولی "حضور تشریف لائیں۔ لونڈی کھڑی ہے" ہمایوں فر "تم چچی صاحبہ کو خبر کرو۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں"+

نرگس "میرے آقا اس وقت ان کو خبر نہ ہو۔ ورنہ وہ خدا جانے کیا قیامت مچائیں۔ وہ ہرگز روشنک بیگم تک آپ کو پہنچنے نہ دیں گی۔ بہتر ہے کہ حضور دبے پاؤں لونڈی کے ساتھ آئیں"+

ہمایوں فر کو خیال ہوا کہ یہ عورت کہیں مجھے دھوکا تو نہیں دیتی ہے۔ لیکن خیر میں جاؤں گا ضرور۔ چاہے کیسا ہی خطرہ کیوں نہ ہو۔ مجھے روشنک کی جان بچانا ہے + ہمایوں فر خاموش نرگس کے پیچھے ہو لئے + وہ سب کی نظر بچاتی ہوئی باورچی خانہ کے پیچھے کی طرف سے ہوتی ہوئی زینہ تک آئی + زینہ پر بی مغلانی شمع دان لئے چڑھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں زینہ پر ہمایوں فر سے چار

ہوئیں۔ تو وہ ایک انگریز کو اِس طرح زینہ پر چڑھتے دیکھ کر چیخ اُٹھی + شمع دان ہاتھوں سے گر پڑا۔ اور وہ خوف سے کانپنے لگی۔ پاؤں پھسلا اور دھم سے گری + دھماکے کی آواز سن کر پیش خدمتیں دوڑ پڑیں۔ ہمایوں فر اور نرگس فوراً دو منزلہ پر تھے +

ایک عورت "بی مغلانی کیا ہوا؟" مغلانی "ارے وہ گیا۔ وہ گیا (کانپ کر) وہ گیا کوئی انگریز تھا۔ اُف لوگو بیگم صاحب کو خبر کرو۔ ہے ہے خدا جانے کون ہے"

کسی نے کہا۔ واہ بی۔ تمہاری بھی مت ماری گئی ہے۔ کسی نے کہا دیوانی تو نہیں ہوگئیں۔ وہ گیا وہ گیا۔ کی رٹ لگائی ہے + کسی نے ہنس کر کہا۔ کہ کوئی نیند میں بڑاتا ہے۔ یہ تو جاگتے میں بڑانے لگیں۔ کسی نے کہا۔ آسیب تھا۔ یا چھلاوا۔ آخر گیا کہاں؟ مغلانی "میرے حواس بجا کہاں تھے۔ کہ غور سے دیکھتی لیکن میں نے ایک شکل ضرور دیکھی"+

زینہ پر یہ شور تھا۔ کوئی قہقہہ لگا رہی تھی۔ کوئی بتا رہی تھی۔ اتنے میں ہمایوں فر روشنک کے کمرے کے دروازہ پر آئے + روشنک اس وقت شادی مرگ ہو رہی تھی۔ لیکن شرم وحیا سے جو کنواری لڑکیوں کا شیوہ ہے۔ فوراً منہ چھپا کر کرسی کی اوٹ میں ہوگئی + ہمایوں فر "نرگس تمہاری بیگم کہاں ہیں؟"

نرگس "کرسی ہٹا کر حضور یہ کیا بیٹھی ہوئی ہیں؟" ہمایوں فر "ان کو تکلیف نہ دو۔ میں دروازہ پر کھڑا ہوں۔ دریافت کرو مجھے کیا حکم ہوتا ہے؟"

نرگس "بیگم حضور کیا کہتی ہیں۔ سنا آپ نے؟" روشنک "یہ کہدو کہ ہم خود فرمانبردار ہیں۔ وہ ہمارے مالک ومختار ہیں۔ ہماری طرف سے شکریہ ادا کرو۔ کہو۔ کہ بڑی تکلیف ہوئی"+

نرگس نے کہا تو ہمایوں فر نے جواب دیا "تکلیف نہیں۔ بلکہ عین راحت ہے۔ کہ میں اپنے محسن کی لڑکی کے کام آؤں۔ نرگس جلد تیار ہو جاؤ۔ اور ہمارے ہمراہ چلو۔ ورنہ کہو! میں چچی صاحبہ کو بلا کر اجازت لوں جیسی مرضی ہو"+

نرگس:"وہ کہتی ہیں آپ کو اختیار ہے۔ چاہے جس طرح لے جائیں۔"
اتنے میں حسینی بیگم نمودار ہوئیں۔ بی مغلانی کی زبانی انگریز کا ذکر سن کر ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اور گھبرائی ہوئی روشنک کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ تو واقعی ہمایوں فر کو دروازہ پر کھڑا پایا۔ چونکہ حسینی بیگم نے لندن سے آنے کے بعد ہمایوں فر کو نہیں دیکھا تھا۔ اور کیونکر دیکھتیں۔ نہ تو وہ خود چھوٹے نواب کے بعد بڑے نواب صاحب کے یہاں گئیں۔ اور نہ ہمایوں فر ہی کبھی آئے۔ لہذا چیخ اٹھیں۔ کسی نے کہا "ارے لوگو یہ کون ہے؟"
گھر کی عورتیں چار طرف سے جمع ہوگئیں۔ ہمایوں فر تو یہ طوفان بےتمیزی دیکھ کر پریشان ہوئے۔ روشنک رونے لگی نرگس نے کہا افسوس ؎

قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ہمایوں فر:"آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ میں ہوں ہمایوں فر۔"
حسینی بیگم ہمایوں فر کا نام سن کر سارا خوف بھول گئیں اور کھڑی ہوگئیں۔
حسینی بیگم:"یہاں کس طرح اور کیوں آئے؟" ہمایوں فر:"مجھے چچی صاحبہ سے ملنا ہے۔" حسینی بیگم:"یہ کون موقعہ ہے تمہارے آنے کا۔ یہاں کوئی تمہاری چچی نہیں ہے واسطے خدا کے یہاں سے ہٹو۔" ہمایوں فر:"کیا میں اپنے چچا نواب جعفر مرحوم کے مکان میں نہیں کھڑا ہوں؟" حسینی بیگم:"(غصہ سے) ارے لوگو یہ کیا اندھیر ہے۔ بلا خوف خطر ہمارے زنانہ محل میں گھس آیا؟"
ہمایوں فر:"جب یہ گھر آپ کا ہے تو بےشک آپ ہماری چچی ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں اور سر جھکا کر تسلیم عرض کرتا ہوں۔" حسینی بیگم:"او موذی شیطان! تجھ پر خدا کی مار۔ علیؑ کی سنوار۔ تیرے منہ میں کیڑے چلیں۔ تجھ پر گاج گرے۔ یہاں دل لگی کرنے آیا ہے۔ بس خیر اسی میں ہے کہ فوراً چلا جا۔"
ہمایوں فر:"چچی دل لگی کیسی میری مجال ہے کہ دل لگی کروں۔ آپ ہماری بزرگ ہیں۔ میں آپ کا خورد۔ بھتیجے اور بیٹے میں فرق ہی کیا ہے؟"

حسینی بیگم "بھتیجے پر سے تجھے صدقے کروں۔ تو ہے کون بلا۔ اور یہاں کیوں آیا؟" ہمایوں فر "ہم نے سنا ہے کہ یہاں شادی ہو رہی ہے"
حسینی بیگم "(قطع کلام کرکے) بے شک ہو رہی ہے۔ پھر تجھے کیا؟ تو کوئی خدائی فوجدار ہے یا کوتوال شہر؟ بڑا وہ بن کر آیا ہے سورما"
ہمایوں فر "چونکہ یہ شادی ناجائز ہے لہذا میں روکتا ہوں"
حسینی بیگم "(چیخ کر) تیرے باپ کی تو طاقت نہ ہوئی اور تیری کیا مجال جو تو روک سکے؟ جا۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو عدالت کے ذریعہ سے روک میں وہ نہیں ہوں۔ جو دھمکی میں آؤں" ہمایوں فر "میں دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ اِس خیال خام سے باز آئیں۔ آپ کبھی اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں گی۔ جس نے آپ کو سمجھایا ہے غلط سمجھایا ہے مفت میں جگ ہنسائی ہو گی۔ آپ کیونکر شادی کر سکتی ہیں۔ جب کہ مجھ سے نکاح ہو چکا ہے۔ اور میں زندہ ہوں۔ اور اگر میرا نکاح نہ بھی ہوتا۔ تو میں بحیثیت چچا زاد بھائی کے اپنے چچا کی لڑکی کو اس کے خلاف مرضی ایک ان پڑھ جاہل کے حوالہ کرنے ہرگز نہ دیتا"
حسینی بیگم "چولھے میں ڈالوں تجھ کو (دانت پیس کر) چچا زاد بہن کا بڑا وارث بنا ہے۔ موا کافر! تو کافر ہے۔ تو نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ تیری فرنگن موجود۔ تیرا نکاح کیسا؟" ہمایوں فر "گستاخی معاف بے شک میری خطا ہوئی۔ لیکن نکاح کرنے سے دوسری بیوی مطلقہ نہیں ہوتی۔ آپ ضد نہ کریں۔ جس طرح آپ کی خوشی ہو۔ بخوشی روشنک کو میرے حوالہ کیجئے۔ اور میری خطا معاف کیجئے۔ میں زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ میں مجبوراً روشنک کو ساتھ لے چلوں گا" حسینی بیگم "ہرگز نہیں حشر تک نہ ہو گا" ہمایوں فر "اگر یہ نہ ہو گا۔ تو وہ بھی نہ ہو گا"
حسینی بیگم غصہ سے ہمایوں فر کی طرف جھپٹیں اور دامن پکڑ کر کہا کہ "خدا کے واسطے جا۔ ورنہ تیری لاش نکلے گی" ہمایوں فر "ہیں مگر عرض کرتا ہوں۔ کہ بغیر روشنک کے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ مجھے جان کی پروا نہیں لیکن جب تک

دم میں دم ہے یہ نہ ہو گا۔ کہ آپ ناجائز شادی کریں؟"

یہ کہہ کر ہمایوں فر کمرے کے اندر گئے۔ اور آواز بلند کہا "روشنک! ہیں تم کو ناجائز شادی سے بچانے آیا ہوں۔ تمہاری خوشی ہر طرح مجھے منظور ہے۔ تم اپنی مرضی کے موافق انشاء اللہ بیاہی جاؤ گی۔ بلا خوف وخطر ہمارے ساتھ ہو۔ تمہاری آبرو اور جان بچانے کے واسطے میں اپنی جان۔ مال۔ عزت۔ سب کچھ قربان کرنے کو اس وقت حاضر ہوں۔ مجھے اپنے محسن کا خیال ہے۔ اب یہاں زیادہ ٹھیرنے کی ضرورت نہیں" حسینی بیگم نیلی پیلی ہو کر فوراً بیٹی کی طرف گئیں۔ اور ہمایوں فر فوراً درمیان میں کھڑے ہو گئے۔

حسینی بیگم "ارے لوگو! او کمبخت میری کنواری لڑکی کے کمرے سے نکل جا۔ ورنہ مارے جوتوں کے فرش بنا دوں گی"! ہمایوں فر "میری منکوحہ بیوی ہے۔ مجھ کو شریعت نے آنے کی اجازت دی ہے۔ گستاخی ہوتی ہے آپ ہٹ جائیں"۔

حسینی بیگم روشنک کو اپنی طرف کھینچنے لگیں۔ دو چار عورتیں مدد کو آئیں۔ بے چاری نازنین دھان پان کیوں کر جیت پاتی؟ منہ پر گھونگھٹ۔ ہمایوں فر نے جب دیکھا کہ عورتیں اُسے دبوچے ہوئے ہیں۔ تو فوراً عورتوں کو دھکیلا۔ حسینی بیگم کا ہاتھ یہ کہہ کر چھڑانے لگے "چچی! گستاخی ہوتی ہے۔ دیکھیں کہیں چوٹ آجائے گی"۔ مگر وہ کب سننے والی تھیں۔ اجھڑ ہو گئیں۔ ہمایوں فر نے عاجز ہو کر دیکھا کہ اور کوئی صورت نہیں۔ روشنک کی حالت نہایت خستہ ہو رہی تھی۔ روتے روتے برا حال تھا۔ دو قدم نرگس کے سہارے چلی تھی کہ نبورا کر گری۔ دوپٹہ سے سر اور منہ لپٹا ہوا تھا۔ ہمایوں فر نے فوراً سنبھالا۔ اور گود میں اٹھا کر تیزی کے ساتھ زینہ سے اُتر گئے۔ پیچھے پیچھے نرگس تھی۔ بیگم پیٹتی ہوئی چلیں۔ دس پانچ عورتیں بھی بڑھیں۔ لیکن ہمایوں فر نے ڈپٹ کر کہا۔ خبردار! تو ہٹ گئیں۔ حسینی بیگم نے نرگس کو پکڑ لیا۔ اور کہا "اری گھونی۔ بس کی گانٹھ۔ ہم نے سنا۔ تو اس کو ڈیوڑھی سے کمرے تک لائی۔ اری کم بخت اسی دن کے لئے آستین میں سانپ پالا تھا؟ میں بھی کہوں وہ کمرے تک کیوں کر آیا"۔ بیگم صاحبہ نے بیچاری

کو خوب ہی پیٹنا شروع کیا۔ ہمایوں فر نے کہا۔ "نرگس! میں ابھی آیا۔" یہ کہہ کر دوڑ کر گئے۔ سپاہی اور عبدالکریم گاڑی لئے کھڑے تھے۔ غضنفر۔ حامد بھی آ گئے تھے۔ ہمایوں فر نے جلدی سے روشنک کو جو اپنے ہوش میں نہ تھی۔ گاڑی پر چھوڑا۔ اور بآواز بلند کہا۔ "سپاہیو! گاڑی کی حفاظت کرنا۔" اور خود نرگس کی مدد کو پہنچے۔ ساتھ غضنفر بھی آئے۔ لیکن ہمایوں فر کو کچھ خیال نہ تھا۔ وہ نرگس کی مدد کو تیار ہو گئے۔ اور چچی کے ہاتھ سے چوٹی چھڑائی۔ بے چاری زمین پر لوٹ رہی تھی حسینی بیگم نے پورا غصہ اس بے چاری پر اُتارا تھا۔

ہمایوں فر نے نرگس کو خاک سے گود میں اُٹھایا اور جلدی گاڑی پر سوار کیا۔ غضنفر اور حامد یہ نظارہ دیکھ کر حیرت میں رہے۔ کہ اتنے میں تقی مرزا۔ لاڈلے مرزا بھی آ گئے۔ حسینی بیگم خاک میں لوٹنے لگیں۔ سر پر اینٹ ماری۔ ہمایوں فر نرگس کو چھوڑ کر معذرت کرنے پھر واپس آئے۔ تو چچی کو خاک پر لوٹتے دیکھا۔ زمین پر اکڑوں بیٹھ کر اُن کو اُٹھانے لگے۔ اور کہنے لگے "چچی! واسطے خدا کے آپ ہوش میں آئیں میں آپ کا نمک خوار ہوں۔ خادم ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا مصلحت وقت سمجھ کر کیا۔"

غضنفر نے سمجھانا شروع کیا لیکن اس خدا کی بندی نے ایک نہ مانی۔ بلکہ اَور بھی اُبھر ہو گئیں۔ ہمایوں فر کو بے نقط سنانے لگیں۔ تقی مرزا کو یہ معلوم نہ تھا کہ روشنک کو ہمایوں فر لے گئے۔ انہوں نے کہا۔ "صاحب۔ آخر آپ کو ضد کیوں ہے؟ اگر آپ کو دعوےٰ کرنا ہے۔ تو عدالت میں جائیے۔ گھر میں کیا ہے؟"

لاڈلے مرزا۔ "(ہمایوں فر کی طرف مخاطب ہو کر) یہ کون ہیں؟"

ہمایوں فر۔ "میں ہوں ہمایوں فر" لاڈلے مرزا۔ "زنانہ مکان میں اس طرح گھس آنا کون سی شرافت ہے؟ پرائی بہو بیٹیاں جمع ہیں۔ آخر آپ کو اجازت کس نے دی؟" ہمایوں فر۔ "(تیوری چڑھا کر) کیا کہا آپ نے؟ بلکہ یہ سوال مجھے کرنا تھا۔ آپ ہیں کون صاحب؟" حامد "یہی تو دولھا ہیں لاڈلے مرزا!" ہمایوں فر-

آیئے مصافحہ کروں۔ آپ نے کمال ہی کیا تھا۔ اللہ ری حماقت۔ اُف ری جرأت!"

لاڈلے آستینیں چڑھا کر ہمایوں فر کو لپٹ گئے + ہمایوں فر کو بھی غصہ آگیا۔ آخر انسان تھے۔ اُنھوں نے گردن پکڑ کر دھکا دیا + غضنفر نے کہا بس ہمایوں فر اب یہاں سے چلنا چاہئے! فوراً ہاتھ پکڑ لیا۔ لاڈلے مرزا دھم سے چت گرے + ہمایوں فر مع غضنفر کے گاڑی کے قریب آئے۔ حامد گاڑی کا دروازہ پکڑے ہوئے تھا۔ دوسری طرف عبدالکریم کھڑا تھا + ملٹری سپاہی گھوڑوں پر سوار تھے + لاڈلے مرزا اور تقی مرزا نے جب یہ سُنا۔ کہ روشنک کو لے گئے۔ تو بے تحاشا گاڑی تک دوڑے + ہمایوں فر گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے تھے۔ کہ لاڈلے مرزا بدمعاشوں کے قبلہ گاہ لٹھ لے کر دوڑ آئے۔ سپاہیوں نے تلوار جُھکا کر ڈانٹ بتائی۔ کہ خبردار جو آگے بڑھے + پولیس کے سپاہیوں نے داروغہ کو خبر دی تھی۔ داروغہ نے جھٹ ہمایوں فر کو سلام کیا۔ اور کہا "حضور با غلام بھی ساتھ ہو؟" ہمایوں فر نے کہا "نہیں تمہاری ضرورت نہیں"!

الغرض گاڑی پر نرگس اور روشنک۔ گھوڑوں پر ہمایوں فر او رباره سپاہی۔ دوسری فٹن پر غضنفر اور حامد۔ زنانی گاڑی پر کوچ مین کی بغل میں عبدالکریم + حامد نے جو جلے بُھنے ہوئے تھے ہنس کر کہا "مرزا صاحب! اجی حضرت نوشہ صاحب! دیکھا آپ نے "مرد میدان اس کو کہتے ہیں۔ ہم یوں ڈنکے کی چوٹ روشنک بیگم کو لئے جاتے ہیں۔ ساری شیخی رکھی رہی۔ بڑے سورما بنے تھے"!

لاڈلے "خیر بچہ سمجھوں گا۔ چچا ہی بنا کر نہ چھوڑا ہو تو سہی"!

حامد "جی بجا ارشاد ہُوا"! غضنفر "حامد! خاموش! کس کے منہ لگتے ہو"؟

اِتنے میں گاڑی روانہ ہوگئی + عالیہ بیگم۔ قمر آرا۔ بہار النساء آدمی پر آدمی دوڑا رہی تھیں۔ تانتا لگا ہوا تھا۔ کسی نے آکر کہا کہ وہ لوگ مع دُلہن کے آ رہے ہیں۔ تو بیگمات ڈیوڑھی تک گئیں۔ گاڑی آئی پردہ ہُوا۔ قمر آرا نے دروازہ کھولا اور دیکھا تو روشنک ایک طرف غشی کی حالت میں پڑی ہے۔ نرگس دوسری

طرف ہچکیاں لے رہی ہے+ فوراً دُلہن کو گود میں اُٹھا کر لائیں۔ دالان میں لٹا دیا+ کوئی پنکھا جھلنے لگی۔ کسی نے لخلخہ سنگھایا۔ کوئی گلاب چھڑکنے لگی+ کسی نے نرگس کا منہ دُھلایا+ گھر بھر کی عورتیں جمع ہو گئیں۔ صالحہ بیگم مع بہو کے فوراً آئیں+ اتنے میں دُلہن کو ہوش آیا۔ اپنے گرد ایک ہجوم پایا۔ شرم سے دوپٹہ کا آنچل منہ پر ڈال لیا+ مریم نے کہا "بہن! منہ نہ ڈھانکو۔ ابھی طبیعت اچھی طرح نہیں سنبھلی"۔ اتنے میں ہمایوں فر وغیرہ اندر آئے+

بھاوج "آج تو آپ نے انعام کا کام کیا ہے+ صاحب شاباش خوب بازی جیتی"! ہمایوں فر "کچھ نہ پوچھو۔ کیسی گذری"۔

کوہ کا کوئی دیو اریری دھم سے نہ ہوگا

جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا

حامد "واقعی آپ نے کمال کیا یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا"!

غضنفر "روشنک کی طبیعت کیسی ہے۔ افسوس غریب لڑکی بالکل شل ہوگئی ہے"! ہمایوں فر "بے چاری نرگس پر چچی نے پورا غصہ اُتارا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ میں فوراً پہنچ گیا۔ ورنہ کام ہی تمام ہو جاتا"+

نواب صاحب آئے۔ روشنک کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ آج ان کا چہرہ بشاش تھا+ اشرف "اب تو ہمایوں فر سے خوش ہوئے آپ؟ یہ اسی کا حوصلہ تھا جناب"! غضنفر "اگر میں نہ گیا ہوتا۔ تو شاید خون خرابہ ہو جاتا"!

اشرف "کیوں"؟ غضنفر "تقی مرزا۔ لاڈلے مرزا مقابلہ کو آئے۔ ہمایوں فر سے لپٹ گئے اس کو بھی غصہ آگیا۔ آخر ضبط کی کوئی حد بھی ہے۔ ہر چند چچی کی منت کرتے تھے۔ مگر وہ کب سننے والی تھیں"؟

ہمایوں فر "الٰہی پناہ! چچی صاحبہ کا کیسا مزاج ہے۔ ہم نے تو آج تک ایسا مزاج نہیں دیکھا"! بہار النساء بیگم "چچا مرحوم عاجز تھے"۔ عالیہ بیگم "غصہ کا بھتنا ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتا ہے"! صالحہ بیگم "نوج کوئی ایسی ہو۔ ان کی صحبت میں بھلا چنگا آدمی پاگل بن جائے۔ زبان کیا ہے۔ ولائتی مقراض ہے۔ رُکتی

ہی نہیں ؟" عالیہ بیگم " ان کی صحبت ہمیشہ کم ظرف عورتوں کے رہی ہے۔ پھر اچھی عادت کہاں سے لائیں ؟"

الغرض ہمایوں فر نے نرگس سے کہا "تمہاری طبیعت کیسی ہے کہیں چوٹ تو نہیں آئی ؟" نرگس "نہیں نہیں حضور! لونڈی اچھی ہے" ہمایوں فر "تم بھابی صاحبہ اور مریم سے باتیں کرو۔ آرام سے رہو۔ میں صبح کو حاضر ہو جاؤں گا۔ یہاں کسی بات کی تکلیف نہ ہو گی"

ہمایوں فر کوٹھی کو گئے۔ روشنک اور نرگس کو مریم نے کھانا کھلایا بیچاری پر یہ تیسرا وقت تھا کہ ایک کھیل تک حلق کے اندر اڑ کر نہ گئی تھی۔ چونکہ مریم سے روشنک کسی قدر بے تکلف تھی۔ لہذا دو چار باتیں کیں + مریم روشنک کے ساتھ سو رہی۔ نرگس فرش پر لیٹ رہی + صبح کو نواب صاحب اور عالیہ بیگم وغیرہ نے صلاح کی اب رونمائی وغیرہ کی رسم جلد ادا ہونا مناسب ہے + اشرف علی نے کہا "فضول اور لغو۔ واہیات خرافات رسم سے کیا فائدہ؟ مانجھے کی رسم تو ہو ہی گئی ہے۔ برات سانچق۔ مہندی وغیرہ واہیات ہے۔ ہمایوں فر سوانگ بننا پسند نہ کریں گے۔ اس وقت ان کی رائے مقدم ہے + میم صاحب بھی نہیں ہیں۔ ایسا موقع نہ ہو گا۔ خدا جانے پھر اس کی طبیعت بدل جائے۔ کل یا پرسوں رونمائی کرنا مناسب ہے" + سب نے مجبوراً اُن کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور بات بھی معقول تھی + تیسرے روز مہمان بیبیاں۔ کنبے۔ برادری کے لوگ جمع ہوئے + حسینی بیگم کو لانے خود نواب صاحب گئے۔ مگر وہ نہ آئیں + ڈومنیوں نے گانا شروع کیا۔

ہوئے مبارک شادی۔ جم جم نت نت آبادی۔ نت نئی ہریالی بنو۔
ہوئے مبارک شادی +

ہمایوں فر کو غضنفر اور حامد نے مجبور کیا۔ تو لاچار اندر آئے۔ اندر آتے ہی قمر آرا اور رشتہ کی بھاوجیں خلعت پہنانے آئیں۔ ہمایوں فر عذر کرتے جاتے تھے۔ لیکن یہاں سنتا کون تھا؟ ہمایوں فر "بھابی صاحبہ! مجھے آپ سے تخلیہ

میں کچھ کہنا ہے؟"

قمر آرا ہمایوں فرکولے کر کمرے میں گئیں۔" بھاوج" کہو صاحب کیا کہنا ہے؟" ہمایوں فر" (روشنک کا خط بھاوج کو دے کر) اس خط میں جادو تھا یا سحر۔ کہ مجھے از خود رفتہ کر دیا۔ میں بلا سوچے سمجھے دیوانہ وار اُٹھ کھڑا + جس طرح لوہے کو مقناطیس اپنی طرف کھینچتا ہے۔ مجھے یہ خط کھینچتا ہوا لے چلا + خیر یہاں تک تو جنون یا ہمدردی تھی۔ لیکن اب میں اپنے آپ کو ایک دلدل میں پھنسا پاتا ہوں۔ آپ لوگوں کو شادی کی فکر ہے۔ اور مجھے اپنی پڑی ہے۔ جس بات سے مجھے نفرت تھی۔ اُوروں کو ہنسا کرتا تھا۔ تقدیر نے مجھے اسی گھاٹ لا اُتارا + کیا میری وہی مثل ہوگئی۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ روز کی جھک جھک۔ بک بک۔ تو تو میں میں۔ دانتا کل کل کا آخر نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ کسی روز ندامت سے کسی طرف کو چلا جاؤں گا۔ پھر کبھی جیتے جی صورت نہ دکھاؤں گا۔ سوچئے تو ہماری انگریزی طرز سے شادی ہوئی ہے۔ اگر یہ خبر مشہور ہوگی تو کیسی فضیحتی ہوگی؟ سوسائیٹی میں ذلیل و خوار ہوں گا۔ بے چاری روشنک بھی خوش نہ رہے گی۔ اس کو زندگی وبال جان ہوگی۔ کڑھتے کڑھتے اس کی جان جائے گی۔

ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے
سینہ میں کسی شخص کے دو دِل نہیں ہوتے

چونکہ صاف گوئی کو میں پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا صاف صاف عرض کرتا ہوں" + بھاوج" ایں! کچھ خیر ہے؟ کیا آپ شادی سے انکار کرتے ہو؟ واسطے خدا کے جب اس بے چاری پر اس قدر رحم کیا ہے۔ تو اب چھوڑنا کیا معنے؟ یہ خط پڑھ کر میرے دل کا عجب حال ہے۔ سچ ہے خدا کسی کو مصیبت میں نہ ڈالے۔ خدا نے بڑی خیر کی۔ ورنہ بے چاری جان پہ کھیل گئی تھی" + ہمایوں فر (دبی زبان سے) اگر ہم روشنک کی شادی ایک تربیت یافتہ شخص سے کر دیں۔ تو کیا وہ خوش نہ ہوگی؟" بھاوج" چلو چپ رہو شرم نہیں آتی۔ کیا بالکل بے حیائی کا آسرا

ہے؟ شریف زادیاں کہیں لڑائی فساد کرتی ہیں؟ یہ رذیلوں میں ہوتا ہے۔ روشنک تعلیم یافتہ عقل مند ہوشیار فہمیدہ لڑکی ہے۔ وہ کبھی تیوری پر بل تک نہ آنے دے گی۔ رشک وحسد۔ رنج وملال۔ بغض وعداوت کج بحثی کا کیا ذکر۔ جس کی تحریر میں اس قدر تاثیر ہے۔ تو تقریر میں کیوں نہ ہوگی۔ ؎

زن نیک وفرماں بر و پارسا
کند مرد درویش را پادشا

آپ کو دن عید رات شب برات نہ ہو تو میرا ذمہ ہے؟ ہمایوں فر۔ میں سخت پریشان ہوں۔ آپ ایک عزیزہ روشنک کو سمجھائیں۔ سوتیا ڈاہ بری بلا ہے۔ میں اس کا دشمن نہیں ہوں۔ وہ میرے محسن پیارے چچا کی پیاری لڑکی ہے۔ اور تعلیم یافتہ ہے اچھی طرح سوچ سمجھے۔ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پچھتانا پڑے۔ اور اس کو رنج ہو۔ میں ایک دوسری عورت کا شوہر ہوں + افسوس اگر مجھ سے روشنک سے خط وکتابت کی بھی رسم جاری رہتی۔ تو میں کسی قدر اس کے خیالات سے آگاہ ہوتا۔ زمانہ کے رسم ورواج نے ہماری قوم کو تباہ وبرباد کر ڈالا اگر یہ خط وہ مجھے لندن میں لکھتی۔ تو آج میں دوسری عورت کے اختیار میں نہ ہوتا + خیر اس کی مرضی ہو تو ابھی وقت باقی ہے۔ میں نے آج تک روشنک کی صورت نہیں دیکھی اور نہ وہ مجھ سے واقف ہے؟ بھاوج "ہوش کی دوا کرو۔ صاحب! میں روشنک کی طرف سے کہتی ہوں۔ کہ اگر اس کی شادی ہوگی تو آپ ہی سے۔ ورنہ حشر میں ہوگی نکاح ہوچکا ہے۔ اور آپ کی منکوحہ بیوی ہے۔ آخر ایک روز حشر ہے۔ اور خدا کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کا حساب ہوگا۔ دنیا میں غریب روشنک اپنی آبرو ننگ وناموس کے خیال سے زندگی کسی طرح بسر کرے گی۔ لیکن خدا کے آگے آپ سے اس کی پرسش ضرور ہوگی۔ آپ نے اس بے چاری معصومہ کا کیا جواب سوچا ہے؟ ہمایوں فر: میں سخت پریشان ہوں + بھاوج "جنون کے سوا اور کیا کہوں۔ گذشتہ را صلوٰۃ۔ جو ہونا تھا ہوگیا۔ یم صاحب کو کبھی خبر نہ ہوگی اطمینان رکھو۔ روشنک سے برائی کی امید نہیں۔ اور نہ

سونہا ڈاہ ہوگی۔ ہم نے خوب اچھی طرح اپنا اطمینان کر لیا ہے۔ اگر ہیں روشنک کا مزاج ماں جیسا پاتی۔ تو ہرگز ہرگز آپ کو صلاح نہ دیتی۔ وہ بالکل ماں کے برعکس ہے۔ اس کی تعریف میرے امکان سے باہر ہے۔" ہمایوں فر" تو پھر یہ شادی قضا ہوگی۔ ٹالے نہ ٹلے گی؟"

بھاوج" نہیں آج آپ کو رونمائی کی رسم ادا کرنی پڑے گی۔ سارا سامان تیار ہے۔"

ہمایوں فر" ہمارا خون خشک ہو رہا ہے۔ آپ کو خوشی سوجھنی ہے؟"

بھاوج" آپ کو جنون ہے۔ وہم ہے۔ وہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔"

اتنے میں حامد آئے۔ حامد" باجی! خلعت نہیں پہنایا آپ نے؟"

ہمایوں فر" خدا جانے۔ اس وقت میں کیا سوچتا ہوں۔"

حامد ہمایوں فر کا کوٹ کھولنے لگے۔ ہمایوں فر روکتے جاتے۔ لیکن ان کی ایک نہ چلی۔ عالیہ بیگم اور صالحہ بیگم اور دونوں پھوپھیاں آگئیں۔ بے چارے مجبور ہوئے۔ حامد نے کارچوبی خلعت جس میں جا بجا موتی ٹکے ہوئے تھے۔ جو نواب جعفر نے بڑے حوصلے سے تیار کر رکھا تھا۔ پہنایا۔ سر پر دستار اور کلغی۔ کلغی کے ارد گرد گوہر آب دار۔ بیچ میں زمرد کا خوش رنگ نگینہ۔ گلے میں پھولوں کی گجر بدھی طلائی جڑاؤ سہرا۔ اس میں پھولوں کی لڑی۔ بسم اللہ کہہ کر خورشید دولہا نے سہرا باندھا۔

سہرا

ڈولھیا جوہری لایا دھر لائی ہے مالن سہرا | مایۂ کانِ گہر حاصلِ گلشن سہرا
اس رسائی سے بڑھی عمرِ گل و گوہر کی | آگیا ہے جو تیرے تا سر و امن سہرا
ہر لڑی گوہر و یاقوت زمرد کی گندھی | چشم بد دور جواہر کا ہے معدن سہرا
شجرِ طور کے کیا پھول گندھے ہیں اس میں | ہم نے دیکھا نہیں اس طرح کا روشن سہرا
سب نے سمجھا کہ یہ چلتا ہے زمیں پر خورشید | رخِ نوشہ سے جو سر کا ہے تو سن سہرا
حور کی بھی یہ تمنا ہے کہ مالن بنتی | اس میں یہ شرط ہے گوندھتی سہاگن سہرا

بھر دئے داغ نے گل ہائے مضامیں اس میں
کیا عجب گائے اگر بلبل گلشن سہرا

ہمایوں فر: "کیا مجھے مردانے میں جانا پڑے گا؟ واسطے خدا کے مجھے معاف کریں۔"
صالحہ بیگم: "نہیں مردانے میں جانے کی ضرورت نہیں۔ نکاح ہوتا تو مردانے میں جانا پڑتا۔ ناچ رنگ بھی نہیں ہے۔ کسی کو تمہارے ماموں نے دعوت بھی کرنے نہ دیا۔ کہ خواہ مخواہ شہرت ہوگی۔ فقط زنانہ میں کسی قدر رسمیں ہوں گی۔ بس۔"
خورشید: "ممانی صاحبہ ان کو ایک مرتبہ ضرور جانا پڑے گا۔ آخر برادری کے لوگ ہیں۔ یا نہیں؟" صالحہ بیگم: "خیر صاحب دیکھا جائے گا۔ اس میں جلدی کیا ہے؟"
ڈومنی: رخ پر نور پہ باندھیں گے منور سہرا
گوندھنا سورۂ والفجر کو پڑھ کر سہرا
دیکھنا اس کو کسی کی نہ نظر لگ جائے
لانا خورشید کی کشتی میں سجا کر سہرا
اللہ اللہ رے روشن ہوئی محفل ساری
تابش حسن سے اتنا ہے منور سہرا
حسن نوشہ سے سوا اپنا ہے اتنا جی میں
آنکھیں پریوں سے لڑاتا ہے برابر سہرا
رونمائی میں تیری مثل طلوع خورشید
بن گیا مطلع انوار پر ابر سہرا
سات دریا کے نکلے موتی بھی جو کافی نہ ہوئے
بلبلیں پھولوں کا لائی ہیں مکرر سہرا
بن گیا طبلۂ عطار دماغ محفل
مل گیا باد صبا سے جو معطر سہرا
دھوم شادی کی مچی ہے تو سبھی کہتے ہیں
آج احمد کو مبارک ہو یہ سر پر سہرا

عالیہ بیگم اور رشتہ دار بیگمات نے ہمایوں فر کی بلائیں لیں۔ دعائیں دیں۔ بہار النساء بیگم اور حریم بیگم نے سر پر دوپٹہ کے آنچل ڈالے ہوئے دولہا کو منڈوے تلے چاندی کی چوکی پر کھڑا کیا۔ اِدھر اُدھر دونوں نہیں چوطرف بیبیاں جیسے شمع پر پتنگوں نے ہجوم کیا۔ ڈومنیاں رسم کرنے لگیں۔ لال ڈوری لے کر دولہا کے گلے میں ڈال کر گانا شروع کیا ؎

ہریالا ڈورے ڈالیاں چھڑائے کوئی آئے
چھڑائے تیری بیا چھڑائے تیری بہنا

عالیہ بیگم اور بہنوں نے انعام دیا۔ اشرفیاں دی جاتی تھیں۔ مگر میر بہنیں
کب مانتی تھیں۔ ایک بولی " اے حضور آج ہی کا تو دن ہے۔ خدا مبارک کرے
ایک میراسن نے دلہن کے اُبٹن کا جو رکھا تھا بھیڑ اور شیر بنایا۔ اور چاندی کا
چراغ روشن کر کے دولہا کے قریب گئی۔ اور کہا حضور کہئے یہ شیر میں بھیڑ"
ہمایوں فر" (ہنس کر) بھا لی یہ کیا رسمیں ہیں استغفر اللہ" بھاوج " رسم ہی ہے
نا۔ کہہ دو" ہمایوں فر" آخر اس سے کیا فائدہ" بھاوج " ہماری خوشی"
ہمایوں فر" بس معاف کیجئے" بہار النساء " اللہ جانتا ہے۔ ہمایوں فر ہم کو سخت
رنج ہوگا۔ اگر تم نے آج کسی بات میں عذر کیا۔ ساچق مانجھ مہندی کچھ بھی نہ ہوئی
اور آج بھی عذر کرتے ہو۔ آخر ہماری کچھ خاطر منظور ہے یا نہیں؟"
بھاوج " دولہا ہوئے ہو یا تقریر کرنے کھڑے ہو۔ اگر نہیں کہتے تو ہم کو سخت رنج
ہوگا" ہمایوں فر" خیر صاحب اگر آپ لوگوں کی اس میں خوشی منحصر ہے۔ تو مجھے کیا
عذر ہے۔ فرمائیے۔ کیا کہنا ہوگا۔ گویا سبق یاد کرتا ہے"
ڈومنی " کہئے یہ شیر۔ میں بھیڑ" ہمایوں فر" آپ بھیڑ۔ وہ شیر"
بھاوج " واہ! آپ بھیڑ وہ شیر نہیں۔ یوں کہو میں بھیڑ۔ وہ شیر" ہمایوں فر"
اچھا صاحب یوں ہی سہی۔ آپ شیر میں بھیڑ" بہار النساء " واہ! اچھے دولہا
بنے ہو یہ نخرے بازی یہاں رہنے دو" ہمایوں فر" یاالٰہی۔ گویا بولنا فرض ہوا"
رشتہ کی بھاوج۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ سارا زمانہ بولتا ہے۔ رسم ہے"
ہمایوں فر" اچھی رسم ہے۔ میں بھیڑ۔ وہ شیر۔ اب تو خوش ہوئیں۔ لاحول ولا
قوۃ۔ کیا لغو رسمیں ہیں" چالی بیگم "یہاں شیطان کون ہے۔ صاحب۔ جو لاحول
پڑھ رہے ہیں۔ بھلا لاحول کا یہ کون موقع تھا"
الغرض دولہا کو دلہن کے کمرے میں لے گئیں۔ درمیان سے پردہ ہوا۔
دلہن کے داہنے ہاتھ میں تل شکری رکھی گئی۔ اور دولہا سے کہا چاٹ لو"
ہمایوں فر" پہلے باجی کھائیں۔ تو پھر ہم کھائیں" بہار النساء " ایں اُدو سنو بیبیا
کیوں کھانے لگی؟ تم بات نہیں سنتے۔ ہر بات پر حجت کرتے ہو"

ہمایوں فر نے مجبوراً ذری سی چٹکی میں اُٹھائی۔ تو بہن نے ہاتھ پکڑ کر کہا مُیں کہتی ہوں چاٹ لو۔ وہ چٹکی سے اٹھا رہے ہیں یا آخر ہمایوں فر نے چاٹ لی پھر سے اسی طرح آنچل ڈال کر لائیں۔ زر دوزی مسند پر بٹھایا +

ڈومنی :"آیا ری لاڈو تیرا بنا بن آیا + مُنہ مقنع سر سہرا براجے اچھی بنو گھر لایا۔ اللہ نبی کا سایہ۔ آیا ری لاڈو تیرا بنا بن آیا + سہرے والا ری بنا۔ ہریالا ری بنا۔ مرادوں پایا ری بنا۔ باوا پیارا ری بنا۔ آیا ری لاڈو تیرا بنا بن آیا"+

دُلہن کو سات سہاگنوں نے اور مشاطہ نے مل کر سنوارا + از سر تا پا جواہرات میں غرق زرق برق لکھنؤ کے جوڑے جگمگاتے ہوئے + دوپٹہ عطر میں ڈوبا ہوا۔ دُلہن کو مسند پر بٹھایا۔ دُلہن کی طرف جانی بیگم۔ قمر آرا۔ دولھا کی طرف بہار النساء اور مریم بیٹھیں + قرآن مجید لے کر عالیہ بیگم آئیں۔ سورۂ یوسف کی چند آیات اور سورۂ اخلاص دولھا سے پڑھایا۔ دولھا دُلہن پر سرخ دوپٹہ ڈالا عروس نازنین کا سہرا ہٹایا درمیان میں آرسی رکھی۔ دولھا سے کہا اچھی طرح دیکھو!

ڈومنی۔ لاڈو میری سہاگ بھری + کانوں تیرے بُندے۔ سوہے موتیوں سے مانگ بھری۔ لاڈو میری سہاگ بھری"+

قمر آرا :"کہو۔ بیوی۔ آنکھیں کھولو۔ میں تمہارا غلام ہوں"+

ہمایوں فر :"(مُسکرا کر) ایک نہ شد دو شد + آپ تعلیم یافتہ ہو کر ان باتوں کو جائز رکھتی ہیں"+ جانی بیگم :"صاحب! یہاں وعظ نصیحت کی مجلس نہیں۔ آپ نوشہ ہیں اور ہمارے بس ہیں۔ ہم جو کہیں گے کہنا ہوگا" ہمایوں فر :"کیا کہوں" بھاوج :"کیا ننھے بنے جاتے ہیں۔ کہو۔ بیوی! آنکھیں کھولو۔ میں تمہارا غلام ہوں" ہمایوں فر :"خیر بیوی آنکھیں کھولو۔ میں تمہارا اور تمہاری وکیل بھالی صاحبہ کا غلام ہوں۔ بس اب ہماری خلاصی ہو" جانی بیگم :"ایک ہی باری کے کہنے کی سند نہیں۔ پھر بولو صاحب!" ہمایوں فر :"میں آپ سب صاحبوں کا غلام ہوں"

لیجئے اب تو ہولی۔" بہار النساء:" لے اب آنکھیں کھول دو۔"
جانی بیگم نے دلہن کی ذری سی آنکھیں کھولیں۔ ہمایوں فر نے کچھ بھاوج اور بہنوں کے اصرار سے کچھ ماں پھوپی ممانی کی خاطر سے الغرض ساری رسمیں ادا کیں۔ گلشن آرا:" اللہ جانتا ہے۔ روشنک ہمایوں فر اور ہمایوں فر روشنک کے لایق تھے۔ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے یہ جوڑی بنائی ہے۔ دہلی لکھنؤ میں ہم نے تو روشنک کی سی حسین عورت نہیں دیکھی۔ پان کھائے تو سرخی نظر آئے۔ لاکھ دو لاکھ میں ایک ہے۔" عالم آرا:" یوں تو نواب صاحب کے خاندان میں کوئی سانولا نہیں۔ سب سرخ و سفید ہیں لیکن روشنک کا حسن سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔" کلثوم بیگم:" چاندی ٹیکا اور سیس پھول کیسے زیب دیتے ہیں۔"
مہندی بیگم:" ؎ نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کہ کیسا خوشنما لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے۔
حشمت:" یہ حسن خدا داد چیز ہے۔ اللہ کی دین میں کس کا اجارہ ہے لیکن ہم نے سنا۔ روشنک نے مردوں کے برابر لکھنا پڑھنا سیکھا ہے۔ نواب صاحب نے بیٹی کو مولوی۔ حافظ، میم رکھ کر پڑھایا ہے۔" مہندی بیگم:" حسینی بیگم نہیں آئیں۔ وہ بہت ہی خفا ہیں۔" ننھی بیگم:" خدا کی مرضی کل کی بات ہے۔ ہم سب حسینی بیگم کے یہاں مانجھے میں شریک تھے اور آج یہاں شادی میں۔ لاڈلے مرزا منہ دیکھتے رہ گئے۔ اور ہمایوں فر دلہن کو لے آئے۔" گلشن آرا:" اور کیا، ہمایوں فر حق پر تھے۔ یہ حسینی بیگم کی حماقت تھی۔ نکاح ہو چکا ہے اور چلیں بیاہنے۔"
عالم آرا:" ہم نے کچھ اور ہی افواہ سنی ہے۔ بہن خدا جانے۔" مہدی بیگم:" کیا سنی؟" عالم آرا:" دلہن نے دولہا کو خط لکھ کر بلایا۔ گورے سپاہیوں نے اند گھس کر دلہن کو زبردستی گاڑی پر سوار کیا۔ ہمایوں فر نے چچی کو دھکے دئے وہ منہ کے بل گریں۔ سر سے خون جاری ہو گیا۔" گلشن آرا:" غلط از سرتا پا غلط۔ میں اس وقت موجود تھی۔ نہ گورے آئے نہ کالے۔ البتہ ہمایوں فر نے روشنک کو گود میں لے کر گاڑی پر سوار کیا۔ وہ بے چاری غشی کی حالت میں تھی۔ مردہ

سی ان کی گردن پر سوار لیے ہوئے تھی۔ پچی کو وہ کیوں دھکے دیں گے؟ وہ خود
اینٹ سر پہ مار کر زمین پہ لوٹنے لگیں۔ میں تو ہمایوں فر کی تعریف کرتی ہوں۔
بہن حسینی بیگم نے اس قدر گالیاں دیں کہ توبہ ہی بھلی۔ اگر کوئی اور ہوتا ضرور
جواب دیتا۔ مگر واہ رے ہمایوں فر۔ چار آنکھیں نہ کیں۔ ہنستے ہی کرتے گئے۔
ہاں یہ ہم نے بھی سنا ہے کہ روشنک نے خط لکھا تھا۔" مہدی بیگم:" روشنک نے
عقل مندی کی۔ ورنہ ضرور لاڈلے مرزا کے ساتھ حسینی بیگم ناجائز نکاح کر دیتیں۔"
کلثوم:" ہم نے سنا ہمایوں فر کے ساتھ ایک فرنگن آئی ہے۔" عالم آرا:" سائے کی
طرح ساتھ رہتی ہے۔ ہم نے صالحہ بیگم کے یہاں دیکھا ہے۔ حور ہے حور۔"
کلثوم:" زبان کون سی بولتی ہیں؟ ہماری آپ کی سمجھ میں اُن کی بولی کاہے کو
آئے گی؟" عالم آرا:" توبہ توبہ۔ وہی گٹ پٹ کیا کرتی ہیں۔ بس مریم کے ساتھ
انگریزی بولتی ہیں۔" ایک بیگم:" ہم نے ہمایوں فر کو آج دیکھا۔ چشم بددور لاکھ
میں ایک ہیں۔ ہنس مکھ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ حسن بھی خداداد
ہے اور حسینی بیگم سو سو کیڑے ڈالتی تھیں۔" گلشن آرا:" خدا جانے وہ اور کیا
چاہتی ہیں۔ لڑکی ہیرے موتی سے جڑی۔ نقد روپیہ الگ۔ نوٹ الگ۔ امیر کبیر
داماد۔ چھ ہزار تنخواہ پاتے ہیں۔ کسی بات کی کمی نہیں۔ خوب صورت لاکھوں
میں ایک۔ عزت دار۔ خوش مزاج۔ ناحق بیٹھے بٹھائے رنج اور فساد اٹھاتی
ہیں۔ ہمارے یہاں چار بیبیاں ہو سکتی ہیں۔" قمر آرا:" ایسا نہیں اگر دس بیبیاں
بھی ہمایوں فر کر لے جب بھی روشنک کو ایسا شوہر ملنا مشکل تھا۔ ان کی سی
لیاقت، علم، عزت کوئی پیدا کر تو لے۔ آخر کیا برائی انہوں نے دیکھی ہے۔ جو
سو سو کیڑے ڈالتی ہیں؟" "تو روشنک نے بڑی ہوشیاری کی۔ فہمیدہ لڑکی ہے
اور ماں کے برعکس۔ ورنہ کیسی خرابی اور ذلت ہوتی۔" عالم آرا:" اب دیکھنا
چاہیے ہمایوں فر کس کو زیادہ چاہتے ہیں۔" قمر آرا:" روشنک کی لیاقت ہے
کہ میاں کو اپنا ایسا عاشق کر لیں۔ کہ ان کے سوا اور کسی پر ان کا دل ہی
نہ آئے۔ اور خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا بھی۔ نسیم بھی کوئی ایسی ویسی نہیں۔ رنجیس

کی لڑکی ہے۔ شوہر پر ہزار جان سے عاشق زار۔ اوّل تو حتی الامکان اس کو خبر ہی نہ ہوگی۔ اور اگر ہو بھی گئی۔ تو وہ شوہر کی خاطر سب کچھ برداشت کرلے گی ہمایوں فر بھی عقلمند ہیں۔ غیر قوم کی عورت کو بیاہ لائے ہیں اس سے بے وفائی کر نہیں سکتے۔ دوسرے اس کے باپ کا احسان ہمایوں فر پر بہت ہے۔ اس کے بھائی سے دوستی ہے۔ سوتیا ڈاہ شرفا کے ہاں کی باتیں نہیں ہیں۔ ہمایوں فر ایسے نہیں۔ جو ہزاروں کنوؤں کا پانی پی چکے ہیں۔ اور نہ روشنک بدتمیز اور جاہل ہیں۔ دیکھنا بہن! روشنک سوکن سے ایک جان دو قالب ہو جائیں گی۔ اور میاں کو اپنا مطیع بنالیں گی"!

اتنے میں نبات چھوانے کی رسم ہوئی۔ دلہن کے شانے، گھٹنے۔ اور ہاتھ پر مصری کی ڈلیاں رکھی گئیں اور دولہا نے جھک جھک کر کھائیں۔ بھاوج نے ڈھکایا اور جھٹ مصری کی ڈلی سرکالی۔ دولہا نے جھٹ سے بھاوج کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بیبیوں نے قہقہہ لگایا۔ اتنے میں مردانے سے لوگ اندر آئے۔ نواب صاحب نے بہو کا منہ دیکھا۔ جڑاؤ ہار رونمائی دی۔ اس کے بعد جس قدر لگنے برادری کے تھے۔ سب نے دلہن کو دیکھ کر رونمائی دی۔ بہار النساء بیگم رومال بچھائے جمع کر رہی تھیں۔ نواب صاحب نے روشنک کا ہاتھ ہمایوں فر کے ہاتھ میں دیا۔ اور آنسو ٹپک پڑے۔ بھائی کی صورت آنکھوں میں پھر گئی۔ نواب صاحب "جعفر! ضرور اس وقت تمہاری روح حاضر ہوگی۔ ہم نے تمہاری آخری وصیت پوری کی۔ تمہاری لڑکی کا ہاتھ ہمایوں فر کے ہاتھ میں دیا۔ خدا دونوں کو خوش و خرم رکھے۔ آمین!"

نواب صاحب کے رونے سے سب کا دل بھر آیا۔ دلہن بے اختیار رونے لگی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ لوگ سمجھانے۔ سمجھانے عاجز ہوگئے۔ مگر آنسو تھمے۔ اور کیونکر تھمتے۔ باپ کی یاد نے خون رلایا۔ دولہا نے دلہن کو گود میں اٹھایا۔ دالان سے کمرے میں لائے۔ دروازے پر بہنوں نے روکا۔ دولہا دلہن کو لئے کھڑے تھے۔ بہنیں ہمارا نیگ لاؤ۔ ہمارا نیگ لائیے کی صدا

بلند کرتی تھیں۔ عالیہ بیگم نے کہا لڑکیو! کچھ خبر ہے۔ تمہارے بھائی تھکے ہوئے ہیں۔ بھاوج کو بٹھا لینے دو۔ دروازہ سے ہٹو۔ لیکن وہ کب ماننے والی تھیں۔ جب نیگ لے لیا تو دروازہ سے سرکیں دولھا نے دُلہن کو چاندی کی چھپرکھٹ پر جس میں مخمل کی توشک کا مدانی کی جگمگاتی ہوئی مسہری لگی ہوئی تھی۔ اور جسے جعفر نواب نے اپنی پسند سے بہت روپیہ صرف کرکے بنوایا تھا۔ بٹھایا۔

ہمایوں فر نے کہا "میں کچھ خیر ہے۔ دل کو خوب مضبوط رکھو۔ یہ رونا کیسا؟ ہم تم تمام عمر انشاء اللہ مزے سے زندگی بسر کریں گے۔ از برائے خدا اس وقت ذرا دل کو قابو میں رکھو۔ ورنہ مجھ کو خوف ہے۔ کہیں تمہاری طبیعت نہ بگڑ جائے کئی روز کی تھکی ماندی ہو۔ منہ دھو ڈالو۔ زیور سے اور کپڑے سے اور بھی تکلیف ہو رہی ہے۔ خود میرے قلب کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن ضبط کئے ہوئے ہوں"۔

الغرض مریم نے دُلہن کا منہ دھلایا۔ پانی پلایا۔ شب خوابی کے جوڑے بدلائے۔ دُلہن کو لٹا دیا۔ قمر آرا کے ہمراہ ہمایوں فر اندر آئے۔ دروازہ بند کر لیا اور کچھ دیر کرسی پر بیٹھے رہے۔ دوسرے کمرے میں ڈومنیاں گا رہی تھیں۔

میری ہریالی گھونگٹ کھول۔ راج دلاری گھونگٹ کھول۔ گھونگٹ کھولو مکھ سے بولو۔ میری ہریالی گھونگٹ کھول۔ باوا کی پیاری گھونگٹ کھول۔ اماں کی دلاری گھونگٹ کھول۔ ایک لاکھ دوں گا گھونگٹ کھول۔ دو لاکھ دوں گا مکھ سے بول

میری ہریالی گھونگٹ کھول

گھونگٹ اُٹھا مکھ دیکھ بنے کا بنا پایا انمول نوشہ پایا انمول

میری ہریالی گھونگٹ کھول

دولت سے تیرا گھر بھروں گا بچوں سے بھروں تیری گود

میری ہریالی گھونگٹ کھول

ہمایوں فر کو کچھ خیال آیا۔ وہ دلہن کے قریب آئے۔ اور کہا روشنک۔ یہ صندوقچہ ہے۔ کیا اجازت ہے۔ کہ میں کھولوں؟ جب دو تین مرتبہ پوچھ چکے۔ تو روشنک نے اپنے دل میں کہا "اگر میں بیہودہ شرم کئے جاتی ہوں۔ تو شوہر کی بے

دوبالا ہو رہی ہے۔ وہ کھڑے ہیں۔ مجھ سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ اور میں گم سم پڑی رہوں۔ میری سخت بدتمیزی اور بداخلاقی ہے۔ یہ سوچ کر وہ اُٹھ بیٹھی۔ اور آہستہ سے کہنے لگی۔ میں دست بستہ معافی چاہتی ہوں۔ آپ کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ بتلائیے۔ آپ کے اندر کون سی چیز ہے۔ میں دیکھنے کے واسطے بے قرار ہو رہی ہوں۔

ہمایوں فر۔ لیکن کنجی تو نہیں ہے کیا میں توڑ دوں؟ روشنک۔ جیسا مناسب ہو۔ ہمایوں فر نے اپنی کنجی سے صندوقچے کو بڑی مشکلوں سے کھولا۔ تو اس کے اندر سے ایک لفافہ اور ایک دستاویز برآمد ہوئی۔ ہمایوں فر نے اوّل لفافہ کھولا اور روشنک کی بغل میں بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ روشنک باپ کی تحریر دیکھنے کے واسطے جھکی ہوئی تھی۔ اور ٹپ ٹپ آنسو آنکھوں سے جاری تھے۔

خط

جانِ جعفر پیارے ہمایوں فر!

آج کا دن مبارک ہو۔ الٰہی جوڑا برقرار رہے۔ دونوں میں قلبی محبت ہو۔ ایک دوسرے کو عزیز ہو۔ آئندہ دل میں غبار نفاق نہ لگے۔ اے میرے پروردگار! یا دو حوادث سے بچا۔ مکروہات زمانہ کو دونوں سے الگ رکھ۔ دونوں کو اپنے اپنے فرض ادا کرنے کی توفیق عطا کر۔ آمین ثم آمین۔ پیارے ہماری طرف سے روشنک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لو۔ اور اس کنیز کو اپنی خدمت میں قبول کر۔ بیٹا ہمایوں فر! گو اس وقت زندہ نہیں ہوں لیکن میری روح تمہارے گرد صدقے ہو رہی ہے۔ اور تمہاری خوشی میں شریک ہے۔ پیارے یتیم کا دل بہت نازک ہوتا ہے۔ ہم نے اس تمہاری کنیز کو اپنے حسب دلخواہ تعلیم دی ہے۔ خدا کرے یہ تم کو اپنی خدمت سے خوش کر سکے۔ اور تم کو اس کی خدمت پسند آئے شکر ہے۔ کہ یہ اپنی ماں کے برعکس ہے۔ ورنہ اس شادی سے میں سخت پریشان ہوتا۔ اور اپنے کئے پچھتاتا۔ اور تم کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔

لیکن خدا نے مجھے سرخرو کیا ہماری عزت رکھ لی کہ لڑکی ماں کے برعکس ہوئی۔
گو اس کو لوگ اچھا کہتے ہیں۔ اور ہم نے ہمیشہ اس کو اپنی مرضی کے موافق
پایا + خدا کرے وہ ہمیشہ ایسی ہی رہے۔ مگر مجھے خوف ہے کہ میرے بعد
اس کی ماں کچھ گل نہ کھلائے۔ جاہل۔ ضدی۔ اجھڑ عورت سے کیا کچھ
نہیں ہوسکتا؟ اگر تم آجاتے۔ تو اس لڑکی کو میں تمہارے ہاتھ سپرد کر کے
اطمینان سے مرتا + تمہاری چچی کی جہالت سے مجھے اس قدر خوف ہے۔
کہ شاید میری پیٹھ قبر سے نہ لگے گی۔ خدا جانے وہ تم سے کس طرح پیش
آئے۔ اور کیا قیامت برپا کرے۔ تقی مرزا ایک ہی استاد ہیں۔ اس لئے
میں نے دور اندیشی کے خیال سے رقم حق زوجیت اور مہر روشنک کی
ماں کے نام الگ کر دیا ہے۔ باقی نقد و جنس مکانات جائداد۔ اسباب
تمہارے نام رجسٹری کرتا ہوں۔ روشنک کے واسطے ایک پائی نہیں
چھوڑی۔ اس میں ہماری کوئی مصلحت ہے۔ اور اس کو ہم نے وہ
دولت دی ہے جس کا کوئی حصہ لے ہی نہیں سکتا + اس کو روپیہ کی
ضرورت ہی کیا ہے۔ شوہر کی اطاعت فرمانبرداری اس کا کام ہے
خدا کرے وہ تمہارے ہاتھوں قبر تک جائے + چونکہ مجھے روشنک پہ
پورا پورا اعتبار ہے۔ اس لئے پسند و فہمی موت کے وقت اس کے
سپرد کرتا ہوں۔ بھائی صاحب سے ہم نے ذکر نہیں کیا ہے + ہم نے
یہ دستاویز چپکے سے کی تھی بیٹا مجھے لندن سے آئے ہوئے تیسرا مہینہ
تھا۔ کہ دل کا عارضہ شروع ہو گیا۔ سول سرجن نے جواب دیا۔ ہم
نے تم کو خبر دے کر پردیس میں عین امتحان کے وقت پریشان کرنا
نہیں چاہا۔ موت کہیں ٹل سکتی ہے؟ یہاں سب کو مرنا ہے۔ ہمارے
واسطے دل کو نہ کڑھاؤ۔ میں اپنے بعد ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکا چھوڑ
جاتا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ خدا تم سے ہمارے خاندان کو روشن کرے
گا۔ لیکن میری روح خوش ہوگی۔ مجھے اگر کوئی حسرت رہی تو تمہارے

دیدار کی ہے

نزع میں بھی تیری صورت کو نہ دیکھا افسوس
مرتے مرتے بھی نہ ارمان نظر کا نکلا

لو بیٹا خدا حافظ! میں ہمیشہ کے لئے تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ خدا تم کو خوش و خرم رکھے۔ شاد و آباد رہو۔ فقط

تمہارا چچا جعفر

ہمایوں فر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ جب دل ہلکا ہوا تو رومال سے آنسو پونچھنے لگے۔ دوسرا خط روشنک کے نام تھا۔ روشنک کے اصرار سے پڑھا جو نصیحت سے بھرا ہوا تھا۔ رات بہت گئی تھی۔ دونوں سو گئے۔

عجب محبت آپس میں اس دم ہوئی | کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
روشنک محبت بہانے لگے | اس احوال پر حیف کھانے لگے
بڑھیں غم کی باتیں جو آدمیاں | پھر رونے کو لگ گئیں ہچکیاں
غرض دیر تک مل کے روتے رہے | جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے
رخ زرد پر اشک گلگوں بہا | بہار و خزاں کو کیا ایک جا
گلوں پر جو داغ تھے بے شمار | سو آنکھوں سے ان کی دکھائی بہار
بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو | خدا پھر نہ تم کو رلائے کبھو
اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال | ہوئے بس مرے سو وہ خواب خیال
کٹی رات حرف و حکایات میں | سحر ہو گئی بات کی بات میں

ادھر مرغ سحر نے بانگ دی۔ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ ڈیوڑھی پر حافظوں نے بعد نماز کے تلاوت شروع کی۔ اندر ڈومنیوں نے گانا شروع کیا۔

آتا ہے خواب گاہ سے پیارا اٹھا ہوا | صندل جبیں پہ رات کا کچھ کچھ مٹا ہوا

جانی بیگم نے دروازہ پر آکر کہا۔ اٹھو سونے والو سحر ہوگئی۔
ہمایوں فر نے اپنا سوٹ زیب تن کیا۔ اور پھر سوار ہوکر کوٹھی گئے۔
بیگمات اندر آئیں دلہن کا منہ ہاتھ دھلایا چوتھی کی چہل پہل ہونے لگی۔ دلہن

کو سنوار کر دولہا کی بغل میں بٹھایا + دلہن کے دست نازک پر کھیر رکھی۔ اور دولہا سے کہا چاٹ لو + جیسے ہی ہمایوں فر نے منہ بڑھایا۔ بھاوج نے ہاتھ اٹھایا۔ ہمایوں فر نے بھاوج کا ہاتھ تھام لیا اور کھیر منہ پر مل دی + پھولوں کی گیند کھیلے سات بار پھولوں کی چھڑیاں دلہن کے کاندھوں پر دولہا نے آہستہ آہستہ چھوئیں بھاوج نے دلہن کے ہاتھ میں چھڑیاں دیں۔ اور خوب زور زور سے دولہا پر ہاتھ صاف کیا + ہمایوں فر "ہم بدلہ ضرور لیں گے" جانی بیگم "آپ تو بدلہ کس سے لوگے صاحب!" ہمایوں فر "آپ سے" جانی بیگم "خیر دیکھا جائے گا" مریم "واہ کیا مفت کا بدن پایا ہے۔ خوب ہاتھ صاف کیا واہ واہ" پھر ترکاریاں اچھلنے لگیں۔ پر وہ بیگمات تاک تاک کر مار رہی تھیں + ہمایوں فر "اس کی حد نہیں جس کو مارنا ہو سامنے آئے" + دلہن کا کنگنا کھولا گیا +

جانی بیگم "لاڈلے مرزا کے ساتھ مانجھے کی رسم ادا ہوئی۔ وہ بچارے کنگنا باندھے کے باندھے ہی رہے اور یہاں چوتھی بھی ہوگئی + کسی کے لئے باندھا گیا۔ اور کسی نے کھولا۔ واہ اچھی دل لگی ہوئی" مریم بیگم "اللہ رکھے جیسے اس کی کارسازی کے صدقے بچی نے کیا کچھ نہ کیا۔ لیکن دشمن لاکھ بدی پر ہو۔ تو کیا ہوتا ہے ؟ جب خدا مددگار رہے۔ تو کوئی کیا کر سکتا ہے" قمر آرا "آخر ان کو اس گھر میں آنا تھا۔ خدا خوش و خرم رکھے" +

الغرض چوتھی کے دوسرے روز ہمایوں فر نے عابدہ بیگم سے کہا "اگر آپ کی اجازت ہو۔ ہم دو چار روز مع بھابی صاحبہ وغیرہ باغ میں جائیں" بیگم صاحبہ نے اجازت دے دی صبح کو پالکی گاڑی پر قمر آرا۔ مریم۔ جانی بیگم۔ وشگفتہ سوار ہوئیں۔ دوسری پر الگ چار پیش خدمتیں سواری کے ہمراہ نواب صاحب کے چار سپاہی۔ دو خدمت گار۔ ایک گاڑی میں نرگس مع گلچمن۔ اختر۔ نشاط۔ بہار النساء بیگم لڑکیوں کو لے کر سوار ہوئی۔ ہمایوں فر اور عابد کشتی گھوڑوں پر سوار ہوئے + باغ شہر سے چھ کوس پر تھا۔ اسباب باورچی کا رات ہی کو روانہ ہو چکا تھا + الغرض دو گھنٹے میں سب باغ میں پہنچے۔ باغ میں بنگلہ سجا سجایا موجود

تھا۔ ہمایوں فر اور حامد گھوڑے سے اُترے گھوڑا سائیس کے حوالے کیا۔ اور برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ کر بوٹ اور موزے جس پر نشے لگے ہوئے تھے کھولنے لگے۔ بیگمات گاڑی سے اُتریں۔ ہمایوں فر نے مریم سے کہا "تم لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

مریم: "جی نہیں تکلیف کیسی؟" ہمایوں فر: "تم لوگوں کو تازی ہوا بالکل نصیب نہیں ہوتی۔ ابا جان کو پردہ کا بہت ہی خیال ہے۔" مریم نے ہنس کر "لیکن باغ میں کبھی کبھی آنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔" ہمایوں فر: "تم کسی قدر آزاد ہو۔ حامد تم تو اکثر شام کو جمنا کے کنارے لے جاتے ہو۔" حامد: "ہاں مجھے ان لوگوں کی صحت کا بہت خیال ہے۔ ابا جان اور اماں جان دونوں ہماری رائے سے موافق ہیں ورنہ بڑی خرابی ہوتی۔" ہمایوں فر: "شرعی پردہ کافی ہے۔ اس قدر قید بھی اچھی نہیں۔" جانی بیگم: "آپ پردہ کے خلاف ہیں پھر تو ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔ شائستہ بیگم کا دوپٹہ سب کو نظر آئے گا فیشن پر مریم۔ شائستہ بیگم اور ساتھ مسکرا کر اور آپ ہاتھ پاؤں سمیٹے بیٹھے ہوں گے۔" ہمایوں فر نے مسکرا کر "نہیں پردہ کے خلاف نہیں ہوں۔ بلکہ میری رائے میں تو پردہ نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ لیکن بس اسی قدر جس قدر خدا اور رسول نے حکم دیا ہے۔ ہم نے مصر اور روم میں مصری، عربی، ترکی خاتونوں کو نقاب پوش نکلتے دیکھا ہے۔ ہمارے یہاں کا پردہ بہت سخت اور قید ہے زنجیروں میں بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس خیال کے ساتھ تو عورتیں منہ ڈھکے کو چہرہ یا ناک بھی چھپاتی ہیں۔ اور اس قدر قید میں رہنا لڑکی کی پرشوہر یا باپ بھائی کے ساتھ بھی ہو (ضروری کو بھی نہ جائیں۔ کبھی تازی ہوا نصیب نہ ہو۔ یہ نہایت ضرر رساں ہے یا چاہئے کہ مستورات باہر نکلیں منہ چند قدم ٹہلیں۔ شادی کے قبل عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ حدیث شریف موجود ہے خود ہمارے پیشوا نے دین رسول کریم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا لیکن ہندوستان کی رسمیں اور ہیں یہاں کی شادی اندھا دھند رسم کی کے ٹوٹے ٹوٹ نہیں سکتی ہیں خدا اور رسول کے حکم سے بڑھ کر لوگ رواجیات رسوم کے دل دادہ ہیں۔

جب تک ہندوستان کے مسلمان ایک رائے نہ ہوں گے۔ کبھی یہاں کی نحوست نہ جائے گی۔ اور ترقی نہ ہوگی" حامد:" آئندہ چل کر زمانہ اس میں خود کوئی اصلاح کرے۔ یا آئندہ نسلیں عرب کی تقلید کریں۔ اور پورے طور سے شریعت پر قائم ہوں تو شاید قوم ترقی کرے۔ مگر اس وقت تو یہ بات غیر ممکن نظر آتی ہے"

چچی بیگم: "صاحب آپ کو اختیار ہے۔ اپنی بیوی کو ہوا کھلایئے۔ لیکن سب لوگ کیوں ایسا کریں گے" ہمایوں فر: "ہم نے سوا ہندوستان کے اور کہیں یہ دستور نہیں دیکھا۔ کہ عورتیں گھر کے باہر قدم ہی نہ رکھیں۔ یہ عارضہ تو بس ہندوستان سے ہی پھیلا ہے۔ کہ شرع کے احکام کو چھوڑ کر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی ہے"

ثمر آرا: "اور کیا۔ ہمارے یہاں کی بھی کیا بری رسمیں ہیں"

چچی بیگم: "صاحب آپ ہی سے شروع ہو بسم اللہ"

ثمر آرا: "کیا مضائقہ ہے۔ آخر سب اہل اسلام کرتے ہیں۔ اور جو رسم شرع کے مخالف نہیں تو حرج کیا ہے" ہمایوں: "شرعی پردے کو موجودہ پردے پر ترجیح نہ دینا کون سی عقل مندی ہے" حامد: "روشن آرا کی طرف تو اب یہ ہو گیا ہے جو سر جھکائے کسی قدر فاصلہ پر بیٹھی ہیں اور آپ کی رائے کیا ہے؟ ہم سننا چاہتے ہیں"

چچی بیگم: "ایسی دو بچے چھوٹی دلہن ہیں وہ کیا کہیں گی"

حامد: "دلہن ہیں تو کیا ہوا۔ خدانخواستہ گونگی تو نہیں ہیں۔ یہ بھی ایک واہیات رسم ہے" چچی بیگم: "تمہاری طرح بے حیا سب نہیں ہیں"

حامد: "کیا حیا داری عورت آدمی میں ہے۔ کہ گردن جھکائے خاموش بیٹھی رہیں۔ میں تو اس کو خلاف تہذیب سمجھتا ہوں" ہمایوں فر: "پاس بیٹھنے والے کو الجھن پیدا ہوتی ہے مجھے تو یہ رسم سخت ناپسند ہے۔ روشن آرا تم اس کو جائز نہ رکھو کسی کے کہنے کی پروا نہ کرو" ثمر: "جی نہیں ہمارے یہاں تعلیم یافتہ ہیں"

اتنے میں کھانا آیا۔ ہمایوں فر نے کہا: "ہم سب ساتھ ہی کھانا کھائیں گے"

قمر آرا: "ہاں ہاں ہماری بھی یہی خواہش ہے"

الغرض دسترخوان بچھا۔ اور سب کھانے لگے۔ روشنک بھی شریک ہوئی۔ کھانے کے بعد دو گھنٹے آرام کیا۔ عصر کی نماز پڑھ کر ہمایوں فر اور حامد بندوق لے کر باغ سے کسی قدر فاصلہ پر شکار کرنے گئے۔ بیگمات باغ میں ٹہلنے لگیں۔ کوئی جھولا جھولتی تھیں۔ کوئی پھول توڑنے میں مصروف تھیں۔ کوئی ہنستی بولتی تھیں۔ روشنک انتہا سے زیادہ خوش تھی۔ قمر آرا مشتری خصال۔ مریم خوب صورت حیا و جمال۔ روشنک از سرتا پا غرق عالم نور۔ جانی بیگم زرق برق۔ قمر آرا کا آبی۔ روشنک کا گلابی۔ مریم کا دھانی۔ جانی بیگم کا کامدانی دوپٹہ۔ سب کی سب خوب صورت۔ گوری گوری تھیں۔ نوعمر۔ نوخیز۔ اس میں چہل کر رہی تھیں۔ قمر آرا: "خدا ہمایوں فر کو صد و بیس سال کی عمر عطا کرے۔ ان کی بدولت آج ہم کیسے خوش ہیں" جانی بیگم: "یہ دونوں کہاں غائب ہو گئے" مریم: "قریب ہی کہیں ہوں گے ہم نے بندوق کی آواز سنی تھی" جانی بیگم: "مجھے تو بندوق کی آواز سے ہول ہوتی ہے۔ ہم نے قریب سے کبھی اس آتشیں ہتھیار کو چلتے نہیں دیکھا" روشنک: "کیوں بہن آخر اس قدر خوف کی وجہ یہ نہیں اکثر بچپنے میں آبا جان کے ہمراہ شکار میں گئی ہوں۔ مجھے تو خوف نہیں معلوم ہوتا" جانی بیگم: "تم سپاہی ہو" اس پر سب ہنس پڑیں۔ مریم: "اف اس سال کیسی کڑاکے کی گرمی پڑی ہے میرا تو دوپہر کو عجیب حال ہوتا ہے"

روشنک: "کل سے کسی قدر ٹھنڈک پڑی ہے۔ رات کو بارش ہوئی۔ اور آج بھی آسمان پر ابر چھایا ہوا ہے۔ شاید برسے" مریم: "ہم تو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آج بارش ہو" اختر زینت: "(جھولا جھولتی ہوئی) خدا کرے بارش ہو تو ہم خوب جھولا جھولیں۔ کیسا صاف پانی ہے!"

جانی بیگم: "نالا سید کیا ہے۔ بہن گویا جھیل ہے" روشنک: "اس وقت ہمارا جی آپ ہی آپ کچھ ایسا خوش ہو رہا ہے کہ کہہ نہیں سکتے" جانی بیگم: "ہمیں وجہ معلوم ہے"

آیا ہے جھوم جھوم کے ابر بہار آج — توبہ شکست خم سے کروں سنگسار آج

بیوقت کی چڑھی ہے نہ ہوگا اُتار آج ۔۔۔ ہوئے ہیں تیرے مست کوئی ہوشیار آج
اے بے خودی وہ آئیں تو تجھی پہ ہیں اُٹھ ۔۔۔ وہ بھی امیر کی طرح ہی کریں انتظار آج
خالی نہ تھی خراش دل و کاوش جگر ۔۔۔ لایا ہے رنگ دیدۂ خونناب بار آج

قمر آرا: "اب تو تم گانے لگیں"۔ اتنے میں ہمایوں مرزا اور حامد آئے تو جانی بیگم خاموش ہو گئیں۔ حامد: "ہم نہایت خوش ہوئے بھابی آپ کی آواز بہت اچھی ہے"۔
جانی بیگم: "(گالوں پر تھپڑ لگا کر) توبہ توبہ"۔ ہمایوں مرزا: "شرمانے کی کیا بات ہے کوئی عیب کی بات نہیں۔ علم موسیقی بھی ایک ہنر ہے۔ یورپ میں لڑکیوں کو سکھایا جاتا ہے۔ ناچ اور گانا وہاں بڑا ہنر سمجھا جاتا ہے۔ اور واقعی ہے بھی ہنر۔ گانے میں انسان کی طبیعت کھلتی ہے"۔ جانی بیگم: "یورپ کا دستور یورپ میں بھلا ہے ہمارے یہاں تو سخت عیب ہے"۔ ہمایوں مرزا: "ہمارے یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے"۔ قمر آرا: "روشنک بیگم کو ضرور گانا اور ناچ سکھاؤ گی"۔
جانی بیگم: "ہاں ہاں ضرور ہم بھی مجرا دیکھنے آئیں گے"۔ روشنک: "مجرا آپ ہی کو مبارک رہے میں بیچاری کیا جانوں"۔ جانی بیگم: "ہمارے یہاں اگر ہم کو سکھاتے تو پھر ہم سکھاتے"۔
روشنک: "(مسکرا کر) اب آپ کے منہ کون لگے"۔ ہمایوں مرزا: "ہم آپ کو سکھائیں گے اور آپ کے یہاں سے اصرار کریں گے"۔ جانی بیگم: "پہلے ان کو سکھاؤ"۔
ہمایوں مرزا: "بیشک اگر ان کی خواہش ہو تو میں بندوبست کر دوں"۔ قمر آرا: "مریم کو بابا جان باجا سکھانا چاہتے تھے۔ ایک مس کو مقرر کیا تھا۔ لیکن پھوپھا جان کو خبر ہو گئی۔ تو بہت ہی خفا ہوئے"۔ ہمایوں مرزا: "ابا جان کا خوف ہے ورنہ میں ان کو اچھی طرح تعلیم دیتا"۔ جانی بیگم: "خدا رحم کرے۔ انھوں نے کیا کچھ کم پڑھا ہے۔ کیا ایسا آتی تعلیم ہوئی۔ نوکری کرنا ہے"۔ ہمایوں مرزا: "بیشک انھوں نے جس قدر علم حاصل کیا ہے بہت ہے۔ لیکن ان کی خواہش اور ترقی کرنے کی ہے۔ اور ماشاء اللہ ذہین ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ پوری تعلیم ہو"۔
مریم: "مطالعہ کتب کا ازبس شوق ہے۔ ہر وقت کتاب ہاتھ میں رہتی ہے"۔

ہمایوں فر" یہ بھی چچا مرحوم کی عنایت تھی۔ ورنہ ابا جان تو بالکل خلاف تھے"
قمر آرا" چچا مرحوم ہی کی ضد سے مریم کی بھی تعلیم ہوئی۔ ہمارے ابا جان نے بھی
کوشش کی۔ ورنہ پھوپھا جان اور پھوپھی اماں مس ٹامسن کو گھر میں آنے کی اجازت
کسی طرح دیتے ہی نہ تھے" ہمایوں فر" ہماری تعلیم کے بھی یہی دونوں صاحب بانی
ہوئے۔ ہماری تو دلی خواہش یہ ہے کہ تعلیم نسواں اس ملک میں روز بروز ترقی پائے۔
اور ہر ایک لڑکی کو شوق پیدا ہو۔ اور قرآن مجید کے علاوہ فارسی عربی۔ ناگری انگریزی
بھی پڑھی جائے" حامد" ناخواندہ جاہل عورت سے خدا کی پناہ" ہمایوں فر"
شکر ہے کہ تم کو تعلیم یافتہ بیوی ملی۔ اور دونوں ہم خیال ہو۔ ورنہ بڑی خرابی ہوتی۔
تعلیم یافتہ بیوی سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہے۔ لکھی پڑھی عورت عموماً گھر کا انتظام
خوش اسلوبی سے کرے گی۔ بچوں کو تعلیم دے گی۔ شوہر کو خوش رکھے گی۔ علم و
فضل بڑی چیز ہے" قمر آرا" چچی تو کہتی ہیں۔ کہ میں اس دن کو روتی ہوں جس
دن روشنک کی تعلیم شروع ہوئی۔ لکھا پڑھا کر لڑکی ہاتھ سے گئی۔ وہ بہت ہی
خفا ہیں" ہمایوں فر" آپ سے ملاقات کب ہوئی" قمر آرا" ہم نے گلشن آرا بیگم
کی زبانی سنی" روشنک" وہ اکثر آتی جاتی ہیں۔ اس دن بھی موجود تھیں"
جانی بیگم" (ہنس کر) اچھی دل لگی ہوئی۔ میں اس وقت نہ تھی افسوس" حامد"
چلو بخیر گذشت" ہمایوں فر" اب دیکھنا چاہیئے ہمارا کیا حشر ہوتا ہے" قمر آرا" کیوں"
ہمایوں فر" ایک شوہر اور دو بیبیاں بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ ایک وقت میں دو بیبیاں
خوش نہیں رہ سکتی ہیں۔ اکثر سوچتے سوچتے میری عقل میں فتور آ گیا ہے۔ سخت حیران
ہوں" قمر آرا" کیوں؟ آخر گھبرانے کی وجہ ہم بھی سننا چاہتے ہیں" ہمایوں فر"
میرا دل مجھ کو ملامت کر رہا ہے۔ میں نے بڑی غلطی کی۔ کہ یورپین لیڈی سے
شادی کر لی اور اس بیچاری کو دھوکا دیا۔ مجھے نفس امارہ کی خواہش پوری
کرنا مناسب نہ تھا۔ مجرد رہنا مناسب تھا۔ افسوس! لوگ مجھے جھوٹا۔ فریب باز
مکار۔ حق تلف کہیں گے اور میں ریاکاری سے بسر کروں گا۔ میں اوروں کو
نصیحت کرتا تھا۔ اور خود اسی فعل کا مرتکب ہوا رفتہ رفتہ میری عقل بہت خبطی۔

چالاکی مجھے جواب دے دے گی چونکہ میں قسم کھانے کا عادی نہیں ہوں۔ لہذا صحیح عرض کرتا ہوں۔ کہ عجب مخمصے میں میری جان ہے"!
قمر آرا" مذہب اسلام کی رو سے چار بیبیاں جائز ہیں۔ آپ نے خلاف شرع کوئی بات نہیں کی۔ لوگوں کے کہنے کی بھلی چلائی۔ خدا ورسول کے روبرو تو حساب پاک ہے"۔ ہمایوں فر" بھابی صاحبہ حضرت رسالت مآب ص کی ہرگز تعلیم نہیں ہے۔ کہ تم ایک سے زیادہ بیویاں کرو۔ حضرت نے صاف الفاظ میں یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ کہ ایک سے زیادہ بیویاں ہونا ناممکن ہے۔ مگر مردوں نے اپنے مطلب کے موافق اس مسئلہ کو خوب رواج دے رکھا ہے"۔ جانی بیگم" ناممکن کیوں کر ہے"۔ ہمایوں فر" عدل کی کڑی شرط لگا دی ہے۔ انسان سے یہ ممکن نہیں۔ کہ ایک وقت میں دونوں کو خوش کر سکے۔ پھر تو شرط پوری نہ ہوئی۔ اور گناہ گار بنا۔ شدید ضرورت کے واسطے اگر انسان کرے تو گناہ نہیں۔ مثلاً بیوی کسی مرض میں مبتلا ہے۔ یا اولاد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دونوں عذر میں معقول نہیں سمجھتا بیوی میاں کو ایک جان دو قالب ہونا چاہئے۔ کیا یہ ہی محبت کا تقاضا ہے؟ کہ بے چاری بیماری سے مجبور ہو۔ اور شوہر اس پر سوکن لا بٹھائے؟ مر دے پر سو درے اپنی رفیق کو یوں ستائے۔ اور بیچاری گھل گھل کر جان دے۔ تف ہے! ایسے شوہر پر! دوسرے اولاد۔ وہ تقدیری امر ہے نہ ہوئی نہ ہوئی۔ بیچاری بیوی کے اختیار میں اولاد تو ہے نہیں۔ عالم مجبوری ہے۔ اولاد کے بہانے بیوی پر سوکن لانا ہرگز مناسب نہیں"۔ جانی بیگم" اور اگر بیوی بدمزاج۔ زود رنج۔ زبان دراز۔ لڑاکا۔ فتنہ پرداز ہو تو کیا کرے"؟ ہمایوں فر" اول تو ایسا کم اتفاق ہوتا ہے اور اگر ہو بھی تو شوہر کا فرض ہے کہ اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ اچھی اچھی عورتوں کی کہانیاں سنائے۔ تربیت یافتہ عورتوں سے ملائے۔ اُن کی صحبت میں بٹھائے۔ حتی المقدور کوشش کرے۔ اگر کسی طرح میاں بیوی میں اتفاق کی صورت نہ ہو۔ تو حسن سلوک کے ساتھ اس کو اپنے نکاح سے آزاد کر دے۔ کیوں کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی صفائی ہو نہیں سکتی"۔ حامد" میاں بیوی جب

تک ایک رائے۔ ایک خیال کے نہ ہوں گے۔ لطف زندگی نہ ہوگا"۔

اتنے میں کھانا آیا۔ شکار کا کباب۔ مچھلی کا کباب۔ پراٹھے۔ مرغ پلاؤ۔ تلی ہوئی مچھلی۔ قورمہ۔ سبزی چٹنی۔ مربّہ۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اور اپنے اپنے ٹھکانے پر سو رہے۔ چودھویں رات کی چاندنی نکھری ہوئی تھی۔ ہمایوں فر روشنک کو ساتھ لے کر تالاب کے کنارے سنگ مرمر کے گھاٹ پر بیٹھ گئے۔

روشنک "(ہاتھ جوڑ کر) میں آپ سے کچھ عرض کیا چاہتی ہوں"۔ ہمایوں فر "کہو۔ میں متوجہ ہوں"۔ روشنک "میرے سرتاج! میرے قابل فخر شوہر! میں سخت نادم ہوں۔ مجھ کم بخت کی وجہ سے آپ کو سخت پریشانی ہوئی اور آپ کے آرام میں خلل آیا۔ میں سخت پریشان ہوں۔ کیا میں کسی طرح اس کی تلافی کر سکتی ہوں؟ آپ ان واہیات خیالات کو اپنے دل سے نکال ڈالیں۔ انشاء اللہ میری خبر میم صاحب کو کسی طرح نہ ہوگی۔ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں۔ مجھے اپنی خیر خواہ خدمت گذار کنیز سمجھیں۔ یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ یورپین لیڈیاں سوکن کو پسند نہیں کرتیں۔ ورنہ میم صاحب کو میں حقیقی بہن سے زیادہ چاہتی۔ ہاتھ جوڑتی۔ پاؤں پڑتی۔ اور سمجھاتی۔ کہ بہن از برائے خدا۔ آپ ہماراجیاں نہ کریں۔ میں آپ کی کنیز ہوں۔ تو ان کا دل ضرور پسیجتا اور میم صاحب اپنی خوشی کے لبریز پیالہ میں سے جوان کو ہمیشہ کے لئے ملا ہے۔ ایک قطرہ مجھے دینے میں کبھی دریغ نہ کرتیں۔ لیکن یہ غیر ممکن ہے۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ آپ مجھے چچا جان چچی جان کی خدمت میں چھوڑ جائیں۔ میں بخوشی رہوں گی۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ میں جس قدر خوش ہوں میرا ہی دل جانتا ہے۔ بخدا میں تا دم زیست آپ کے احسان کو نہ بھولوں گی۔ آپ نے مجھے ایک ظالم کے پنجہ سے رہا کیا۔ عزت آبرو بچائی۔ حرام موت سے باز رکھا۔ مجھے آپ کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ میری دلی تمنا بر آئی۔ بس اب میری یہ ہی خواہش ہے۔ کہ سسرال میں میں چین سے زندگی بسر کروں۔ شادی بیاہ ہمارے آپ کے اختیار میں نہیں ہے حکم قضا و قدر یوں ہی تھا ؎

نیک و بد زمانہ نہیں اختیار میں

ہوتا ہے لاجرم وہی جو سر نوشت ہو

ہمایوں فر:۔ میری غم خوار پیاری بیوی۔ کُل شائستہ قوموں کو دیکھو کسی نے کبھی دو بیبیاں نہیں کیں۔ میں سخت پریشان ہوں۔ تمہاری مٹی بھی پلید ہوئی۔ تمہاری عقل اور صبر کی تعریف کرتا ہوں۔ بیشک تم میری خیر خواہ بیوی ہو۔ لیکن تم کو رنج دینا میں کیوں کر گوارا کر سکتا ہوں؟ تم کو میری جدائی کا کس قدر صدمہ ہوگا۔ اور سوکن کی رقابت کیسی بے چین کرے گی + میں نادان نہیں ہوں۔ مجھے بخوب معلوم ہے کہ تم کو میری کس قدر محبت اور خاطر منظور رہے۔ میری بے التفاتی سے تمہیں زیادہ صدمہ اور رنج ہوگا۔ تم کڑھ کڑھ کر آنسو بہاؤ گی + کیا تم کو یقین ہے کہ میں اس کو جائز رکھوں گا؟ تمہاری پریشانی مجھے بے چین نہ کرے گی ؟
میری نا تجربہ کار بیوی! رقابت بُری بلا ہے ؎

تلوار کا نہ زخم نہ برچھی کا گھاؤ ہے
نشتر سے چھو رہے ہیں یہ دل کا لگاؤ ہے

تم سے الگ۔ اُن سے الگ شرمانا پڑتا ہے۔ ان سے بھی عذر خواہی کیوں کروں عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ کشمکش میں میری جان ہے۔ ہماری وجہ سے تمہاری زندگی بھی تلخ ہوگی ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!!

روشنک:۔ آپ ناحق پریشان ہوتے ہیں۔ اور مجھے کانٹوں میں گھسیٹتے ہیں۔ سوکن کا صدمہ بُرا ہے۔ لیکن سب عورتوں کو برابر نہیں ہوتا ہے۔ میں صحیح عرض کرتی ہوں کہ مجھے میم صاحب سے رقابت نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی محبت پیدا ہو چلی ہے۔ جو کچھ ہوا۔ میری تقدیر اچھی تھی۔ کہ آپ سا معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ رحم دل۔ خوش مزاج شوہر ملا۔ مجھے تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ نہ رنج۔ خدا نے ناچیز کو ہر طرح کی نعمت بخشی۔ اور کیسے رنج کو خوشی سے مبدل کر دیا۔ اگر میں شکریہ ادا نہ کروں۔ تو کفران نعمت ہوگا۔ اپنے اختیار سے ایک تنکا کوئی نہیں ہلا سکتا۔ اور شادی

بیاہ تو بڑی بات ہے۔ میں تو نہایت خوش ہوں اور لاکھ لاکھ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہوں۔ انسان کو ہمیشہ اپنے ہم جنسوں کا مقابلہ کرنا چاہئیے۔ ہماری جیسی ہزاروں عورتیں موجود ہیں۔ کوئی بیچاری شوہر کی بدکرداری سے عاجز ہے تو کوئی، روٹی کپڑے کو ترستی ہے۔ کوئی مار پیٹ کے صدمے سہتی ہے۔ کوئی جاہل بد مزاج کے پلے پڑی ہے۔ کوئی تعلیم یافتہ روشن خیال، نوجوان کی بیوی ہے۔ مگر شوہر صورت سے بیزار۔ بیوی مرنے کو تیار۔ آئے دن جوتی پیزار۔ کوئی حسین تعلیم یافتہ۔ بدشکل جاہل۔ شرابی۔ جواری کے ساتھ رو رو کر زندگی بسر کر رہی ہے۔ کوئی بیچاری جان سی پیاری شئے کو گنوا دیتی ہے۔ دنیا کا یہی حال ہے۔ ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بدتر ہے۔ کیا میں ہی ایک انوکھی ہوں۔ یا مجھی میں لال لگے ہیں؟ دنیا میں سینکڑوں عورتوں پر سوکنیں آئیں۔ کسی کی دو کسی کی چار۔ اکثر بیچاریوں نے سوکن کی مار تک کھائی۔ شوہر بھولے سے نام تک نہیں لیتے۔ مثل ماما کے ایک کونے میں پڑی دم توڑتی ہیں۔ آخر وہ بھی تو اللہ کی بندی ہیں۔ دل رکھتی ہیں۔ خدانخواستہ مجھے کیوں رنج ہونے لگا؟ خدا نے مجھے لاکھوں میں ایک عزت دار شوہر دیا ہے عزت آبرو سے گھر میں بیٹھی ہوں ہزاروں نوکر چاکر خدمت کو حاضر ہیں اچھے سے اچھا پہنتی اور کھاتی ہوں۔ ساس ماں سے زیادہ چاہنے والی خسر باپ سے بڑھ کر محبت کرنے والے جیٹھ جٹھانی۔ نند۔ نندوئی سب کے سب ہماری خاطر کرتے ہیں۔ پھر کیا چاہئیے۔ یہی نا کہ سوکن ہے۔ تو کیا ہوا۔ وہ بیچاری ایک طرف پڑی ہے۔ آپ کے دل میں میرا خیال رہے۔ آپس میں رنجش نہ ہو کہیں مجھ سے کوئی خطا نہ ہو۔ بس مجھ کو یہی فکر ہے۔ آپ ہنسی خوشی زندگی بسر کریں۔ اور کچھ فکر نہ کریں۔ کبھی کبھی آپ بوقت فرصت گھنٹے دو گھنٹے آجایا کریں گے جیسا برابر آتے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ ان کو شک پیدا ہو گا۔ میں نہیں چاہتی۔ کہ آپ کی سبکی ہو۔ انگریزیوں میں خفیف ہونا پڑے۔ بیگم صاحبہ یورپین لیڈی۔ ان کو شرکت کب گوارا ہوگی۔ تقاضائے بشریت کوئی بات غصہ کی حالت میں کر بیٹھیں غصہ حرام ہے۔ اگر انہوں نے علیحدگی

اختیار کر لی۔ تو کیسی ندامت ہوگی۔ یا جان پر کھیل گئیں۔ تو کیسی ہوگی؟ نہ آپ کو خوشی نہ مجھے خوشی۔ اور نہ اس بے چاری کو آرام۔ اور ذلت ہوگی سو الگ۔ سارے خاندان کی ناک کٹے گی + میں تو عزت آبرو سے گھر میں بیٹھی رہوں گی کنبے برادری ہمارے طرف دار ہیں۔ اس بے چاری کو سوائے آپ کے کسی کا سہارا نہیں۔ اس نے آپ کی خاطر اپنا پرایا چھوڑا۔ سات سمندر پار آئی۔ خدا نے صاحب اولاد کیا۔ کوئی ایسی ویسی نہیں شریف زادی۔ رئیس زادی۔ آپ کی مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اس سے بے وفائی وضع کے خلاف ہے۔" ہمایوں فر۔" اور تم سے بے وفائی روا۔ تمہاری حق تلفی جائز۔ تمہاری دل شکنی روا ہے؟" روشنک۔" الٰہی! میں کیوں کر سمجھاؤں۔ میں اپنے سارے حقوق بحل کرتی ہوں میرا کوئی حق نہیں۔ صرف اتنی التماس ہے۔ کہ لونڈی کو دل میں جگہ دیں۔" ہمایوں فر۔" اس کو تو خیر اب تک معلوم نہیں ہے لیکن تم کو میری محبت کا ثبوت کیوں کر ہوگا؟ ؎

ہم معتقد دعویٰ باطل نہیں ہوتے
سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

بس فرصت ہوئی۔ تمہارے آئینہ دل میں غبار آگیا اور رفتہ رفتہ رنجش پیدا ہوگئی۔ اور لڑائی جھگڑے کا سامان موجود ہوگیا۔ اس وقت میرا فرض ہوا۔ کہ تم کو مناؤں ادھر ان کو خبر ہوگئی۔ لیجئے صاحب دو مُلّاؤں میں مرغی حرام۔ آخر میری وہی مثل ہے۔ کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے"

روشنک۔" میرے اللہ میں کیا کروں اور کیوں کر آپ کو یقین دلاؤں۔ اچھا پہلے میرے سوال کا جواب دیجئے۔" ہمایوں فر۔" کہئے۔" روشنک۔" انسان کو دونوں آنکھوں میں کون سی آنکھ پیاری ہوتی ہے؟" ہمایوں فر۔" (مسکرا کر) داہنی۔" روشنک۔" گستاخی معاف۔ اگر کوئی بائیں آنکھ پھوڑ دے۔ تو آپ اُف نہ کریں گے فرمائیے؟"

ہمایوں فر۔" (ہنس کر) نہیں صاحب۔ اگر کوئی کہے کہ ہم تمہاری کون سی آنکھ پھوڑیں۔ تو ہم یہی جواب دیں گے۔ کہ پھوٹیں تمہاری۔ ہماری دونوں برقرار رہیں۔ انسان کو دونوں آنکھیں پیاری ہوتی ہیں۔" روشنک۔" تو پھر میرا مطلب حاصل ہوا۔ روٹھنا

منانا اُور بات ہے۔ اوّل ہم روٹھیں گے ہی نہیں۔ آپ شرط لگائیں۔ یا ہیں نوشتہ لکھ دوں۔ اور اگر بہ تقاضائے بشریت کبھی رنج دل پر آگیا۔ تو ہم دو تین گھنٹے سے زیادہ رنج کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیں گے۔ خود آپ سے ظاہر کر دیں گے۔ کہ مجھے آپ سے یہ شکایت ہے۔ آپ سے زیادہ عزیز مجھے اُور ہے کون؟ آپ کی خوشی پر ایک نہیں۔ ہزار جان میں نثار کرنے کو تیار رہوں۔ آپ کی خوشی مقدم ہے۔ آپ کے پسینہ کے عوض میں خون بہانے کو تیار رہوں"۔ ہمایوں فر۔" روشنک کی طرف سر اُٹھا کر جو رومال سے آنسو پونچھ رہی تھی کہنے لگے۔ .... ایں خیر تو ہے یہ رونے کیوں لگیں؟ بتاؤ یہ اشک فشانی کیوں ہ مجھ سے تمہاری اشک ریزی دیکھی نہیں جاتی ہے۔ اگر تمہاری خوشی کے واسطے جان بھی جائے۔ تو دریغ نہ کروں۔ اگر میری قدرت میں اس کی تلافی ہوگی تو ضرور کروں گا۔ میرے امکان سے باہر ہے اِس لئے مجبور رہوں لیکن اس پر بھی جان لڑا دوں گا"!

روشنک۔" خدا نہ کرے منحوس کلمہ کیوں منہ سے نکالتے ہیں"۔ ہمایوں فر۔" روتی تو تم ہو۔ اور وسواس مجھے ہوتا ہے۔ جلد بتاؤ"۔ روشنک۔" کچھ نہیں یوں ہی دل بھر آیا"!

ہمایوں فر۔" خیر یہ ہماری بات کا جواب تھا"! روشنک۔" (قدموں پہ گر کر) میرے مالک و مختار۔ میرے سرتاج! میرا بال بال آپ کا گناہ گار ہے۔ ہائے میں نے کیوں آپ کو خط لکھا تھا۔ افسوس میں ہی آپ کی بربادی اور پریشانی کی باعث ہوئی۔ اپنے راحت اور آرام کے واسطے اپنے پیارے معزز شوہر کو بے چین کیا۔ میری خطا معاف ہو"!

ہمایوں فر بیوی کو فوراً اٹھا کر تالاب سے رومال تر کر لائے۔ بیوی کا مُنہ پونچھا اور کہا۔" میری ہم دم تعلیم یافتہ عقل مند بیوی۔ بس اب نہ رو۔ میری قسمت کا ستارہ چمک گیا۔ کہ ایسی بیوی پائی۔ میں قسم کھانے کا عادی نہیں۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ قول جان کے ساتھ ہے۔ جب تک زندہ ہوں تمہارا بندہ ہوں۔ میں پہلو چیر کر دکھا نہیں سکتا۔ کہ تمہاری جگہ کس قدر میرے دل میں ہے۔ تم سے مجھے بہت کچھ امید ہے تم نے کون سی خطا کی ہے۔ میں خود تمہارا خطا وار ہوں۔ تم میرے محسن چچا کی بیٹی

اور میری ہمدرد پیاری بیوی ہو جیر اس تذکرے کو جانے دو۔ جب جیسا ہوگا دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو شگفتہ ہو جاؤ۔ میں تمہاری صلاح کے بغیر کچھ بھی نہ کرونگا۔ تم نے جو کچھ کہا۔ مجھے سب منظور ہے۔ مجھے صرف تمہارا خیال ہے۔ اس لئے پریشان ہوتا ہوں لیکن تم نے اس وقت جو کچھ کہا عقل مندی اور دانائی کی باتیں کہیں ہم نے بھی سوچا سوائے اس کے اور کوئی صورت فی الحال نظر نہیں آتی۔ خدا بڑا مسبب الاسباب ہے کوئی صورت پیدا کرہی دے گا۔ دل قابو میں رکھو۔ خوشی کے ساتھ رنج۔ گل کے ساتھ خار۔ بہار کے ساتھ خزاں کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ دنیا میں طرح طرح کے آدمی ہیں۔ مگر بدظن بہت اور نیک کم۔ اور خدا کے لئے کسی کے لگانے بجھانے میں نہ جانا۔ اور مجھ سے بدگمان نہ ہونا۔ اتنا کہنا ضروریا درکھنا۔ اکثر تنہائی میں تمہارے دل میں طرح طرح کے خیالات آئیں گے۔ مگر ان خیالات کو دل میں جگہ نہ دینا۔ کتاب کے مطالعہ سے جی بہلانا۔ میں مس ٹامسن کو دوبارہ مقرر کردوں گا۔ لکھنے پڑھنے کے شغل میں تمہارا وقت بھی گذر جائے گا جب تک میں دہلی میں ہوں حسب الحکم حاضر ہوا کروں گا۔"

روشنک۔" بس میری بھی یہی خواہش ہے کہ مس ٹامسن صاحبہ کو آپ بلا دیں۔ مجھے اپنی تعلیم ادھوری رہ جانے کا افسوس ہے۔ اماں جان نے اباجان کے بعد سے ہماری تعلیم موقوف کر دی۔ میرے ماموں صاحب کو سخت ناگوار گذرا۔ کہ میں انگریزی پڑھوں۔ اور مخالفت کی۔ اماں جان بغیر ان کی صلاح کے کچھ نہیں کرتیں۔" ہمایوں فر۔" (مسکرا کر) ان کو کیوں کر منظور ہوتا۔ لڑکا ناخواندہ جاہل۔ اور بہو ہو تعلیم یافتہ کیوں کھٹی نابیاتت۔" روشنک! اُف خدا نے مجھے بچالیا۔ صدقے جاؤں اس کی کریمی کے۔ ورنہ انہوں نے تو بھاڑ میں جھونک ہی دیا تھا۔" ہمایوں فر۔" کیسی بُری رسم ہے۔ جب تمہارا نکاح ہو چکا تو پھر شوہر سے خط وکتابت تک کی ممانعت کیسی؟ جب تم نے ہوش سنبھالا۔ تو والدین کو مناسب تھا کہ تم کو اجازت دیتے۔ کہ اپنے شوہر کو خط لکھا کرو۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ہم دونوں میں محبت پیدا ہوتی۔ غیریت نہ رہتی۔ مجھے لندن میں بھی کبھی تمہارا خیال ہوتا تھا۔ کہ خدا

جانے اُس لڑکی کی کیسی تعلیم و تربیت ہوئی جس سے ہماری زندگی وابستہ کی گئی ہے۔
لیکن چچا کے بعد جب میں نے چچی صاحبہ کا خط پایا۔ میرے خیالات بدل گئے۔ میں نے ٹھان لیا۔ کہ مجھے چچی اور ان کی لڑکی کی دلجوئی فرض ہے۔ بیوہ اور یتیم کو کیوں ستاؤں؟ اگر ان کی مرضی یوں ہی ہے۔ تو خیر مجھے عذر کیا ہے۔ لیکن دوسرے خط سے معلوم ہوا۔ کہ شادی ہوگئی۔ اماں جان کا جعلی خط یہاں سے گیا میرا دل چچا کے غم میں رنجور تھا۔ اتفاق سے تیری کی محبت پیدا ہوگئی میں ہمیشہ نیک نام رہا۔ بُری صحبتوں سے برابر پرہیز کرتا رہا۔ شراب اور دیگر لہو ولعب سے ہمیشہ نفرت رہی۔ میں نے شادی کرلی اور کچھ خیال نہ کیا۔ نیچر نے اپنا زور کیا۔ محبت کی ایک زبان الگ ہوتی ہے۔ انسان مجبور ہو جاتا ہے۔

روشنک ''بے شک ایسا ہی ہے۔ اگرچہ آپ ہزاروں کوس پر تھے۔ اور میں نے کبھی صورت تک نہیں دیکھی تھی۔ سوائے اس فوٹو کے جو ابا جان اپنے ساتھ لندن سے لائے تھے۔ اور ہمیشہ دیکھا کرتے تھے۔ میں برابر سنتی تھی کہ میرا نکاح ہوگیا ہے اور شوہر لندن میں تعلیم پاتا ہے۔ ابا جان اماں جان کی بحث اور لڑائی بھی سنتی تھی۔ وہ ہمیشہ آپ کے خلاف تھیں اور بُرا بھلا کہتی تھیں۔ جب ابا جان زندہ تھے مجھے کسی بات کی فکر نہ تھی۔ ان کا مرنا تھا۔ کہ مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ لیکن آپ کی آس لگی ہوئی تھی۔ میں دل ہی دل میں یہ خیال کرتی تھی۔ کہ ابا جان کے بعد اگر کوئی میرا چاہنے والا ہے۔ تو میرا شوہر ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوگا۔ طرح طرح کی اُمیدیں اور منصوبے باندھتی تھی۔ جب کبھی اماں جان کہتی تھیں۔ کہ کہیں اور جگہ شادی کروں گی۔ تو مجھے سخت صدمہ ہوتا۔ لیکن ملک کے رسم و رواج سے منہ پر مہر خموشی لگی ہوئی تھی۔ میں دل ہی دل میں خیالی پلاؤ پکا رہی تھی۔ کہ یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ آپ نے شادی کرلی۔ اور دوسری شادی منظور نہیں۔ اس وقت گویا مجھ پر بجلی گر پڑی۔ دل میں برچھی سی گڑ گئی۔ لیکن سوائے چپ کے اور کیا کرسکتی تھی۔ دل تو یہی چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح چار آنکھیں ہوں۔ ہم ایک مدت سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے شادی کرلی۔ پھر نرگس کے ذریعہ سارا قصہ معلوم ہوا۔ کہ میرے

ماموں نے خط لکھا تھا۔ میری امید بالکل منقطع ہوگئی + میں نے ٹھان لی۔ کہ میں اپنی زندگی یوں ہی بسر کروں گی لیکن وہ بھی میرے امکان سے باہر تھا + کنواری لڑکی کو بولنے کی اجازت نہیں۔ ماموں صاحب کو شوق چرایا۔ کہ ہم سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ لڑکی کو اپنے لڑکے سے بیاہ دیں + ان کو خوب معلوم تھا کہ یہ شادی ناجائز ہوگی۔ لیکن لالچ اور طمع نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ چند جھوٹے گواہ بنا لائے۔ کہ آپ نے طلاق دے دی مولویوں کو کچھ روپیہ دے کر ایک لمبا چوڑا فتویٰ کفر کا چھپا کر آپ کو کافر بنایا + ان کو یقین کامل تھا۔ کہ آپ کی یورپین بیوی موجود ہیں۔ آپ کچھ بھی نہ کریں گے۔ دوسرے اگر میں شادی کردوں گا۔ تو وہ لوگ غیرت سے یا تو خاموش رہیں گے۔ یا طلاق نامہ دیں گے + لیکن اُن کے سارے منصوبے اُلٹے ہوگئے اور خدا نے ہماری سُن لی + جس طرح ہمارے دن پھرے اور تمنا بر آئی۔ خدا کرے سب کی ہو +

ہمارے یہاں کی شادی بیاہ بھی گویا کھیل تماشا ہے کیسی لغو رسمیں ہیں کنواری لڑکیاں گویا بے جان ہیں۔ نہ تو بولنے کی اجازت ہے نہ سننے کی"+

ہمایوں فر۔" انگریزوں میں کتنا اچھا دستور شادی بیاہ کا ہے۔ ٹرکی مصر وغیرہ اسلامی ملکوں میں بھی ہمارے یہاں سے کہیں بہتر دستور ہے + ہندوستانی مصیبت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انہیں بیہودہ رسم و رواج نے تو ہندوستان کو غارت کیا۔ لیکن تاہم ہماری نیند بدستور رہے۔ خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں اور دوسری قومیں ہندو۔ پارسی۔ انگریز۔ برھمو وغیرہ ترقی کے زینہ پر ہیں۔ اور ہم اپنی جہالت پر نازاں ہیں + خدا جانے ہماری قوم کب ترقی کرے گی۔ (گھڑی دیکھ کر) اب بارہ بج گئے اب سونا چاہیئے۔ ورنہ صبح کو جاگ نہ سکیں گے نماز قضا ہو جائے گی"+ الغرض دونوں کمرے میں گئے۔ اور سو رہے +

صبح کو بعد نماز کے ہمایوں فر اور حامد مچھلیاں پکڑنے لگے + بیگمات گھاٹ پر بیٹھی رہیں + ایک چھوٹی سی کشتی جو تالاب میں پڑی ہوئی تھی۔ ہمایوں فر۔ حامد۔ صفدر۔ بہار النساء بیگم کا بڑا لڑکا اُسے چلانے لگے۔ ایک پر قمر آرا۔ روشنک اور

ہمایوں فر دوسری پر حامد اور جانی بیگم + مریم۔ نجمہ اور اختر گھاٹ پر کاغذ کی کشتیاں بنا بنا کر جہاں گیر جہاں آرا کو دینے لگیں۔ اور تالاب میں چھوڑ کر تماشہ دیکھنے لگیں۔ شام کو ہمایوں فر نے ہارمونیم بجا کر سنایا + الغرض ایک ہفتہ رہ کر سب مکان پر واپس آئے۔ چار ہفتے ہمایوں فر اور روشنک نے عشرت اور غایت انبساط سے بسر کئے۔

مہینہ ختم ہوتے ہی میم صاحبہ مع بچہ کے دہلی آئیں + ہمایوں فر کے طرز عمل میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ میم صاحبہ کو اس کا شان گمان بھی نہ تھا۔ کہ کایا پلٹ ہو گئی ہے + روشنک نے شوہر کو خوش کرنے کا بیڑا اُٹھالیا۔ وہ عقل مند فہمیدہ تھی اس کو برابر یہ خیال تھا۔ کہ شوہر کی سُبکی یا فضیحتی نہ ہو۔ اس نے کبھی ماتھے پر بل نہ آنے دیا + جب کبھی ہمایوں فر گھنٹے دو گھنٹے کو آتے حرف شکایت زبان پر نہ لاتی۔ بلکہ ہر طرح اپنی خوشی ظاہر کرتی ہمیشہ شگفتہ رہتی ہمجولیوں اور سہیلیوں میں شوہر کی مداح ہوتی۔ دونوں میاں بیوی میں اس قدر محبت ہوئی۔ کہ ایک دوسرے کی تعریف کرتے منہ خشک ہوتا تھا + گھر گھر روشنک اور ہمایوں فر کی چاہت کا بہت کچھ چرچا ہو رہا تھا۔ اور میم صاحبہ بھی شوہر پر نثار تھیں۔ ہمایوں فر ان کو بھی ایسے ہی چاہتے تھے + روشنک سسرال میں ایسی ہر دل عزیز تھی۔ کہ اگر اس کے تلوے میں کانٹا چبھتا تو گھر بھر کے کلیجہ میں برچھی گڑ جاتی + عالیہ بیگم کو خوف تھا۔ کہ بہو خدا جانے کیسی ہو۔ اور اب بہو پر دل و جان سے نثار ہیں۔ گھر کا سارا کاروبار دونوں بہوؤں کے ذمے۔ قمر آرا کی تائید میں روشنک ہر وقت کمربستہ حاضر تھی۔ گھر کی ماما دائی خواص مغلانی تک خوش تھیں۔ محلے کی غریب۔ محتاج۔ بیوہ۔ یتیم کو خفیہ خیرات کرتی۔ لاکھوں کی مالک۔ نواب کی بہو۔ نواب کی بیٹی۔ شوہر اعلیٰ عہدے دار۔ مگر غرور اس کے مزاج میں نہ تھا۔ غریبوں کو وہ پاس بٹھاتی تھی۔ انہیں خود جاڑوں میں لحاف۔ گرمیوں میں جوڑے سی کر دیتی تھی سینے کی دو مشینیں موجود تھیں۔ انکساری۔ خدا ترسی۔ اخلاق حد درجہ کا تھا + قمر آرا دیورانی پر فدا۔ روشنک ان پر نثار۔ مریم گویا ایک جان دو قالب۔ ہفتہ میں دو مرتبہ کبھی یہ آتی اور کبھی یہ جاتی تھیں + بہار النساء دونوں بھاوجوں کو چاہتی تھی

ان کی لڑکیاں بھی گرویدہ + عالیہ بیگم سب سے یہی کہتی تھی کہ خدا ہر ساس کو ہماری جیسی بہو نصیب کرے + روشنک کو ہر کوئی دل سے دعائیں دیتا تھا۔ کبھی کسی کا دل نہ دکھایا۔ ہمایوں فر نے کل جائداد نقد و جنس جو کچھ چچا نے دیا تھا بیوی کے نام لکھ دیا + چچی کو ہزار روپے ماہوار دینا چاہا۔ مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ کئی مرتبہ گئے لیکن حسینی بیگم نے ملاقات نہ کی۔ باہر ہی سے واپس آئے + حسینی بیگم نے گنڈے تعویذ۔ ٹونے ٹوٹکے۔ جادو سحر کرنے میں ہزاروں روپیہ صرف کیا + کسی نے کہا۔ بیگم صاحبہ فلاں شخص بڑا باکمال ہے جنات اس کے تابع ہیں۔ ہمایوں فر کو دیوانہ سڑی بنا دے گا + حسینی بیگم نے سو دوسو نذر کیا + دوسرے نے کہا اے حضور۔ فلاں شخص ایسا جادو کرتا ہے۔ کہ ہمایوں فر ہاتھ پاؤں سے معذور ہو کر پڑے رہیں گے۔ کسی نے کہا نگین شاہ ہمارے محلے میں آئے ہیں۔ روپیہ پیسہ نہیں لیتے ایسے باکمال ہیں۔ کہ غائب کی خبریں بتاتے ہیں۔ اگر وہ چلہ کشی کریں۔ اور اسم پڑھیں۔ تو ہمایوں فر کو مع پلنگ کے اٹھا لائیں + بیگم صاحبہ بڑی خوش ہوئیں۔ شاہ صاحب کو بلایا + وہ پھول گئے۔ اور سمجھے کہ خوب ہاتھ رنگیں گے۔ جواب دیا۔ بابا ہم فقیر لوگ امیروں کے یہاں نہیں جاتے۔ ہمیں دنیا سے کیا غرض + جس کا جی چاہے وہیں آئے + بیگم خود اپنی ماما مغلانی کو لے کر گئیں + فقیر نے خوب خوب فقرہ بازی کی۔ زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ جنات کی فوج کشی ہمایوں فر پر ہوئی۔ فلیتہ جلایا گیا۔ پرانی قبر پر میخ ٹھونکی گئی + الغرض حسینی بیگم کو یہی شغل تھا۔ لیکن ہمایوں فر کو نہ مرنا تھا اور نہ وہ مرے۔ اور نہ انہیں جنات اُڑا لے گئے۔ اور نہ بیمار پڑے جیسے کے ویسے ہی رہے۔ بلکہ ایک بال تک بیکا نہ ہوا مفت میں اپنی جہالت کی وجہ سے حسینی بیگم تباہ و برباد ہوئیں + لاڈلے مرزا کو ہمایوں فر سے عداوت تو تھی ہی۔ اب انہوں نے انتقام پر کمر باندھی۔ شہر کے چند شہدے بدمعاش گرگے اپنے ساتھ ملا لئے۔ اور ہر وقت داؤگھات میں رہنے لگے +

ایک روز حسب معمول ہمایوں فر آئے۔ تو روشنک نے سوکن سے ملنے

کی خواہش ظاہر کی + انہوں نے منظور کر لیا ۔ اور روشنک مع صالحہ بیگم ۔ مریم ۔ قمر آرا جانی بیگم کے ہمایوں فر کی خوشنما ۔ عالی شان کوٹھی میں گئیں + میم صاحبہ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا ۔ میاں بیوی دونوں گاڑی تک آئے ۔ مریم نے روشنک کو اپنی چچا زاد بہن بتا کر تعارف کروایا + روشنک نے مصافحہ کیا سب ڈرائینگ روم میں آئیں + دونوں سوکنیں باہم گلے ملیں میم صاحب کو کیا خبر تھی کہ یہ زندگی کی حصہ دار رہے ہیں روشنک کی بڑی تعریف کی + ان کے اخلاق سے بہت خوش ہوئیں + اتفاق سے لیڈی الیٹ بھی اس روز موجود تھیں ۔ بیگمات کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئیں + لیڈی " میں آپ لوگوں سے مل کر نہایت خوش ہوئی ۔ مجھے آپ لوگوں سے ملنے کی تمنا تھی ۔ لیکن افسوس میں اُردو بول نہیں سکتی "

میم صاحب " (مریم کی طرف مخاطب ہو کر) مسز حامد انگریزی خوب بولتی ہیں "

لیڈی " ہم بہت خوش ہوئے + (ایک آور یورپین لیڈی (میری کی سہیلی) مسز ہمایوں فر ۔ تمہارے سُسرال کی بیگمات نہایت خوب صورت اور خلیق ہیں ۔ میں نے کبھی ہندوستانی شریف زادیوں کو نہیں دیکھا تھا ۔ میرا خیال تھا ۔ کہ یہاں کی خاتونیں کالی ہوں گی اور جاہل ان پڑھ ۔ لیکن میرا خیال غلط نکلا "

میری " نہیں نہیں یہ لوگ سب تعلیم یافتہ ہیں " سہیلی " (روشنک کی طرف مخاطب ہو کر) آپ کی صورت کتنی پیاری ہے " روشنک " (انگریزی میں) آپ خود کیا کم ہیں " سہیلی " اوہو ۔ آپ تو خوب انگریزی بولتی ہیں ۔ کہاں تعلیم پائی " روشنک " گھر ہی میں ۔ کیونکہ ہم لوگ اسکول جا نہیں سکتے ۔ زمانہ کے رسم و رواج سے مجبور ہیں " دیر تک باتیں ہوئیں ۔ میم صاحب نے چائے بسکٹ وغیرہ سے مہمانوں کی خاطر کی ۔ پیانو سنایا "

روشنک نے اشرفیاں دے کر بچہ کو گود میں لیا ۔ صالحہ بیگم وغیرہ نے تقلید کی + جانی بیگم کی نظر ایک تصویر پر پڑی ۔ جس میں صاحب اور میم باہم مل کر ناچ رہے تھے ۔ جانی بیگم " کیا آپ کے یہاں میاں بیوی اس طرح ناچتے ہیں "

روشنک " نہیں میاں بیوی نہیں سب غیر مرد غیر عورتیں ہیں " جانی بیگم " اے

میں ایسی دیوانی نہیں۔ واہ پرائے مرد کے ساتھ کمر میں ہاتھ ڈال کے ناچنا کیا معنی؟ تم مجھے بنا رہی ہو"+ روشنک:" اچھا میں خاموش رہوں گی۔ آپ خود میم صاحب سے دریافت کریں"+ اتنے میں ہمایوں فر اندر آئے+

جانی بیگم:" (میم صاحب سے) کیوں بہن اس تصویر میں جو باہم مل کر ناچ رہے ہیں۔ میاں بیوی ہیں نا؟" میم صاحب:" نہیں" روشنک:" (مسکرا کر) ان کو یقین ہی نہیں آتا"+ میم صاحب:" کیوں؟" ہمایوں فر:" صحیح کہتی ہیں۔ اپنے ہاں کی رسم ہے۔ ہر ملک دہر رسمے۔ اگر کسی مرد نے کسی لیڈی سے کہا۔ کہ آپ میرے ساتھ ناچیے تو اس پر فرض ہے۔ کہ رقص کرے۔ میاں بیوی بھی باہم رقص کرتے ہیں"+

جانی بیگم:" اُوئی اُوئی۔ میاں بھی اچھے ہیں۔ کچھ نہیں کہتے؟"

ہمایوں فر:" کہیں گے کیا۔ ان کے ہاں عیب ہو تو کہیں"+ جانی بیگم:" تم دونو میاں بیوی ناچو تو ہم تماشہ دیکھیں"۔ ہمایوں فر:" میں ناچنا کیا جانوں۔ میں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی"+

الغرض ایک گھنٹہ رہ کر سب رخصت ہوئیں+ میم صاحبہ روشنک سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور دوبارہ آنے کا وعدہ لیا+ جانی بیگم:" بہن ان میموں کی پوشاک کیسی نفیس اور خوب صورت معلوم ہوتی ہے۔ نہ لچکا نہ کرن نہ سلمہ ستارہ نہ بنت بالہ چکی۔ لیکن کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ گویا پری ابھی ابھی پرستان سے اُڑ آئی ہے+ ہم لوگ لاکھ بنیں ٹھنیں۔ مگر ان پریوں کے مقابل میں ٹھیر نہیں سکتے۔ ایک ایک ادا ناز آفریں ہے۔ سراپا بدن سانچے میں ڈھلا ہُوا"+ قمر آرا:" یہ نہ کہو بہن سب کی سب حسین نہیں ہوتیں۔ بعضی تو ایسی ہیں۔ کہ صورت دیکھنے کو جی نہیں چاہتا"+

مریم:" دنیا میں خدا نے مختلف صورتیں پیدا کی ہیں۔ اچھی بری ہر قوم اور ہر ملک میں ہیں۔ سب ہی خوب صورت نہیں ہوتیں۔ گوری چٹی البتہ ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے ایشیائی حسینوں کے آگے یورپ کے حسین ٹھیر نہیں سکتے"+

روشنک:" اپنی اپنی پسند پر موقوف ہے۔ ہمارے یہاں کے شاعر سیاہ آنکھوں کی تعریف کرتے ہیں۔ یورپ کے شاعر نیلگوں آنکھوں اور سنہری بالوں کی"+

مریم:" کہئے تو ہماری دونوں بھاوجوں میں کون زیادہ حسین ہیں میم صاحب یا یہ؟"
روشنک:" چہ نسبت خاک را با عالم پاک! کچھ خیر ہے۔ ان کے حسن سے خدا کی شان آشکارا ہے" جانی بیگم:" خوب صورت دونوں ہیں۔ مگر وہ سرخ و سفید زیادہ ہیں۔ گوری چٹی بس نمک نہیں۔ ہاں حسین ضرور ہیں۔ لاکھوں میں ایک۔ دیکھنے کے قابل"
قمر آرا:" روشنک کا حسن اَور طرح کا ہے اور اُن کا اَور طرح کا۔ روشنک کا دہن شیریں چشم شرنگیں نرگسی آنکھیں۔ بوٹا سا قد۔ ملاحت۔ سیاہ بال نستعلیق چال۔ بھولا پن۔ وہ بے چاری کہاں پائے گی؟ یوں تو ہندوستان میں ایک سے ایک بڑھ کر حسین ہے مگر جو بات روشنک میں ہے۔ وہ کسی میں نہیں حسن خداداد ہے۔ لاکھوں میں ایک ہے۔ پر وہ بے چاری حسن پر مغرور رہیں۔ اور یہ ہمیشہ سر جھکائے ہوئے رہتی ہیں میم صاحبہ بھی حسین ہیں۔ یہ تو ہم نہ کہیں گے کہ میم میں نمکینی نہیں ہے"
مریم:" دونوں حسین ہیں۔ مگر روشنک بہن میں غضب کا بھولا پن اور بچپن ہے"

شادی کے تیسرے مہینے ہمایوں فر مع میم صاحب کے گورنر جنرل بہادر کے ہمراہ شملہ گئے چھٹے مہینے واپس آئے۔ ساتویں مہینے روشنک کو آثار حمل ظاہر ہوئے + پانچ مہینے تک بیمار رہی۔ ساتویں مہینے ستوانسا کی رسم ادا ہوئی۔ نویں مہینے نوماسا ہوا۔ دسویں مہینے درد زہ شروع ہوا۔ دائی آئی + عالیہ بیگم نے سمدھن کے ہاں خبر بھیجی + مامتا بُری ہوتی ہے۔ لاچار حسینی بیگم ناک بھوں چڑھائے ہوئے آئیں کنبے برادری کی بیبیاں آئیں۔ گاڑی پر گاڑی سواری پر سواریاں اُترنے لگیں۔ سارا گھر بھر گیا + جس کو خبر نہ کی جاتی۔ وہی بُرا مانتا۔ کہ ایں کیا ہم ایسے دشمن تھے کہ ہم کو بلاوا نہیں گیا + گھر میں شور و غل اس قدر تھا۔ کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی بیبیاں آپس میں ہنسی خوشی چہل کر رہی تھیں + روشنک بے چاری کی جان پر بنی تھی غش پر غش آتے تھے۔ طرح طرح کی تدبیریں بیبیاں کر رہی تھیں حسینی بیگم سب پر غالب تھیں۔ کچھ جڑی بوٹی یہ دہ کی تدبیریں کر رہی تھیں + اتنے میں حسینی بیگم کی ماماشاہ جی کے تکیہ سے آئی اور کہا شاہ جی نے کہا ہے۔ آسیب ہے۔ یہ فتیلہ دیا ہے + حسینی بیگم نے فوراً فتیلہ جلا کر ناک میں دیا تعویذ گلے میں باندھا۔ دس پانچ

بیبیوں نے روشنک کو گھیر لیا۔ کبھی ٹہلایا کبھی لٹایا۔ حسینی بیگم نے ایک عورت اکبری کو بلایا۔ جس نے اپنے کو عاملہ مشہور کر رکھا تھا۔ اس نے آتے ہی حاضرات شروع کی۔ روشنک بے چاری کی کشمکش میں جان تھی جب چوبیس گھنٹے گذر گئے۔ تو صالحہ بیگم نے ایک کرسچین لیڈی ڈاکٹر کو بلایا۔ لیکن حسینی بیگم نے صاف کہہ دیا۔ کہ میں اس کو اندر ہی جانے نہ دوں گی۔ ہرچند صالحہ بیگم اور عالیہ بیگم نے کہا۔ کہ بہن مریم کا بچہ محمود بھی اسی لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھ سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس نے نہ مانا۔ قمر آرا نے ہمایوں فر کو رقعہ لکھا۔ وہ فوراً مع کالج کی یورپین لیڈی ڈاکٹر اور نرس کے آئے۔ لیکن برآمدہ میں روک دیئے گئے۔ کیوں کہ اندر بیبیاں بھری تھیں۔ بچارے سخت پریشان ہوئے۔ اتنے میں قمر آرا کسی کام کو آئیں تو ہمایوں فر نے کہا۔ بھابی پردہ کرا دیں میں جانا چاہتا ہوں ؟"

قمر آرا۔ "بھائی کیا کہوں عجب مصیبت میں پڑی ہوں۔ کہتے کہتے تھک گئی۔ لیکن سنتا کون ہے۔ بے چاری روشنک کو کئی مرتبہ غش آچکا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر بیٹھی بیٹھی اکتا گئیں لیکن یہاں اس قدر بولنے والیاں موجود ہیں۔ ہماری ایک نہیں چلتی۔ امی جان تک ہار گئیں"۔ ہمایوں فر۔ "لاحول ولاقوۃ۔ کیسی بھدی رسم ہے۔ یہ کون سا ان سب کے آنے کا موقعہ تھا۔ آخر ان لوگوں کو خبر کس نے دی ؟"

قمر آرا۔ "یہ ہی تو مشکل ہے۔ اگر خبر نہ دی جائے۔ بُرا مان جائیں چھٹی شادی میں شریک نہ ہوں۔ برادری میں کہیں۔ کہ اللہ ہم ایسے دشمن تھے۔ کہ ہمیں خبر بھی نہ کی"۔

ہمایوں فر۔ "واہ اچھی شکایت ہے۔ مناسب یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے وقت مہمانوں کی بھیڑ جمع کرنے کی بھدی رسم کو قطعی ترک کر دیا جائے اور اس کے ترک کرنے میں بُرا نہیں ماننا چاہیئے اور نہ شکایت کرنا روا ہے۔ یہ کچھ تعریف کے قابل بات نہیں ہے۔ کہ ہمیں کیوں نہ بلایا تھا۔ بچہ پیدا ہونے کی خبر سن کر شوق سے آئیں۔ اس وقت کا آنا گھروالوں پر بار خاطر ہے"۔

قمر آرا۔ "کمرے میں اس قدر اژدحام ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ بے چاری زچہ اَور پریشان ہوتی ہے"۔ ہمایوں فر۔ "زچہ کے پاس سوائے لیڈی ڈاکٹر اور نرس کے یا زیادہ سے

زیادہ ایک یا دو رشتہ دار بیبیوں کے کسی کو رہنا مناسب نہیں۔ ڈاکٹروں نے سخت ممانعت کی ہے۔ زچہ کا دماغ کمزور ہوتا ہے۔ شور وغل سے طبیعت اور پریشان ہوتی ہے۔ + قمر آرا: "میں جاتی ہوں کسی طرح ان لوگوں کو چند منٹ کے واسطے ہٹاتی ہوں۔" یہ کہہ کر قمر آرا اندر گئیں اور سمجھا کر کہا کہ "بیوی! ذری ہٹ جائیں۔ ان کے شوہر پانچ منٹ کے واسطے آنا چاہتے ہیں چونکہ وہ خود ڈاکٹر ہیں۔ لہذا کوئی نسخہ دیں گے۔" ایک بیوی: "اوئی بیوی! ہوش کی دوا کرو۔ مرد اس وقت اندر نہیں آتے۔" دوسری نے کہا: "یہ کیسی نئی رسم تم نے نکالی ہے؟"

حسینی بیگم نے کہا: "ہمایوں فرتو خیر ولایت سے دین مذہب کھو کر آئے ہیں۔ ان کو رسم ورواج سے کیا واسطہ؟ لیکن بڑی بیگم پر مجھے افسوس آتا ہے۔ وہ کیسی خاموش بیٹھی ہیں + اے واہ۔ اس وقت پر دہ ہو نہیں سکتا!"

ایک بیوی: "میں نے دیکھا ہے ان کے ساتھ دو میمیں بھی آئی ہیں؟"

حسینی بیگم میم کا نام سن کر چونک پڑیں۔ "لو اور سنو۔ میں اپنی بچی کو اس نازک حالت میں اس موئی فرنگن چھچل پائی کے حوالہ کروں! نہیں بی یہ تو نہ ہوگا!"

ایک بیوی: "ایں کچھ خبر ہے؟ شریف زادیوں میں میم کا آنا کیسا؟ نہیں بی۔ ہم تو اس کا سامنا نہ کریں گے۔ جیسے مرد کا سامنا کرنا۔ ویسے اس کا۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟" حسینی بیگم: "نہیں بہن میں اپنی لڑکی ہرگز سوکن کے حوالہ نہ کروں گی۔"

قمر آرا: "چچی جان آپ نے غلط سمجھا وہ میم لیڈی ڈاکٹر ہے۔" حسینی بیگم: "جی بجا ہے میں نادان نہیں ہوں۔" مریم: "آپ فرماتیں۔ تو ہم کیا کریں۔ وہ کالج کی ڈاکٹرنی ہے" حسینی بیگم: "چاہے کوئی ہو۔ مجھے کیا واسطہ؟"

الغرض سب کی سب ایک طرف۔ بے چاری مریم۔ قمر آرا کیوں کر جیت پاتیں؟ روشنک کو ذرا سا ہوش آیا۔ تو اپنے چاروں طرف بھیڑ بھاڑ دیکھ کر سخت گھبرائی۔ قضائے حاجت کے بہانے دوسرے کمرے میں مریم کے سہارے گئی۔ قمر آرا نے دروازہ بند کر دیا + ہمایوں فرمع لیڈی ڈاکٹر کے اندر آئے۔ آلہ لگا کر جگر کا معائنہ کیا۔ نسخہ لکھا۔ دوا پلائی + خود دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ نرس لیڈی ڈاکٹر۔ قمر آرا

مریم زچہ کے پاس رہیں + ایک گھنٹے کے اندر لڑکی پیدا ہوئی۔ میم نے انگریزی قاعدے کے موافق لڑکی کو صابون سے غسل دیا۔ گرم کپڑے پہنائے۔ زچہ کو پانی کے چھینٹے دے کر ہوش میں لایا گیا۔ دوا پلائی گئی + اور دروازہ کھولا۔ تو بیبیاں اندر آئیں۔ تو کوئی خفا ہوئی کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ + حسینی بیگم آگ بھبوکا ہو گئیں۔ لیڈی ڈاکٹر رخصت ہوئی۔ نرس حاضر رہی + عالیہ بیگم نے پوتی کو گود میں لیا۔ بہو کو پیار کیا + مولوی صاحب اندر آئے۔ پردہ ہوا بچی کے کان میں اذان دی + عالیہ بیگم نے سمدھن کی گود میں دیا۔ اور کہا "نواسی مبارک ہو۔ پہلوٹی کی لڑکی لڑکے کے برابر ہے" حسینی بیگم نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔ "ہم بے چاری صاحب کے بابا کو لینا کیا جانوں" عالیہ بیگم نے کچھ جواب نہ دیا خاموش ہو رہی + دوائی کے اثر سے زچہ کی آنکھ لگ گئی۔ یہاں گھر کی عورتوں نے زچہ خانہ میں گانا شروع کیا + ہمایوں فر نے بہن سے کہا "باجی جان خدا کے واسطے ان عورتوں کو گانے سے منع فرمائیں۔ دس بج گئے رات زیادہ ہوتی ہے" بہار النساء "خوشی کے دن ہیں۔ لوگ برا مانیں گے" ہمایوں فر "ایسا نہ ہو اس بے چاری کی جان بھی جائے۔ مجھے اس کی صحت کی فکر ہے + باجی کسی طرح موقوف کریں" بہار النساء نے بھائی کی خاطر سب کو روکا + ہمایوں فر کوٹھی گئے + صبح کو ڈومنیاں آئیں۔ باہر بھانڈ آئے۔ مبارک سلامت ہونے لگی + چھٹے دن چھٹی کا سامان ہوا + بڑی دھوم دھام سے چھٹی ہوئی۔ زچہ کو غسل دلایا گیا۔ چوکی بچھی دھوپ اور پان رکھے گئے۔ زچہ کے پاؤں کے نیچے اشرفیاں رکھیں۔ چوک بھرا گیا۔ ناک میں نتھ پہنائی۔ زچہ کی گود میں بچی کو دیا + ڈومنیاں آئیں۔ رسم کرنے لگیں + گھر گھر حصہ بٹا۔ کنبے برادری سے چھٹی آئی + سہ پہر کو زچہ کو دلہن بنایا گیا۔ بھاری جوڑے اور پہنایا گیا۔ گود بھری۔ شام کو صحن میں کھڑا کر کے سات تارے گنوائے۔ سب کو سلام کروایا + ڈومنیوں نے گایا:-

زچہ تیری گود جھنڈولا بچا　　　تارے دیکھن چلیں البیلی زچہ

بڑی بوڑھیوں نے مل کر زچہ کو کھیل کھلائی + سات سہاگنوں نے اور سات لڑکوں نے زچہ کے ساتھ کھایا ۔

ڈولنی" شو ہے جو ڑے والی زچہ کو دیں پچھلے + زچہ کے کانوں میں موتی سجا دی زیب دے
تمام رات ناچ رنگ گانا ہوتا رہا + ہمایوں فرکے واہیات رسموں کی وجہ سے کئی روز تک گھر میں نہیں آئے + روشنک بے چاری کو بخار چڑھا۔ اول تو گھتان اس پر بال سر پر زیادہ گیلے رہے۔ بچہ پیدا ہونے کے چھٹے روز صحت کا کچھ خیال نہ کر کے غسل دیا گیا۔ صحت پر رسم کو ترجیح دی گئی + تارے گننے کے وقت سرد ہوا لگی۔ تمام رات نیند نہ آئی۔ طبیت بگڑ گئی + بارہ بجے تک شدید تپ چڑھا + مریم قمر آرا گھبرا گئیں + زچہ کی تو یہ کیفیت اور گھر میں مہمانوں کا جمگھٹا مینہ کہتا تھا۔ کہ میں آج ہی برسوں گا۔ وہ موسلا دھار مینہ برسا۔ کہ چار گھنٹے کا مل پرنالے چلا کئے + رات ایسی تیرہ و تار کہ الامان! بجلی کا بار بار کوندنا اور بھی ستم ڈھاتا تھا۔ اور رعد اس زور سے گرجتا تھا۔ کہ کان کے پردے پھٹے جاتے تھے + ہوا اس زور سے چلی۔ کہ جو دروازے کھلے ہوئے تھے پھٹا پھٹ بونے لگے۔ تین چار شیشے بھی ٹوٹ گئے + سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے + عالیہ بیگم جعفری بیگم نے اس وقت کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ صدقے بھی اتارے۔ قرآن مجید کی ہوا بھی دی۔ دعا پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ منت مانی + حکیم صاحب کا مکان سامنے تھا۔ گھر کی سواری موجود تھی۔ حکیم صاحب تشریف لائے۔ نبض دیکھی کہا کہ خیر صلاح ہے۔ گھبرانے کی بات نہیں معمولی بخار ہے۔ کل تک اتر جائے گا + کچھ گولیاں لائے تھے دے گئے + صبح کو متلی اور قے شروع ہو گئی۔ پیٹ میں شدت سے درد ہونے لگا۔ ہمایوں فر کے ہاں حامد دوڑے گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ رات ہی ایک ضروری کام پر کلکتہ گئے ہیں + وہاں سے آکر حامد نے فوراً تار دیا۔ اور نواب اشرف علی کی صلاح سے ڈاکٹر بابو بلائے گئے۔ لیکن حالت ردی ہوتی گئی کچھ افاقہ نہ ہوا +

ہمایوں فر نے جب ٹیلی گرام پایا۔ فوراً ہاوڑا ریلوے سٹیشن پر گئے + اسی وقت بندوبست کیا۔ اور روانہ ہو گئے + ڈرائیوروں کو دم نہ لینے دیا۔ انعام کا وعدہ کیا + انہوں نے انجن کو پوری رفتار پر چلانا شروع کیا۔ کہیں دم نہ لیا۔ وقت سے چھ گھنٹے قبل دہلی پہنچا یا + گاڑی ایسی تیز چلتی تھی۔ کہ بیٹھنا مشکل

ہو گیا تھا۔ ہمایوں فر نے ڈرائیوروں کو انعام دیا۔ اور کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر نواب صاحب کے محل میں آئے۔ حامد اور غضنفر نے سارا حال بیان کیا۔ ہمایوں فر اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ رونے اور ماتم کی آواز اندر سے آئی۔ ہمایوں فر بدحواس ہو کر کمرے میں آئے۔ ان کے ساتھ حامد اور غضنفر بھی تھے۔ حسینی بیگم:۔ (سر کو دیوار سے ٹکرا کر) ارے لوگو میں لٹ گئی۔ مجھ نصیبوں جلی کو موت نہ آئی! بین کرنے لگی۔

روشنک کی نانی:۔ ہائے ہائے میری حسینی کا چراغ گل ہو گیا۔ روشنک ماں کی کمر توڑ چلی! حسینی بیگم:۔ بیٹی اُس دن کو آگ لگے جس دن یہاں آئی تھی۔ میرے گھر پھر جانا نصیب نہ ہوا۔ میں کیوں کر تیری لاش دیکھوں۔ زمین پر گر گئیں۔ دو عورتیں تھامے ہوئے تھیں۔ عالیہ بیگم سخت بیقرار تھیں۔ سب کی سب رو رہی تھیں۔ قمر آرا اور مریم کبھی سرہانے کبھی پائینتی کی طرف جاتی تھیں اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ حسینی بیگم:۔ روشنک! کیا ہم نے تجھے اسی دن کے لئے پالا تھا کہ دوسرے پر قربان ہو۔ کہرام اور ماتم کی آواز سے محل گونج رہا تھا۔ ہمایوں فر کی صورت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ خاموش پلنگ پکڑے کھڑے تھے۔ پانچ منٹ تک تو ان کے حواس ہی بجا ہوئے اس کے بعد کہا۔ حامد بھئی فوراً سول سرجن کو لاؤ۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا جان باقی ہے۔ فوراً جاؤ اور واسطے خدا کے آپ لوگ چپ رہیں۔ حامد تو فوراً چلے گئے۔ وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ پندرہ منٹ میں دو انگریز ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر حامد کے ہمراہ آئے۔ وہ تنہا ڈاکٹر اندر آئے۔ چند لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ نامحرم کے سامنے ہونا کیسا۔ جو ہونا تھا۔ وہ ہو گیا۔ نبض تک دیکھنے میں مضایقہ نہیں لیکن وہ بھی پردے سے لیکن وہ وقت ایسا ہی تھا کہ ہمایوں فر نے پردہ کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے آلات وغیرہ لگا کر جگر کا امتحان کیا۔ ہونٹوں کی رنگت دیکھی۔ آنکھیں دیکھیں نبض دیکھی۔ اور ہمایوں فر سے کہا۔ سر ہمایوں فر! جان باقی ہے۔ انتہا کا ضعف ہے نبض بڑی دقت سے ملتی ہے۔ حرارت دیکھی۔ تو ایک سو پانچ درجہ کا بخار تھا۔

ہوش میں لانے تدبیریں کیں+لیڈی ڈاکٹر نے درد پر دوا لگائی۔ روئی اور پٹی سے
پیٹ کو اچھی طرح باندھا+آدھے گھنٹے میں ہوش آیا۔ ہمایوں فر کامل چھ گھنٹے
ڈاکٹروں کو لئے خود بیٹھے رہے۔ گھنٹے گھنٹے میں دوا پلائی+دوبارہ بخار دیکھا۔ تو ایک
سو تین درجہ پر تھا+جگر کا امتحان کیا اور کہا اب آرام ہے۔ ہمایوں فر نے مریم کو بلا کر
کہا۔ کہ تم ہماری طرف سے بیگمات کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرو۔ کہ ہم اور
ہمارے عزیز و اقارب ان لوگوں کے از حد ممنون ہیں۔ کہ اس وقت انہوں نے
بہت تکلیف اٹھائی اور ہماری مصیبت میں شریک ہوئیں۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں
لیکن مریضہ کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ مریضہ کو بالکل
تنہا چھوڑا جائے۔ بخار زہریلا ہے۔ اور دماغ کمزور ہے۔ اگر مریضہ کو دیکھنے آئیں
تو ایک بی بی آئیں اور دریافت کر کے چلی جائیں+ہماری اتنی التماس قبول ہو+مریم
نے بیبیوں سے کہا اور کئی بیبیوں نے خود بھی سن لیا+کسی نے تو کہا کہ ہم نہایت خوش
ہوئے کہ کیسی میٹھی زبان سے سمجھا دیا+کوئی تو خوش خوش دعائیں دیتی ہوئی سوار
ہو گئیں۔ بعض عالیہ بیگم۔ قمر آرا کے کمروں میں چلی گئیں۔ الغرض جس کو عقل تھی۔ وہ
تو خوش ہوئی۔ اور بات بھی معقول تھی۔ لیکن بعض تو خوب ہی بگڑیں+حسینی بیگم نیلی پیلی
ہونے لگیں لیکن ہمایوں فر نے خاموشی سے برداشت کیا اور بیوی کا علاج کروانا مقدم
سمجھا+دو نرسیں فوراً ہسپتال سے حاضر ہوئیں دونوں وقت سول سرجن آنے
لگے۔ خود ہمایوں فر تین دن تک رات دن مریضہ کے کمرے میں بیٹھے رہے۔ اور بالکل
آرام نہ کیا+چوتھے روز کوٹھی گئے۔ دونوں وقت عیادت کو آتے تھے+دو ہفتے میں
خدا خدا کر کے روشنک کو صحت ہوئی+جس روز غسل صحت ہوا۔ عالیہ بیگم نے دونوں
سول سرجنوں کو فیس کے علاوہ ہزار روپیہ انعام دیا۔ نرس کو روشنک مریم قمر آرا
نے ایک ایک زیور انعام دیا+حسینی بیگم نے رتجگا کیا۔ نذر و نیاز ادا کی۔ مسجد میں گھی
کے چراغ جلائے۔ مسجد کی طاق بھری۔ مشکل کشا کا کونڈا کیا+روشنک تعلیم یافتہ تھی۔
اس کو یہ باتیں سخت ناگوار تھیں۔ لیکن حسینی بیگم کب کسی سننے والی تھیں؟ دوبارہ روشنک
کو بخار آ گیا۔ تو ہمایوں فر سول سرجن کی صلاح سے تبدیل آب و ہوا کرنے پر آمادہ

ہوئے+ ان دنوں نواب صاحب اپنے علاقہ میں تھے۔ ہمایوں فر ماں کی اجازت لے کر مع بیوی۔ بھاوج۔ بہن۔ حامد۔ غضنفر کے میم صاحب کو ہمراہ لے کر شملہ گئے+ کوٹھی پہنچ کر، روشنک نے کہا" اُوہو کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بخار وخار جو کچھ بھی ہو اس وقت معلوم نہیں ہوتا" مریم" تغیر آب وہوا صحت کے واسطے بہت ہی مفید ہے" قمر آرا" مکان تو بہت کشادہ ہے اور خوشنما ہوادار پہاڑ پر واقع ہے۔ ہر سمت کہسار سبزہ زار بہت ہی بھلا معلوم ہو رہا ہے"

مریم" برسوں کا بیمار یہاں دو دن میں اچھا بھلا چنگا ہو جائے۔ اور چاہے انسان دن بھر اکیلا رہے۔ دل میں نہ گھبرائے۔ بیماری پاس پھٹکنے نہ پائے۔ مکان کیا ہے۔ جنت کا نمونہ ہے"

الغرض ایک ماہ سب ہنسی خوشی رہے+ میم صاحب نے بڑی خاطر کی۔ ہر وقت مہمانوں کی دلجوئی کرتی تھیں+ ہمایوں فر روشنک سے بطور چچازاد کے پیش آتے۔ میم صاحب کو کبھی شک بھی نہ گذرا۔ کہ وہ اس کی سوکن ہیں+ روشنک ہر وقت سوکن سے بخندہ پیشانی ملتی تھیں۔ بلکہ اپنی عقل اور لیاقت سے سوکن کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور ربط ومحبت بڑھایا۔ گویا دونوں سہیلیاں یا بہنیں تھیں+ روشنک شوہر کے گھر میں تھی لیکن بطور مہمان کے۔ کبھی ماتھے پر بل تک نہ آنے دیا۔ سوکن کے بچے کو کلیجے سے لگائے رکھا+ ہمایوں فر بیوی کی لیاقت۔ اور ہوشیاری سے بہت ہی خوش تھے۔ روشنک نے اپنے مزاج اور لیاقت سے شوہر کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنا لیا+ روشنک جیسی بیوی کے پاؤں دھو دھو کر پینا بعید از قدردانی نہ تھا۔ اگر روشنک نیک بخت تعلیم یافتہ ہوشیار نہ ہوتی۔ تو ہمایوں فر کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔ اور خودکشی کر لیتا۔ روشنک کی وجہ سے ان کو دن عید رات شب برات تھی۔ شوہر کی خوشی اور رضامندی پر وہ اپنے آپ کو قربان کر چکی تھی+ مہینہ ختم ہوتے ہی ہمایوں فر خود سب کو لے کر دہلی آئے+ نواب صاحب نے جب سنا کہ بہو بیٹیاں شملے گئی ہیں تو بہت ہی بگڑے۔ اور ہمایوں فر اور غضنفر کو سخت سست کہا۔ کہنے لگے کہ غضب خدا کا۔ گھر کی بہو بیٹیاں میموں کے ہمراہ پہاڑ پر ہوا کھانے گئیں۔ خاندان کو

کی ناک کٹ گئی۔ الغرض خوب ہی بیٹوں کو فضیحت کیا لیکن واہ رے ہمایوں فر کہ نیچی نظر کئے ہوئے ہاتھ باندھے جو کھڑے رہے۔ تو سر اُٹھانا قسم تھا۔ جب تک باپ کے قدموں پر گر کر قصور معاف نہ کروا لیا اُن کو چین نہ آیا۔ لندن میں دس سال رہ کر آئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ معزز عہدے پر ممتاز تھے۔ یورپین بیوی موجود۔ خود مختار لیکن تمیز اور ادب و لحاظ اس قدر تھا کہ کبھی والدین یا بزرگوں سے نظر ملا کر بات نہ کی۔ ہمیشہ نظر نیچی کئے رہے۔ والدین کی خدمت کو ہر وقت حاضر۔ مزاج میں غرور یا شیخی یا غصہ نام کو نہ تھا۔ ایسا نیک بخت خوش اطوار فرمانبردار نیک لڑکا خدا ہر کسی کو نصیب کرے۔ صوم و صلوٰۃ کے اس قدر پابند کہ کبھی نماز و روزہ قضا نہ کیا۔ مذہب اسلام پر جان قربان کرتے تھے۔ جب کبھی ہمایوں فر اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تو اُن کی تقریر کا دلوں پر اثر ہوتا۔

رمضان کی ستّائیسویں تاریخ

نواب صاحب کے عالی شان محل میں اندر باہر مہمان جمع ہیں۔ دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے ہیں۔ قمر آرا اور روشن آرا بیگم کشتیوں پر کشتیاں لگا لگا کر مردانہ میں بھجوا رہی ہیں۔ کیسی ہیں سوندھی سلونی کیسی میں ٹھنڈی میٹھی۔ گرم سرد میوہ مٹھائی۔ برف شربت سجائے نمکین میٹھی۔ خود تیار کر کے بھیج رہی ہیں۔ خدمت گار ہر طرف دوڑ رہے ہیں۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی۔ نواب صاحب مع اپنے معزز مہمانوں کے دسترخوان پر آئے۔ ایک طرف غضنفر۔ دوسری طرف ہمایوں فر۔ سرمائی شیروانی۔ پتلون نما پاجامہ ترکی ٹوپی پہنے سر جھکائے ادب سے افطار میں شریک ہوئے۔ بعد افطار کے نماز مغرب پڑھ کر کھانا آیا۔ پندرہ بیس قسم کے نفیس اور پرتکلف کھانے تھے۔ مہمانوں کو بعد کھانے کے حقہ اور پان تقسیم ہوا۔ اتنے میں خدمت گار نے عرض کیا "حضور! مساکین اور طالب علم حاضر ہیں!" نواب صاحب اُٹھنے کو تھے کہ ہمایوں فر نے آگے بڑھ کر کہا "اگر اجازت ہو تو میں تقسیم کرا دوں۔ آپ تشریف رکھیں۔" حامد "میں حاضر ہوں۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔"

ہمایوں فر۔ (مسکرا کر) اگر پیٹ نہ بھرا ہو۔ تو آیئے ورنہ مجھے تکلیف ہوگی"۔
الغرض دونوں گئے اور شامیانہ کے نیچے کھڑے ہو کر کھانا تقسیم کیا + طالبعلم یتیم خانے کے لڑکوں کو تو خود اُٹھا اُٹھا کر دیا۔ فقیر محتاج۔ بیوہ غریب جس قدر جمع تھے کئی دیگیں۔ بریانی اور متنجن زردہ فیرنی ان کو بانٹا گیا + پھر تراویح شروع ہوئی۔ سب کے ساتھ ہمایوں فر نے نماز ادا کی + ایک صاحب "الہدری ریاکاری! کچھ ٹھکانا ہے۔ لندن ہو آئے لحم خوک تک نہ چھوڑا۔ گرجے جاتے ہیں میم صاحب موجود اور حضرت نماز ادا کر رہے ہیں۔ افطار میں شریک"+ دوسرا "ایسوں کی بھلی چلائی گرجا۔ مسجد۔ بت خانہ سب برابر ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ان کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے"+ تیسرا صاحب "کفر کا فتویٰ چھپ چکا ہے زیادہ علم سیکھنے سے بھی زوال ہوتا ہے"+ چوتھے صاحب "نہیں جناب۔ ہم نے ان کو برابر نماز پڑھتے روزہ رکھتے دیکھا ہے۔ بڑے پابند ہیں۔ سچے اور پکے مسلمان ہیں"+ پانچواں "میں ان کے ایمان کی تعریف کرتا ہوں۔ ان مولویوں اور ریاکاروں۔ درازریش والوں سے جو ڈاڑھی منڈی ہوئی دیکھ کر فوراً کفر کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اور خود حرام کے پیشہ سے پیٹ بھرتے ہیں۔ لوگوں کو فریب دیتے۔ دوسروں کا مال بلا ڈکار ہضم کرتے ہیں۔ ہمایوں فر صاحب کہیں بڑھ کر سچے اور پکے مسلمان ہیں + ان کے دل میں وہ نور ایمان ہے۔ جو اکثروں کو نصیب نہیں ہوا۔ ڈاڑھی بڑھانے اور اور لوگوں کو دکھلانے کے واسطے ماتھے پر محراب ڈالنے سے کیا ہوتا ہے؟ خدا بندے کا دل دیکھتا ہے جس دل میں درد ہو وہی انسان ہے + دنیا کا یہی قاعدہ ہے۔ کوئی اچھا کہتا ہے۔ کوئی بُرا"+ نواب صاحب کے ہاں برابر سے یہ دستور تھا۔ کہ ستائیسویں روزہ کو شہر کے امیر غریب رئیس سب کو دعوت دیتے تھے +

عید

آج اُنتیسا چاند نکلا + گھر گھر عید کی تیاری ہونے لگی + عالیہ بیگم نے ماما کو حکم دیا + کہ مالنوں سے کہو۔ فوراً مہندی توڑ کر لائیں + ماما نے حکم کی تعمیل کی + ڈالی مہندی

لے کر ڈیوڑھی پر حاضر ہوا + ماما مہندی کا لگن لے آئی + بیگم صاحبہ نے مالیوں کو انعام دیا۔ وہ سلام کر کے رخصت ہوئے + مہندی باریک پیسی گئی۔ بیگم صاحب نے بہوؤں کو نواسیوں کو لگوائی۔ چار گھنٹے بند رکھ کر ہاتھ پاؤں کی مہندی چھڑائی صبح کو چوڑی والی آئی سب کو چوڑیاں پہنائیں۔ دونوں بہوؤں نے ساس کو بندگی کی + عالیہ بیگم "پھلو پھولو۔ صد وسی سال سہاگ بھاگ رہے۔ پوتا کھلاؤ" + پھر بہو بیٹیوں کی چوٹی گوندھی گئی۔ بیگم صاحبہ نے بیش بہا جوڑے دیئے + سبز گرنٹ کا پائجامہ اس پر کارچوبی آڑی بیل کا کام۔ موتیوں کی بنت لگی ہوئی۔ سنہری کرن لگی ہوئی۔ پیازی دوپٹہ اس پر سلمہ کی جالی بنی ہوئی۔ آسمانی کرتی سب زیور پہنائے۔ عالیہ بیگم "ایں دلہن۔ یہ کیا؟ تم نے نتھ کیوں نہ پہنی مجھے وسواس ہوتا ہے!"
قمر آرا "امی جان۔ اب نتھ پہنتے ہوئے شرم آتی ہے" + عالیہ بیگم "ہمیشہ نہ سہی۔ تہوار میں تو ضرور پہنو۔ برس کا دن ہے" + قمر آرا "بہت خوب جیسی آپ کی مرضی"

دونوں بہوؤں نے حکم کی تعمیل کی۔ ساس نے پیشانی پر بوسہ دیا۔ چھاتی سے لگایا۔ عیدی کی اشرفیاں دیں + سب نے بندگی کی۔ اشرفیاں اٹھالیں + بہار النساء بیگم کو بندگی کی۔ انہوں نے عیدی دی۔ اور کہا "چشم بد دور۔ ہماری دونوں بھاوجیں چندے آفتاب چندے مہتاب ہیں" + روشنک "(لجا کر) بنائیے۔ باجی جان بنائیے" + بہار النساء "اللہ جانتا ہے ہزاروں میں ایک ہو۔ خدا نظر بد سے بچائے!"

نواب صاحب اور غضنفر عید گاہ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اتنے میں موٹر کار جھک جھک کرتی ہوئی داخل ہوئی۔ اور سر ہمایوں فر گہری سبز رنگ سیاہی مائل ریشمی شیروانی۔ سر پر زری کی ٹوپی۔ موٹر سے ایک خوب صورت لڑکے کا ہاتھ پکڑے ہوئے۔ جو زرق برق ہندوستانی لباس میں تھا۔ اترے۔ اور سیدھے نواب صاحب کی طرف بڑھے + بندگی کی۔ لڑکے نے بھی ادب سے بندگی کی + نواب صاحب غور سے لڑکے کی طرف دیکھنے لگے۔ جو بالکل ہمایوں فر کا ہم شکل تھا + نواب اشرف نے فوراً لڑکے کو گود میں اٹھالیا۔ اور پیار کر کے نواب صاحب کی طرف

بڑھے۔ اور کہا "لیجئے یہ ہمایوں فر کا بچہ حاضر ہے۔ اس کی عیدی لائیے" پھر لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر "ظفر بابا یہ تمہارے دادا جان ہیں جاؤ ان سے آج ضرور عیدی وصول کرو۔ یہ سستے چھوٹنا چاہتے ہیں" + ظفر بھولا بھالا بچہ دادا کے قریب گیا۔ اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "دادا جان ہماری عیدی"! نواب صاحب گو ضبط کئے کھڑے تھے۔ لیکن بچہ کی پیاری پیاری صورت میٹھی میٹھی باتیں۔ عید کا دن۔ برس کا تہوار۔ خون کے جوش کو کیوں کر ضبط کرتے+ ظفر کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور کہا "تم کیا لوگے صاحب"؟ یہ کہہ کر جیب سے اشرفیاں نکال کر دیں۔ ظفر نے بندگی کی۔ اور اشرفیاں باپ کے ہاتھ میں دے دیں + ہمایوں فر نیچی نظر کئے ہوئے کھڑے تھے۔ اتنے میں نواب صاحب خورشید۔ حامد۔ غضنفر وغیرہ آگئے۔ سب نے باری باری سے ظفر کو پیار کیا + ظفر محمود اور جہانگیر کے ہمراہ سب کے ساتھ عیدگاہ میں گیا + بچوں نے ساتھ نماز پڑھی۔ عیدگاہ سے واپس آکر ہمایوں فر نے بچوں کو کھلونے دیئے + سب اندر آئے۔ عالیہ بیگم کو بندگی کی + انہوں نے بیٹیوں کو گلے لگا کر دعائیں دیں۔ اشرف علی نے کہا "آپا ہمایوں فر کا بچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے" + بیگم صاحب نے گود میں لیا۔ پیار کیا۔ عیدی دی + دونوں داماد اندر آئے۔ بیگم صاحب نے خاص دان میں اشرفیاں رکھ کر خاصدان سامنے بڑھایا۔ دونوں نے آداب کر کے اُٹھا لیں + ہمایوں فر "خورشید نواب کی جیب میں ہاتھ ڈال کر لائیے وہ ڈھائی ہماری عیدی۔ لندن جانے کو کتنا زمانہ ہوا۔ کچھ یاد ہے جب سے آج تک ہم نے آپ سے عیدی نہیں پائی۔ اور نہ کبھی موقعہ ہوا۔ میں حساب کر کے لوں گا۔ لائیے صاحب"! خورشید "جی بجا۔ ہمارا دیوالہ نکالو گے۔ گویا خزانہ وصول کرنے آئے ہو"! ہمایوں فر "اچھا فقرہ چست کیا مجھے گماشتہ بنایا اب تو بغیر وصول کئے میں چھوڑنے کا نہیں"+

خورشید "ہم نہیں دیتے"۔ ہمایوں فر "ہم ضرور لیں گے"+ خورشید "دیکھئے امی جان یہ بھی کوئی زبردستی ہے"! عالیہ بیگم "(مسکرا کر) اے تو کیوں دق کرتے ہو بیٹا۔ وہ کیا نا بر تھوڑے ہیں"+ خورشید "(دو اشرفیاں دے کر) لو بس جاؤ"+

ہمایوں فر" ہم ضرور پوری لیں گے" خورشید "ابھی ہاتھ خالی ہیں۔ پھر مانگنا"
ہمایوں فر" خیر میں سمجھ لوں گا۔ میں بھی دیکھوں آپ جاتے کہاں ہیں"
اتنے میں مریم سُسرال سے آئیں۔ اور کہا "دولھا بھائی ہماری عیدی لائیے"
خورشید" یک نہ شد دو شد" کمرے سے آواز آئی "دولھا بھائی ہماری عیدی؟"
خورشید" یہ کون صاحب ہیں؟" بہار النساء" چھوٹی دلہن" خورشید" شام کو
دیں گے بھئی" روشنک" واہ اچھی ہنسی ہنسی میں عیدی اڑا دی۔ لائیے لائیے۔
ہیں قرض نہیں لگانی" خورشید" (مسکرا کر) کہہ تو دیا" روشنک" اللہ جانتا ہے
ہم آپ کا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔ اور آپ ہم سے ہنستے ہیں" بہار النساء" اے ہاں
وہ لحاظ کرتی ہیں اور آپ ہنستے ہیں۔ پھر وہ بھی کچھ کہے تو شکایت نہ کرنا"
الغرض نواب صاحب نے سب کو عیدی دی۔ ہمایوں فر" (ہنس کر) باجی
جان! ہم نے آپ کے لئے سارا مکان ڈھونڈ ڈالا" بہار النساء" کیوں کون سی
ضرورت ہے؟" ہمایوں فر" عیدی لائیے!" بہار النساء" صندوقچہ گم ہو گیا ہے"
حامد" جی۔ وہ کیا رکھا ہوا ہے؟" ہمایوں فر" (صندوقچہ بڑھا کر) لائیے"
بہار النساء" (دو اشرفیاں دے کر) لو۔ اب تو پیٹ بھرا؟"
ہمایوں فر نے جلدی سے اشرفیاں اُٹھا لیں اور کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ الغرض
ظفر کو روشنک کے پاس چھوڑ کر ہمایوں فر مع بھائی بہنوئی کے ماموں کے یہاں
ہوتے ہوئے حسینی بیگم کے یہاں گئے + دربان نے پکارا" نورن! نورن!"
نورن" کہو کیا ہے۔ کیوں گلا پھاڑ رہے ہو + دربان" ادھر آؤ" نورن" کیا
حکومتیں جتا رہا ہے۔ موا فیتی! دربان" (زور سے) ارے سنتی ہے کہ نہیں۔ جلد آؤ"
نورن بگڑی ہوئی آئی۔ دربان نے کہا" بیگم صاحب سے کہو۔ دولھا صاحب تشریف لائے
ہیں۔ جلد جاؤ دیر سے کھڑے ہیں" نورن گئی بیگم صاحب سے کہا۔ داماد کو بلانا
ان کو منظور نہ تھا۔ پس وپیش کرنے لگیں۔ ان کی چند ملنے والیوں نے اور ہمایوں فر
کی پھوپھی سکینہ بیگم نے کہا" واہ برس کا دن عید کا تہوار۔ داماد ڈیوڑھی پر کھڑے
ہیں۔ ضرور بلا لو" الغرض سکینہ بیگم نے بلا لیا۔ تو چاروں اندر آئے + یکے بعد دیگرے

جھک کر آداب کیا۔ حسینی بیگم نے منہ پھیر لیا۔

بی مغلانی:۔ "حضور! دولھا صاحب بندگی کرتے ہیں"۔ حسینی بیگم:۔ "بس چپ رہو بہن واسطے خدا کے چپ رہو۔ نہ تو ہماری کوئی لڑکی ہے۔ نہ داماد۔ جدھر گئی بیڑی ادھر گئے ملاح۔ اب تو دنیا سے اٹھ ہی جائیں تو بہتر!"

بی مغلانی:۔ "بیگم صاحب آج برس کے دن تو آنسو نہ بہایئے"۔ حسینی بیگم:۔ "(رومال سے آنسو پونچھ کر) شومیٔ قسمت"۔ بی مغلانی:۔ "پان تو لیجیے حضور دیر سے گلوری نہیں کھائی"۔

حسینی بیگم:۔ "تم اس وقت نہ بولو۔ بس پان وان رہنے دو"۔ غضنفر:۔ "چچی! اگر کوئی خطا ہمایوں فر سے ہوئی تو معاف فرمائیں۔ یہ خورد ہیں آپ بزرگ"۔ خورشید:۔ "میں کہنے ہی کو تھا۔ بس اب معاف فرمائیں"۔ ہمایوں فر:۔ "(ہاتھ جوڑ کر) میری تقصیر معاف کی جائے"۔ حسینی بیگم:۔ "کہاں میں اور کہاں تم۔ کیسی تقصیر؟ کیسی عذر خواہی!"

ہمایوں فر دیر تک منت کرتے رہے۔ ہاتھ جوڑے۔ پاؤں پکڑے۔ سکینہ بیگم نے سمجھایا۔ تو حسینی بیگم خاموش ہوئیں + اتنے میں قمر آرا۔ روشنک مریم۔ بہار النساء کی سواری آئی۔ سکینہ بیگم نے حسینی بیگم کو مجبور کیا۔ سب کو عیدی دلوائی۔ ناشتہ کروایا + ہمایوں فر وغیرہ روانہ ہوئے۔ اور کوٹھی آئے۔ شام کو نواب خورشید مع حامد کے ہمایوں فر کی کوٹھی پر آئے۔ مسٹر اور مسز مائیکل بھی ہمایوں فر کے یہاں آئے ہوئے تھے۔ ہمایوں فر نے تعارف کرایا + آج پہلا مرتبہ تھا۔ کہ نواب خورشید نے مسز ہمایوں فر کو دیکھا۔ ان کا حسن اور آراستگی دیکھ کر دنگ رہ گئے + میم صاحب نے ہاتھ بڑھایا۔ کہ مصافحہ کریں۔ نواب صاحب ان رسوم سے نا واقف۔ چونگا بنے کھڑے رہے + ہمایوں فر تو مسکرا کر چپ رہے۔ لیکن حامد ایک ہی دل لگی باز تھے۔ کہنے لگے۔ دولھا بھائی ہماری بھاوج سے مصافحہ کیجیے + نواب صاحب نے ہاتھ ملایا۔ پھر مسٹر اور مسز مائیکل سے مصافحہ کیا + مائیکل:۔ "(انگریزی میں) ہم آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

لکھنؤ میں ہمارے خالہ زاد بھائی مجسٹریٹ ہیں اگر میں ان کے ہاں گیا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔"

نواب صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔

حامد: "جواب دیجئے صاحب" نواب صاحب: "کیا فرماتے ہیں؟"

حامد نے ترجمہ کیا۔

نواب: "میں یہ گٹ پٹ کیا سمجھوں۔ عجب طرح کے دل لگی باز آدمی ہو۔ اُردو بولو۔ فارسی میں گفتگو کرو" حامد: "میں مترجم ہوں" نواب: "جی نہیں آپ بڑے حضرت ہیں" ہمایوں فر: "خیر میں سہی" نواب: "جی بجا۔ تم بڑے شریر ہو۔ خدا جانے کیا کہو گے۔ تم خاموش رہو۔"

ہمایوں فر نے کہا یہ انگریزی نہیں جانتے۔ تو مائیکل نے اُردو میں گفتگو شروع کی۔ اتنے میں ہمایوں فر نے چائے اور ناشتہ منگوایا۔ تو نواب صاحب سخت گھبرائے اور عذر کرنے لگے لیکن ہمایوں فر نے بیوی کو اشارہ کیا۔ کہ تم پیالی بڑھاؤ۔ جب بیگم صاحبہ نے پیالی نواب صاحب کی طرف بڑھائی تو مجبور ہو کر ہاتھ میں لی۔ حامد نے فارسی میں کہا "لیڈیوں کے سامنے تمیز سے کھاتے ہیں۔"

نواب: "کیا میں بدتمیز ہوں لیکن مجھے اس لئے عذر ہے۔ کہ کہیں تم لوگ دل لگی ہی دل لگی میں لحم خوک نہ کھلا دو" حامد: "عجب پاگل ہیں آپ مسلمان کا گھر مسلمان نوکر۔ آپ اور ہم دونوں مسلمان۔ اور دل لگی میں لحم خوک کھلا دوں گا۔ مگر خبط کا کیا علاج۔"

حامد نے انگریزی میں کہا تو میم نے کہا "نہیں۔ میں خود اپنے شوہر کی خاطر سے حرام شئے سے پرہیز کرتی ہوں۔ ہمارے یہاں یہ چیز نہیں آتی۔ آپ بلا عذر نوش فرمائیں" نواب: "سبحان اللہ آپ تو خوب اردو بولتی ہیں۔ میں نہایت خوش ہوا۔ کہ آپ حرام سے پرہیز کرتی ہیں۔ پھر دین اسلام قبول کیوں نہیں کرتیں" میم صاحبہ: "یہ دوسری بات ہے۔ آپ کے یہاں کی عبادت کا طریقہ مجھے البتہ پسند ہے۔ میرے شوہر صبح کو جب نماز کے بعد مناجات پڑھتے۔ اور

قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ میرے قلب پر ایک قسم کا اثر ضرور ہوتا ہے۔" نواب" پھر آپ کو اسلام قبول کرنا ہوگا؟" حامد" پھر وہی بھونڈا سوال کیا۔" نواب" تم کو بھی آج ہی ہمارے ساتھ دشمنی کرنا فرض ہے۔ زبان سے بات نکلی اور ٹوکنا شروع کیا۔" حامد" خطا ہوئی۔ آپ کے معاف کیجیے۔"

پیالی ہاتھ میں لے کر نواب صاحب چاہتے تھے کہ چائے تشتری میں ڈال کر پئیں کہ حامد نے کہا۔" آہیں آہیں لیڈیوں کے روبرو چائے اس طرح پیتے ہیں؟" نواب صاحب بہت ہی خفیف ہوئے۔ اور کہا۔" بس یہی تم میں عیب ہے مجھے ذلیل کر دیا۔ میں کیا جانوں۔ میں نے کبھی میموں کی صحبت دیکھی ہے۔" میم صاحبہ نے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں۔ تاکہ نواب صاحب شرمندہ نہ ہوں + خانساماں نے ہندوستانی اور انگریزی ناشتہ پیش کیا۔ روٹی کے ساتھ پنیر۔ جب چھری اور کانٹے کے ساتھ کھانے لگے۔ نواب سے حامد نے کہا۔" دیکھنا اب ذرا ہوشیاری سے کھانا۔" نواب" کانٹا چھری سے میز پر کبھی ہمارے جد نے بھی کھایا تھا کہ میں کھاؤں گا۔" حامد" یوں فرمائیے اس شریر کی باتیں جانے دیں۔ آپ ہاتھ ہی سے کھائیں۔"

نواب صاحب نے بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا۔ بعد کھانے کے ان کو ڈکار آئی تو حامد نے فوراً ٹوکا۔ کہ خدا کے واسطے روک لو۔ یہ کیا لغو حرکت ہے۔ یہ لوگ کیا کہیں گے۔ کہ ہندوستانی سخت بدتمیز ہیں۔

نواب۔" ہم نے کون سی لغو حرکت کی۔ ڈکار لینا بھی جرم ہے؟"

حامد" حرکت سرزد ہو آپ سے۔ اور شکایت کیجیے مجھ سے۔ خیر صاحب جو کچھ کہنا ہو۔ ذرا سمجھ بوجھ کر کہنا۔ لیڈیاں بیٹھی ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ آپ واہی تباہی بکنے لگیں۔"

الغرض چائے کے بعد نواب نے حقہ طلب کیا۔ تو حامد نے کہا۔" ابی کچھ خیر ہے۔ لیڈیوں کے روبرو حقہ یا چرٹ پینا تہذیب کے خلاف ہے۔"

نواب۔" خیر دوسرے کمرے میں سہی۔ میں باز آیا بھئی ایسی تہذیب سے۔"

حامد۔" آپ کچھ دیر بعد فرمائیے گا اچھا گڑگڑ لو۔" حامد" یوں فرمائیے صاحب ہمارے یہاں حقہ

کہاں؟ نواب صاحب " دل لگی ہوچکی تھی حقہ منگوا ؤ ۔ اچھے میزبان ہو!"
ہمایوں فر نے خانساماں کو بلایا ۔ نواب صاحب دوسرے کمرے میں گئے ۔ حقہ گڑگڑایا ۔ مائیکل مع لیڈیوں کے باغ میں چہل قدمی کرتے تھے ۔ اتنے میں نواب صاحب برآمد ہوئے ۔ اور چلتے ہوئے مائیکل سے کہا " کمشنر صاحب بہادر چونکہ رشتہ کے سبب سے آپ ہمارے عزیز ہیں ۔ لہذا میں آج شام کو عید کی خوشی میں جلسہ کرنے والا ہوں ۔ اور آپ کو مدعو کرنے آیا ہوں ۔ ضرور غریب خانہ پر تشریف لاکر بندہ کو سرفراز فرمانا " مائیکل نے کہا " نواب صاحب میں ضرور حاضر ہونگا "
جب نواب صاحب محل میں آئے ۔ تو حامد نے بہار النساء کے روبرو ان کو چھیڑنا شروع کیا ۔
حامد " باجی جان ! ذرا پوچھئے تو ۔ دولھا بھائی کہاں سے آرہے ہیں ۔ آور دل کو ہنسا کرتے تھے ۔ اور آج خود میم صاحب کے ساتھ میز پر مزے سے چھری کانٹا کھٹ کھٹ چلاتے تھے ۔ اول تو عذر کئے لیکن پھر تو خوب ہی چکھا ۔ مجھے تو خوف ہے ۔ کہ کہیں بدہضمی نہ ہو جائے ۔ وہیں سے کھٹی ڈکاریں شروع ہوگئی تھیں "
بہار النساء بیگم " کیوں صاحب آپ کو یہ کیا سوجھی ۔ کہ میموں کے ساتھ میز کرسی پر کھانے لگے ؟ کیا اب صاحب بہادر بننے کا شوق چرایا ہے ؟ خدا ہی خیر کرے آپ کے دشمن کئی دن سے فاقہ سے تھے ؟ نواب صاحب " (مسکرا کر) ہمایوں فر کی خاطر عزیز تھی " بہار النساء بیگم " واہ اچھی خاطر ہے حرام حلال کی بھی تمیز نہ ہوگی " نواب صاحب " کیا وہ حرام کھاتے ہیں ؟ تو یہ نہ کہو ۔ ہمایوں فر پکے مسلمان ہیں ۔ میم صاحبہ بھی حرام شے سے پرہیز کرتی ہیں " بہار النساء " وہ کیوں کھانے لگے ۔ لیکن میم تو ضرور کھاتی ہوگی ۔ عیسائی عورت اور حرام نہ کھائے " حامد " آگئے نہ جھانسے میں ۔ دولھا بھائی وہ تو آپ کو بناتی تھیں "
روشنک ۔ قمر آرا ۔ مریم نے سنا ۔ تو خوب ہی دل لگی ہوئی سب کی سب ہنسنے لگیں ۔

شب عید

اللہ اللہ۔ آج تو بڑی دھوم دھام سے نواب خورشید نے جلسہ کی تیاری کی ہے۔ دو سو روپیہ پر ایک روز کے واسطے لال کوٹھی لالہ چند مل کی کرایہ پر لی ہے۔ اور دوست احباب سسرال والوں کے واسطے جلسہ کیا ہے۔ ان کے چند دوست لکھنؤ سے بھی آگئے ہیں۔ کمرے کو دلہن کی طرح سجایا ہے۔ ایک طرف خاص مسٹر مائیکل کے واسطے انتظام کیا ہے۔ اور اس کے مہتمم مسٹر حامد اور غضنفر ہیں۔ چھ بجے سے ارباب نشاط کی آمد شروع ہوئی۔ پھاٹک سے دالان تک روشنی کا خوب ہی انتظام تھا۔ سات بجے ایک موٹر جھک جھک بوں بوں کرتی ہوئی داخل ہوئی۔ جس کا ڈرائیور انگریز تھا۔ نواب صاحب آنے والے مہمانوں کی تعظیم کی۔ نواب صاحب "کیوں صاحب! کمشنر صاحب نہیں تشریف لائے؟ آپ کون صاحب ہیں۔ آپ کی تعریف کیجئے؟"

ہمایوں فر (موٹر سے اتر کر) آداب عرض کرتا ہوں۔ (اپنے ساتھ والے کی طرف اشارہ کر کے) یہ صاحب کمشنر صاحب کے ہم شکل ہیں۔ انہوں نے اپنے ہمزاد کو بھیجا ہے۔ حامد (شیک ہینڈ کر کے) واللہ آپ نے کمال ہی کیا ہے۔ ہمارے لباس کو آپ کے بدن پر عزت ہے۔ غضنفر "میں بھی آپ کو دیکھ کر جھجکا۔ مگر غور سے دیکھا۔ تو پہچان گیا۔" مسٹر مائیکل "(ہنس کر) ول نواب صاحب آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے آج ہندوستانی لباس اختیار کیا ہے۔ تاکہ بے تکلفی سے آپ لوگوں میں چند گھنٹے رہوں۔ اور مجھ سے کسی کو جھجک یا تعصب نہ ہو۔ آج میں اپنے کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔" نواب صاحب "سبحان اللہ۔ یہ آپ کی کسر نفسی ہے۔ میں آپ کا از حد ممنون ہوا۔ ہم نے آج تک ایسا خلیق افسر نہیں دیکھا۔" الغرض ہمایوں فر اور مسٹر مائیکل۔ دونوں ہندوستانی لباس زری کی ٹوپیاں پہنے مسکراتے ہوئے دالان میں آئے۔ مسٹر مائیکل جن کو ہمایوں فر کی صحبت میں ہندوستانی رسوم بہت کچھ آگئی تھیں۔ انہوں نے بھی اہل محفل کو تسلیم کی۔ اور ایک

طرف فرش پر ہمایوں فر کی بغل میں بیٹھ گئے + اتنے میں ناچ شروع ہوا ہمایوں فر آہستہ آہستہ غزل کا ترجمہ مائیکل کو سمجھا رہے تھے اور نہایت خوشی سے بی شیریں جان کا زرق برق لباس اور گانے ناچنے کا طرز دیکھ رہے تھے۔ کہ اتنے میں چار شخص اور آئے + ایک لمبی ڈاڑھی۔ ڈھیلا چوغہ۔ سر پر عمامہ۔ دوسرے سفید ڈاڑھی۔ ہاتھ میں تسبیح۔ تیسرے نئی روشنی والے۔ فراک کوٹ۔ ترکی ٹوپی پہنے۔ چوتھے انگریزی سوٹ۔ سر پہ انگریزی ٹوپی۔ منہ میں چرٹ + تین ہمایوں فر کے قریب بیٹھ گئے۔ اور چوتھے صاحب اپنا بوٹ کھولنے میں مصروف ہوئے کئی شخص آپس میں یوں گویا ہوئے۔ خواجہ صاحب "کیوں بھئی میر صاحب! یہ کون صاحب ہیں؟ قطع شریف تو دیکھئے ۶ سب صورت لنگور ذرا دُم کی کسر ہے۔ منہ پر سفیدہ لگا یا ہوتا!" میر صاحب: (مسکرا کر) دیکھئے صاحب حضرت نے بوٹ تو کھولا اب فرش پر کسی طرح بیٹھ ہی نہیں سکتے۔ شیطان کی آنت مونڈھے پر کسی ہے۔ اور اپنے آپ کو جکڑ لائے ہیں۔ پھر فرش پر کس طرح بیٹھیں؟" ایک: " (با واز بلند۔) اجی! صاحب بہادر کے واسطے کرسی منگاؤ۔ آپ کو تکلیف ہو رہی ہے"+

دوسرے: "یہ کون صاحب ہیں کس کے صاحبزادے ہیں؟" تیسرے: "سر ہمایوں فر نواب مظفر کے صاحبزادے نے لندن میں شادی کی ہے۔ ہم نے سنا گھر کی مستورات کو کھلے منہ ہوا کھلاتے ہیں" + ایک: "نہیں نہیں۔ ایسے دیوانے نہیں ہیں!"

دوسرے: "ہم نے ان کی برادری کے لوگوں کے منہ سے سنا ہے۔ لاڈلے مرزا کہتے تھے" تیسرے: "آپ بھی اپنی بیوی کو لے کر ہوا کھائیے" ایک: "ہماری بیوی اس لائق ہی نہیں۔ کہ ہوا کھلانے لے جاؤں۔ اور لوگوں کو اپنے پر مفت میں ہنسواؤں اُلّو بنوں۔ لوگ آوازے کسیں۔ اچھی صلاح دی" ترکی ٹوپی والے: "کیوں صاحب کیا حرج ہے۔ اسلام میں یہ قید بے زنجیر نہیں ہے جو ہمارے یہاں رواج ہے" ایک صاحب: "آپ کون صاحب ہیں کیا شغل ہے؟" ترکی ٹوپی والے: "مجھے کلیم کہتے ہیں۔ میں ایڈیٹر ہوں" خواجہ: "وہ صاحب کون ہیں؟ سر ہمایوں فر جو انگریزی لباس میں اٹھ بیٹھ کر رہے ہیں؟"

کلیم:۔ (غور سے دیکھ کر) نہیں وہ کوئی اور صاحب ہیں۔ سرہمایوں فر۔خوبصورت سرخ وسفید جوان ہیں؟

ایاک:۔ وہ اس طرف ہندوستانی جو بیٹھے ہیں جن کی بغل میں ایک سرخ وسفید سنہری مونچھوں اور نیلگوں آنکھوں والا شخص ہے۔ خواجہ:۔ کس طرف؟ ایاک:۔ (انگلی سے اشارہ کرکے) وہ جو قرمزی شیروانی اور زری کی ٹوپی پہنے ہیں؟

خواجہ:۔ (قریب جاکر) آداب عرض کرتا ہوں۔ آپ کا اسم شریف؟

ہمایوں فر:۔ تسلیم! تشریف رکھئے۔ بندے کو ہمایوں فر کہتے ہیں۔

خواجہ:۔ اور یہ کون صاحب ہیں؟ ہمایوں فر:۔ ہمارے ایک دوست ہیں۔

خواجہ:۔ ہم مسلمانوں کو آپ کی ذات سے فخر ہے۔ خدا عمر اور اقبال میں ترقی عطا فرمائے۔ آپ سے فرشتہ خصال انسان کہاں پیدا ہوتے ہیں!

میرصاحب:۔ بے شک بے شک آج کل سو روپیہ کے تحصیلدار سے لے کر داروغہ جنگے کے پیادے اور چپراسی تک کا دماغ ہی نہیں ملتا۔ ڈپٹی اور منصف تو بھلا حاکم کہلاتے ہیں۔ ان کا کیا کہنا۔ اور بیرسٹروں کی تو کچھ نہ پوچھئے صاحب۔ فسٹ کلاس جنٹلمین۔ اپنی زبان تک بھول گئے۔ اردو بھی کھچڑی بولتے ہیں۔ منہ میں چرٹ پیچھے پیچھے کتا مسلمانوں کی صورت سے بیزار۔ عباس کے لڑکے کو دیکھئے سب سے ملنا چھوڑا۔ بنگلہ کے اردگرد کوئی پھٹکنے نہیں پاتا۔ سب سے الگ تھلگ بستر جما یا ہے۔ میم صاحب بیاہ لائے لیکن خدا جھوٹ نہ بلائے۔ تو پچاس کا سن ہوگا۔ باپ کی عزت خانساماں سے بھی کم ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ وہ بے چارے کرانی۔ اور یہ بیرسٹر مسٹر عسکری۔ کسی نے میاں عسکری کہا تھا۔ اس پر آپ بگولہ ہو گئے۔ کہ مسٹر نہ کہا۔ ہندوستانی لباس کی ہجو کرتے ہیں۔ بالکل بیباک ہو گئے ہیں۔ خواجہ:۔ اور باتیں بھی کرتے ہیں تو جیسے کبھی ہندوستان آئے ہی نہیں۔ دل پیراتم کہاں تھا؟ ایک مرتبہ میں ملاقات کو گیا تو کہنے لگے۔ اب آپ جائیں۔ ہمارے لنچ کا وقت ہے میں زیادہ ٹھیر نہیں سکتا۔ ہمارا وقت قیمتی ہے بیڈی صاحبہ ہوا خوری کو جا رہی ہیں۔ حامد:۔ آج کل تو اپنے بہنوں سے بگڑے ہوئے

ہیں۔ ہندوستانی الگ نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کہ ہم سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اور یورپین تو کبھی ایسوں کو منہ نہیں لگاتے ؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہتے ہیں"

وکیل صاحب "بیوی جو یوروپین ہیں جناب" حامد "ایسی بیوی کی بھلی کہی۔ کوئی گری پڑی میم کو اٹھا لائے ہیں۔ اور پھولے جامے میں نہیں سماتے"۔

ہمایوں فر "جناب خدا جانے ان لوگوں کو کچھ کیا سوجھتی ہے۔ کہ فرعون بے سامان بن جاتے ہیں۔ لندن جانے کی غرض آخر کیا ہے تحصیل علم اور اپنے عمدہ چال چلن کا نمونہ اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کرنا۔ نہ کہ اپنا بُرا نمونہ دکھا کر علم کو بدنام کرنا۔ مجھے ان لوگوں سے سخت نفرت ہے جو خواہ مخواہ انگریزیت کی لینے لگتے ہیں چھچھورپن اچھا نہیں" وکیل صاحب "انہیں لوگوں نے اعلی التعلیم کو بدنام کر رکھا ہے۔ یہ کم ظرفوں کا کام ہے" خواجہ "عباس علی بچارے درہبانی شخص ہیں لیکن فرزند ارجمند نے خوب نام کیا" ہمایوں فر "مجھے افسوس ہوا۔ کہ ہمارے شہر میں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے"

اتنے میں انگریزی ٹوپی والے شخص قریب آئے۔

حامد "تسلیم مسٹر عسکری صاحب! خوب آئے" عسکری "ہمایوں فر کی طرف مڑکر اوشیک ہینڈ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھا کہا میں نے تو آپ کو پہچانا ہی نہیں۔ یہ لباس کب سے اختیار کیا؟ آپ کی آواز پہچان کر میں دوڑ آیا" ہمایوں فر "اکثر پہنتا ہوں کیوں کیا آپ نے بالکل ہی ترک کر دیا" عسکری "جناب! گستاخی معاف۔ آپ سا معزز عالم۔ فاضل شخص اگر پرانی وضع کی تقلید کرے۔ تو قوم ترقی کر چکی۔ میں نے سنا۔ کہ صبح آپ اسی لباس میں عیدگاہ بھی گئے تھے!"

ہمایوں فر "آپ نہیں گئے شاید۔ تعجب کی اس میں کون سی بات ہے؟"

عسکری "مجھ کو افسوس کرنے دیجئے اس وقت" ہمایوں فر "بسم اللہ آپ افسوس کر لیجئے بلکہ رو لیجئے" حامد "محرم الحرام کے دن قریب ہیں۔ خوب پیٹ بھر کر رو لیجئے گا۔ ایسی بیتابی کیا ہے" عسکری "آپ تو خیر لیکن مسٹر ہمایوں اور یہ لباس یوروپین معزز لیڈی

ان کی بیوی۔ گورنر جنرل بہادر کی کونسل کے ممبر اور ریڈ اپنی وضع۔ ہم کہتا ہوں کہ اگر تعلیم یافتہ لوگ پرانے فیشن ترک نہ کریں گے۔ تو قوم ترقی کر چکی"

وکیل "ہمارے سرہمایوں فرصاحب تو صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں"

ہمایوں فر "بندہ مسلمان ہے نیم کرسٹان نہیں" مولوی صاحب "سو بات کی ایک بات تو یہ ہے۔ کہ آدمی وضع اور پوشاک سے معلوم ہوتا ہے جس نے جس کی تقلید کی۔ اس کا اسی کے ساتھ حشر ہو گا۔ جو لوگ لندن گئے ان کا ایمان نہیں ایسے لوگوں پر تکفیر کا کلمہ لازم آتا ہے" عسکری "اکثر بے وقوفوں سے جو لمبی ڈاڑھی۔ ہاتھ میں تسبیح لئے پھرتے ہیں۔ نئی روشنی والے کافر اچھے ہیں"

مولوی "استغفر اللہ۔ آپ ایسوں سے بات کرنا بھی گناہ ہے"

ایک بیرسٹر مسٹر ناظم "تو آپ کا مطلب کیا ہے جناب ہم لوگوں کو کافر ٹھیراتے ہیں؟" زاہد انجینیر "مطلب صاف ظاہر ہے" مولوی "میں کیا عرض کروں۔ اظہر من الشمس ہے۔ چاہے مجھے کوئی سولی دے دے۔ مگر میں تو یہی کہوں گا۔ جو لندن گئے۔ وہ مسلمان کیوں کر رہے؟ گلا مروڑا مرغ۔ کل سے ماری ہوئی کھائے۔ لحم خوک۔ شراب اُن کو حلال ہوا۔ اب وحد کا لباس ترک کیا۔ میز کرسی پر کانٹا چھری سے کھانا کھایا۔ معاذ اللہ مردِ خدا۔ آخر انجام کی بھی فکر ہے یا نہیں" ہمایوں فر "(مسکرا کر) قبلہ! کیا معقول دلیل پیش کی ہے آپ نے۔ جو لندن گیا۔ اس نے ضرور حرام شے کھائی۔ اوّل تو اہل کتاب کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔ لحم خوک کیوں مسلمان کھانے لگے۔ نہ تو کوئی مجبور کرتا ہے۔ اور نہ وہاں گوشت کا کال پڑا ہے۔ باقی رہی شراب۔ اس کا تو آج کل لندن سے زیادہ ہندوستان میں رواج ہو گیا ہے۔ جس کو دیکھو مخمور یا وہ خوار نظر آتا ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ ناحق بدنام ہیں۔ جن کو ایک حرف انگریزی کا نہیں آتا۔ وہ بھی شراب ضرور پیتے ہیں" ناظم "کہئے مولانا! شرمائیے تو نہ ہوں گے" مولوی "مثل مشہور ہے کہ جو کوئی کاجل کی کوٹھری میں جائے گا وہ منہ کالا کر کے ضرور آئے گا۔ کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ کالے ہی ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی نہ کہئے۔ البتہ جو پیتے ہیں بُرا کرتے ہیں"

ہمایوں فرؔ۔ آپ اپنے منہ سے قابل ہوتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ بُرا کرتے ہیں۔ بہت ٹھیک ہے۔ لیکن جناب! ہندوستان میں اگر شراب پیئے تو علمائے دین چشم پوشی کرتے ہیں۔ ہاں بت کا پوجنا جائز۔ جھوٹ روا۔ غیبت روا۔ ترک نماز روزہ جائز۔ جو کبھی بھولے سے بھی سجدہ نہ کرے۔ نہ جانتا ہو۔ اسلام کس جانور کا نام ہے مگر لباس ہندوستانی ہو۔ دسترخوان پر کھاتا ہو۔ تو وہ سچا مسلمان کہلائے۔ لیکن پابند صوم وصلوٰۃ ہو۔ اسلام پر پوری طرح ایمان بھی رکھتا ہو۔ شریعت پر قایم ہو۔ مگر ہندو یا پارسی یا عیسائی کا لباس اختیار کرے اور کانٹا چُھری سے میز پر کھائے تو خواہ مخواہ اُس نے حرام کھایا۔ اور دائرۂ اسلام سے خارج ہوا۔ مردود۔ ملحد۔ مرتد۔ کافر سب کچھ ہوا۔ ہمارے رسول مقبولؐ اور اُن کے اصحاب نے تو اسلام پھیلانے کی غرض سے مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ کافروں کو شوق دلایا۔ اُن کو اسلام پر لائے اور ہمارے علمائے دین دعوتِ اسلام کرنا تو درکنار۔ جو بقول آپ لوگوں کے نام کے مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کو بھی دودھ کی مکھی کی طرح اُٹھا کر پھینک دیتے ہیں+ اسلام چھوئی موئی کی گاچ نہیں ہے۔ اور نہ کچی مٹی کا برتن کہ ہاتھ لگتے ہی ٹوٹ جائے گا۔ توحید اور اسلام کے معنی وہ نہیں ہیں۔ جو آپ لوگوں نے اپنے مطلب کے واسطے بنا رکھے ہیں+ جس نے خدا کی وحدانیت پر صدق دل سے گواہی دی اور رسولؐ کو سچا پیشوا جانا۔ قرآن مجید کو کتاب الٰہی مانا۔ اس پر سچے دل سے پورے طور پر عمل کیا۔ وہ بے شک سچا اور پکا مسلمان ہے+ آپ لوگوں کے پاس کون سا حکم نامہ ہے۔ اور کیا اختیار حاصل ہے۔ کہ جس کو چاہیں گے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیں+ آپ کو اختیار ہے۔ اپنے دل میں یا زبان سے جس کو چاہیں۔ گالیاں دیں۔ یا کافر کہیں۔ مغفرت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے+ تقلید کی نہ کہئے قبلہ۔ نئی روشنی والے ناحق بدنام ہیں۔ پُرانے فیشن کے بزرگوار خود کافروں کی تقلید کرتے ہیں+ "مولوی" ہرگز نہیں استغفراللہ! "ہمایوں فر" جناب تقلید ہی نہیں۔ بلکہ احکام شرع کو برا کہتے۔ اور دل سے ناپسند کرتے ہیں۔ اور قابل اصلاح

سمجھتے ہیں"۔ مولوی"۔ اچھی تقریر نکالی۔ واہ صاحب۔ ایسا بھی کوئی مسلمان ہے۔ کہ احکام شرع کو ناپسند کرے"؟ ہمایوں فر"۔ قبلہ آپ بزرگ ہیں۔ ہماری گستاخی معاف ہو۔ قبر پرستی حق تلفی یعنی ماں بہن بیٹی۔ پھوپی وغیرہ بیوہ رشتہ دار عورتوں کو فریب دے کر یا دھوکا دے کر یا زور سے ان کو وراثت سے محروم کرنا۔ شریعت میں جائز ہے؟ بیوہ کا نکاح ثانی ہندوستان میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔ قبر کی پرستش روا ہے؟ رسول مقبولؐ کے زمانہ میں ہوئی ہے؟ شرعی پردہ پر موجودہ پردہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ تعلیم نسواں کو بُرا سمجھتے ہیں۔ شادی بیاہ میں عورتیں تو خیر۔ ہمارے ہاں کے مرد خلاف شریعت رسمیں کرتے ہیں۔ اب بتائیے۔ تو یہ کافروں کی تقلید ہے یا اہل اسلام کی"؟ مولوی"۔ یہ اَور بات ہے۔ ہر ملک کے دہر رسمے"؟ ہمایوں فر"۔ جی بجا۔ رسم کو اسلام پر ترجیح تو دی۔ اور ہم لوگوں نے انگریزی لباس اختیار کیا۔ تو کافر بن گئے + اگر مسلمان انگریزی لباس پہنے تو کرسٹان کہلائے۔ تو پھر اگر عیسائی عربی لباس اختیار کرے تو وہ عرب ہوگا؟ ہندو پارسی پوشاک میں ہو تو اس کو پارسی کہیں گے؟ چینی فرانسیسی لباس میں ہو تو فرانسیسی ہو جائے گا"؟ مولوی"۔ اس کو تو ہر کوئی سمجھتا ہے۔ اگر مسلمان عیسائی لباس اختیار کرے۔ تو بالفرض عیسائی حقیقت میں ہو بھی نہیں۔ تو عیسائی کہا جائے گا"۔

ہمایوں فر"۔ جب یہ معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہے تو کیوں کر عیسائی کہا جائے گا"؟ مولوی"۔ اجنبی تو ضرور کہیں گے یا نہیں"؟ ہمایوں فر"۔ کہیں گے تو غلطی سے۔ اس سے ہمارے مذہب میں کیا نقص آئے گا؟ مولنا۔ لباس کوئی مذہبی چیز نہیں اور کل دنیا کے مسلمانوں نے ایک وضع کا لباس اختیار نہیں کیا ہے۔ عربی مصری۔ ترکی روسی۔ جرمنی چینی۔ کابلی۔ ایرانی۔ پنجابی۔ بنگالی۔ الغرض ہر ایک کا لباس جُدا جُدا ہے + عرب میں ہندوستانی لباس نہیں ہے۔ افریقہ میں لاکھوں عیسائی ہیں۔ سب اپنے ملکی لباس میں ہیں۔ انگلستان میں ہزاروں لا مذہب ہیں۔ مگر لباس کی وضع وہی ہے۔ کیونکہ پوشاک کا تفرقہ۔ تفرقۂ مذہب سے نہیں ہے + جناب نجاشی بادشاہ حبش نے جو ایک عیسائی تھا۔ شاید بعد کو وہ مسلمان ہو گیا پیغمبرؐ خدا کے حضور

میں ایک جوڑا پوشاک کا بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اور آپ نے اس کو نہایت خوشی سے پہنا تھا؟ مولوی:۔ نجاشی مسلمان تھا ہی۔ شاید کیا؟ ہمایوں فر:۔ اچھا۔ قبلہ۔ ہو۔ مگر وہ لباس عیسائی کا تھا یا نہیں؟ اور اس کو ہمارے حضرتؐ نے قبول فرمایا اور خوشی سے پہنا تھا یا نہیں؟ میز کرسی پر کانٹے چھری سے کھانا۔ مگر وہ غذا جو شرع کی رو سے حرام نہیں ہے۔ اس میں کیا قباحت ہے؟ آخر ٹرکی میں بھی تو بڑے بڑے علماء دین عیسائیوں کے ساتھ ایک ہی میز پر کھانا کھاتے ہیں۔ پھر یہاں کے لوگ اس کو داخل گناہ کیوں سمجھنے لگے؟ اور کافر مردود کیوں بنانے لگے؟ مولوی:۔ ترک لاکھ عیسائیوں کے ساتھ کھائیں۔ ہم کو کیا؟ ہماری رسوم کے خلاف ہے۔ آپ کو ٹرکی میں رہنا ہے۔ یا ہندوستان میں؟ ٹرکی کی بات ٹرکی کے ساتھ۔ آخر ہمارے یہاں کا طریقہ کیا بُرا ہے؟ حامد:۔ (ہنس کر) اب دوسری بات لائیے۔ مولانا صاحب! ہمایوں فر:۔ جناب۔ ترک اور آپ کے خلیفۃ المسلمین معاذ اللہ مسلمان نہیں ہیں؟ فرمایئے! مولوی:۔ نہ میں کبھی ٹرکی گیا اور نہ ترکوں کو دیکھا۔ بلا دیکھے ایک بات کیونکر کہدوں؟

ناظم:۔ شکر ہے کہ آپ قایل تو ہوئے۔ مولوی:۔ آپ دس اور میں تنہا بھلا کیونکر جیت پاؤں گا؟ حامد:۔ تلوار کی لڑائی نہیں ہے صاحب۔ زبانی بحث ہے۔+ اتنے میں ہمایوں فر۔ مع مائیکل کے اُس کمرے میں گئے جہاں کھانے کا انتظام تھا۔ ناظم۔ عسکری۔ حامد۔ غضنفر۔ زاہد۔ ہمایوں فر۔ اور ایک ہندو بیرسٹر لالہ صاحب اور مسٹر مائیکل میز کے گرد بیٹھ گئے۔ اور چائے ناشتہ میوہ وغیرہ کھانے لگے۔ عسکری مائیکل کی طرف بار بار تعجب سے دیکھتے تھے+ ہمایوں فر:۔ (مسکرا کر) مسٹر عسکری! اب میں آپ کے اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔ یہ صاحب مسٹر مائیکل سرجون الیسٹ کے صاحبزادے کمشنر دہلی ہیں"+ سب اُٹھ کر باری باری سے ملے+ ناظم:۔ لیجئے آپ سر ہمایوں فر کو ہندوستانی لباس میں دیکھ کر افسوس کرتے تھے۔ یہاں ہمارے کمشنر صاحب بہادر بھی ہمارے لباس میں جلوہ افروز ہیں+ زاہد:۔ کمال کیا ہے۔ آپ نے+ اخلاق بھی کیا چیز ہے۔ صاحب خلق ہر دل عزیز

ہے جس انسان میں خلق نہیں۔ وہ انسان ہی نہیں۔ ہمارے سرہمایوں فرفخر قوم ہیں۔ ہندو۔ عیسائی۔ مسلمان۔ پارسی ان کا دم بھرتے ہیں۔ یہ بھی ان کی محبت اور اخلاق کا اثر ہے۔ کہ ہم ایک معزز یورپین افسر کو تبدیل لباس میں بے تکلف سب سے ملتے دیکھ رہے ہیں" سبحان اللہ! ناظم "۔ میں مسٹر موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی خوش مزاجی کی تعریف کرتا ہوں"! مسٹر مائیکل "۔ میں بھی آپ لوگوں سے مل کر نہایت خوش ہوا"۔ ہمایوں فر"۔ میں چند کلمے مسٹر عسکری سے کہنا چاہتا ہوں کیوں کہ اپنے ہم وطنوں کو ردی حالت میں دیکھ کر یا اُن کی بد خلقی کی شکایت سن کر میرا دل جلتا ہے۔ میں نے آپ کے خلاف سنا ہے کہ آپ اپنے ہم وطن بھائیوں سے بہت کم ملتے ہیں۔ مذہب اسلام کے احکام کی پوری تعمیل نہیں کرتے ہندوستانی لباس۔ اور ان کی طرز معاشرت کی ہنسی اُڑاتے ہیں میم صاحبہ کیا لائے۔ کہ خود شاخ زعفران بن گئے۔ سنو بھائی اگر زیادہ لکھنے پڑھنے یا اعلٰے تعلیم کا یہی نتیجہ ہے تو بس اللہ اللہ۔ خیر صلاح۔ کوئی شخص تعلیم یافتہ۔ اگر اپنے مذہبی خیال کو دل سے نکال ڈالے اور لوگوں سے بد خلقی کرے تو سمجھنا چاہئے کہ اس نے تعلیم سے بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھایا اور دوسروں کے راستہ میں کانٹے بچھائے۔ ہندو قوم نے کس قدر ترقی کی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ جسٹس لال بہاری گھوش۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر مہندر ناتھ بوس دھوتی باندھتے ہیں۔ ہندوؤں اور برہمیوں میں تعلیم یافتہ اصحاب انگریزی لباس استعمال کرتے ہیں لیکن شادی بیاہ۔ مذہبی جلسہ وغیرہ میں ملکی لباس میں نظر آتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ آپ ہندوستانی پوشاک ہی بطور فرض اختیار کیجئے۔ بلکہ جو لباس آپ کو پسند ہو شوق سے پہنئے مگر کسی لباس کی توہین کرنا سخت بیجا ہے۔ اور بوقت ضرورت اپنے آباؤ اجداد کا لباس پہننا کوئی جرم نہیں۔ لباس کو قوم کی ترقی سے کوئی نسبت نہیں۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکو بنانا مناسب نہیں۔ یوں تو ہم کو اختیار ہے۔ کہ ہم دھوتی باندھیں۔ یا سوٹ پہنیں یا پائجامہ یا انگرکھا۔ لیکن حد سے زیادہ انگریزیت بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر عید۔ تہوار۔ شادی بیاہ وغیرہ کی مجلسوں میں کبھی ہندوستانی لباس پہنا تو کیا مضائقہ ہے

آخر لندن جانے کے قبل پہنتے ہی تھے کہ نہیں ؟ انگریزی سوٹ۔ دربار۔ آفس۔ پارٹی ڈنر ہی میں زیب دیتا ہے۔ میں تو چند وجہوں سے انگریزی لباس کو ترجیح دیتا ہوں۔ ہمارا ملکی لباس ڈھیلا ہوتا ہے۔ ان کا لباس چست اور بدن سے ملا رہتا ہے۔ چلنے پھرنے۔ دوڑنے میں آسانی۔ اکثر لوگ بادشاہ وقت کا لباس سمجھ کر پسند کرتے ہیں۔ اور اب انگریزیت پھیلنے کے سبب سے یہ لباس عام پسند ہوگیا۔ لباس پوشاک پسند پر موقوف ہے۔ نئی چیز سب کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو قوم کا خیال ہے۔ تو علم میں ترقی کریں۔ اچھی اچھی عادتیں عمدہ خصلتیں نیکی خلق۔ اتحاد۔ اتفاق۔ ہمدردی۔ راستبازی اپنے میں پیدا کریں۔ اوروں کو اپنا نیک نمونہ دکھا کر شوق بڑھائیں۔ اور مذہب کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ غیر اقوام ہم سے کس قدر آگے بڑھی جاتی ہیں۔ ہم دو قدم بھی بمشکل چلتے ہیں لیکن "ہمچو من دیگرے نیست" کا دم بھرتے ہیں۔ شروع شروع میں مسلمانوں نے کس قدر ترقی کی تھی۔ کیسا عروج کا زمانہ تھا! اس لئے کہ وہ مذہب کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے ہمت استقلال۔ اور اتفاق سے آگے بڑھے چلے جاتے تھے۔ اور اب تو "مسلمان درگور و مسلمانی درکتاب" والی بات ہے"۔

ناظم "آپ کو مذہب کا بہت ہی خیال ہے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے"۔

عسکری "جناب آپ کی نصیحت نے میرے دل پر بڑا اثر کیا"۔

دوستوں نے ہمایوں فر کو مجبور کیا کہ ہم باجہ سننا چاہتے ہیں۔

ہمایوں فر "مجھے عذر نہیں۔ مگر مولوی لوگ بیٹھے ہیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر گرگ باراں دیدہ موجود ہیں۔ خواہ مخواہ ہنسی اڑائیں گے۔ اور پھبتیاں کہیں گے۔ اول تو مجھے چنداں دخل نہیں۔ تاہم لندن میں کسی قدر سیکھا تھا۔ لیکن یہاں اس کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے۔ باجہ کچھ یورپین لوگوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ ہم لوگوں میں اس کا چرچا کم ہے"۔ دس بج چکے تو ہمایوں فر نے اجازت چاہی۔

جیسے ہی موٹر پر پاؤں رکھا۔ آگ کا ایک شعلہ بھڑک اٹھا اور ایک شخص سیاہ فام دوڑتا ہوا موٹر کے قریب سے بھاگا۔ ہمایوں فر اور مائیکل تو کود کر فوراً اتر

گئے۔ لیکن ڈرائیور کو سخت چوٹ آئی + موٹر کا گیس بڑے زور سے پھٹا اور جل کر خاک ہو گیا + ایک "جناب! یہ کس کی شرارت تھی"؟ دوسرے "وہ تو خیر ہوئی۔ کہ جان بچ گئی"+ تیسرے "کسی دشمن کا کام ہے"+ ایک کوچ مین نے کہا۔ کہ میں نے ایک سیاہ فام۔ دراز قامت شخص کو جھک کر کچھ کرتے دیکھا تھا + ہر طرف تلاش ہوئی۔ مگر پتہ نہ ملا + ہمایوں فر مع مائیکل صاحب کے نواب صاحب کی گاڑی پر سوار ہو کر کوٹھی آئے + مسز ہمایوں فر، مسز مائیکل نے افسوس کیا۔ دوسرے روز صبح کو ہمایوں فر کے نام ایک گم نام خط آیا۔ تیسرے روز ان کے ہاں اصطبل میں کسی نے آگ لگا دی + فوراً آگ بجھانے والی مشین آئی۔ اور بہت کم نقصان ہوا + پھر دوسرا گم نام خط آیا۔ تو ہمایوں فر دونوں خط لئے ہوئے روشنک کے پاس آئے۔ خط دیا۔ روشنک کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا + ہمایوں فر "تم کو کس پر شک ہے؟ یہ کام کس کا ہے"؟ روشنک "گو نام نہیں لکھا۔ مگر مضمون سے پورا شک لاڈلے مرزا پر ہوتا ہے"+ ہمایوں فر "میرا بھی یہی خیال ہے"+ روشنک "بے طرح اس نے دشمنی پر کمر باندھی ہے۔ خدا ہی خیر کرے۔ چپ رہنا مناسب نہیں۔ دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس خط میں تو صاف لکھا ہے۔ کہ ہم نے کیسا بدلہ لیا۔ موٹر جلا دی۔ گھر میں آگ لگائی۔ ہمارے ہاتھ سے کب تک بچو گے؟ ہم ضرور قتل کریں گے۔ اور اپنا بدلہ لیں گے۔ ہمارے ساتھ بہت سے لوگ ہیں۔ تم اگر لاکھ جانیں بھی رکھتے ہو تو کیا"+ ہمایوں "تم پریشان نہ ہو"۔ روشنک "آخر آپ نے اپنی حفاظت کے واسطے کیا سوچا ہے"؟ ہمایوں فر "میں کوئی بچہ ہوں؟ تم ہماری فکر نہ کرو۔ وہ کچھ بھی نہ کریں گے۔ ایسے ہزاروں گم نام خطوط آتے ہیں۔ انہوں نے جس قدر گالیاں اس خط میں دی ہیں۔ ان سے اُن کی شرافت ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارا کیا بگڑا؟ لیکن تمہاری شان میں جو کلمہ انہوں نے لکھا ہے۔ البتہ اس کو پڑھ کر میرا خون جوش مار رہا ہے۔ جس کو میں ضبط کئے ہوئے ہوں۔ اس کی زبان اور ہاتھ قلم کرنے کو جی چاہتا ہے"+ روشنک "مجھے آپ کی جان کی فکر لگی ہے۔ خدا موذی کے پنجہ سے نجات دے۔ آپ پولیس کے حوالے کیوں نہیں کرتے"۔ ہمایوں فر "تمہارا کدھر خیال ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو مجھے یہ خط بھی داخل کرنا ہوگا"+

الغرض سمجھا بجھا کر کوٹھی گئے۔ روشنک کو تشفی ہوئی۔ وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگی۔ اس کے چہرہ سے پریشانی صاف ظاہر تھی۔ اتنے میں مس ٹامسن جو شادی کے بعد سے ہر روز روشنک کو پڑھانے آتی تھی۔ آج بھی حسب معمول کمرے میں داخل ہوئیں۔ مس کو شاگرد سے از حد محبت تھی۔ اداس اور متفکر دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں پیاری روشنک! خیر تو ہے؟ کیا میں تمہاری پریشانی کی وجہ دریافت کر سکتی ہوں؟" روشنک "میری پیاری استانی جی! میں ضرور بیان کروں گی۔ لیکن کیا آپ وعدہ کرتی ہیں۔ کہ کسی سے ظاہر نہ کریں گی؟"

مس "ہاں میں وعدہ کرتی ہوں"۔

روشنک نے خط دیا۔ مس اردو پڑھنا جانتی تھیں۔ انہوں نے خود پڑھا۔ روشنک نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ اور لاڈلے مرزا کی حالت بھی بیان کی۔ مس "ہمایوں فر ہرگز اس خط کو پولیس میں داخل نہیں کر سکتے۔ ان کی عزت اور شان کے خلاف ہے"۔ روشنک "بے شک لیکن ان کی جان کا خطرہ بھی تو ہے۔ میری عقل میں سوچتے سوچتے یہ بات آئی ہے۔ کہ خفیہ پولیس کے ذریعہ سے اس بدمعاش کو قرار واقعی سزا ملنی چاہئے۔ لیکن ہم کیا کریں"۔ مس "میں بھی اتفاق کرتی ہوں اچھا میری پیاری۔ میں آج ہی تمہاری خاطر مسٹر برٹن خفیہ پولیس والے کے ہاں جاتی ہوں"۔ روشنک "لیکن آپ کو تو معلوم ہے۔ بیگم صاحب ہماری حالت سے ناواقف ہیں۔ اس لئے التماس یہ ہے۔ کہ یہ خبر مشہور نہ ہو۔ اور دشمن گرفتار ہو جائے"۔ مس "ایسا ہی ہوگا"۔

یہ کہہ کر مس صاحبہ مسٹر برٹن کے ہاں گئیں۔ اور صرف اتنا کہا۔ کہ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سر ہمایوں فر کی جان کا خواہاں ایک شخص لاڈلے مرزا نامی ایک بدمعاش پیدا ہوا ہے۔ اس نے دو مرتبہ آگ لگا دی۔ اس کے ساتھ چند اور بھی خونی سفاک ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی جان کی حفاظت خفیہ پولیس ضرور کرے اس بدمعاش کو جو کوئی گرفتار کرے گا۔ میں دو ہزار روپیہ انعام دوں گی"۔ صاحب نے فوراً آفس میں ٹیلی فون کیا۔ دو نوجوان انسپکٹر حاضر ہوئے۔

صاحب:"مسٹر سعید! ہم نے تم کو اور جوگندر بابو کو یہ کام سپرد کیا۔ جلد کوشش سے کام کرو اور انعام حاصل کرو"۔

دونوں سلام کر کے اور مس صاحبہ سے نام و نشان دریافت کر کے رخصت ہوئے۔

خفیہ پولیس

زرد رنگ کی کوٹھی میں دو شخص کرسیوں پر بیٹھے گفتگو کر رہے ہیں:-

ایک:"جوگندر! تم نے کیا سوچا ہے؟ کل ہم نے مرزا کو دیکھا۔ بے شک اُس کے چہرے سے شرارت ٹپک رہی ہے۔ وہ کسی گہری سوچ میں ہے"۔

جوگندر:"کیوں کر ملاقات کی آپ نے؟" سعید:"میں سوداگر بن کر گیا تھا۔ اس نے ایک تھان خریدا۔ روپیہ کوڑیوں کے مول لُٹا رہا ہے۔ ہم نے رات اُس کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔ لکھنؤ کے بدمعاش چاند خاں اور جمن بھی میں نے وہیں دیکھے"۔

جوگندر:"ایں! یہ دونوں جیل توڑ کر بھاگے تھے۔ اب یہاں ہیں؟"

سعید:"میں کئی روز تک دیسی سوداگر کی حیثیت سے اُن کے ہاں مہمان رہا۔ اور اندر باہر کے حالات سے اچھی طرح واقفیت حاصل کی"۔ جوگندر:"آج کہاں کی تیاری ہے؟" سعید:"اسی طرف لیکن آج اور لباس میں جاؤں گا"۔

الغرض گھڑی نے دو بجائے اور مسٹر ہمایوں مرزا کی عالی شان کوٹھی کے پھاٹک پر کسی نے زور سے کنڈی کھٹکھٹائی۔

دربان:"کون؟" آواز:"دربان جی! ذرا پھاٹک کھولو"۔ دربان:"ایں اتنی رات گئے تم ہو کون؟ نام بتاؤ۔ ورنہ ہم پھاٹک نہیں کھولتے۔ تم ہو کون سرکاری آدمی ہو؟" آواز:"عجب بھچی ہو بھئی جلد کھولو۔ پھر امان سنگھ کو بھیج دو۔ کہو تمہارے گھر سے لوگ آئے ہیں۔ جلدی آؤ۔ ایک حادثہ ہو گیا"۔ دربان:"واہ اچھے آئے۔ ہم کو نیند سے جگا دیا"۔

الغرض سمجھا جھکتا گیا۔ اور پہرا کو جگایا۔ وہ بد حواس دھوتی سنبھالتا ہوا دوڑا

آیا اور پھاٹک کھول کر راستہ پہ ہولیا۔ بیرا" کون ہے؟" آواز" میں ہوں + بھائی مجسٹریٹ صاحب کا بیرا!" بیرا" (آنکھیں ملتا ہوا) خیر تو ہے؟" آواز" اجی خیر کہاں۔ تمہارے لڑکے نے ہمسائے کا خون کر دیا چھتری کا بھوت جوش میں آگیا۔ پولیس کے سپاہی جمع ہیں مجھے لوگوں نے مجبور کیا۔ کہ مان سنگھ کو خبر کر دو۔ میں دوڑا آیا۔ فوراً چلو!" بیرا" میں تمہارا نہایت ممنون ہوں۔ کم بخت کو کیا سوجھی۔ اسی لئے منع کرتا تھا۔ کہ بدمعاشوں کے ساتھ نہ رہے" یہ کہتا ہوا چند قدم چلا تھا۔ کہ کسی نے پیچھے سے مان سنگھ کی ناک پر رومال رکھا۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا + اس کے ساتھی نے فوراً گاڑی پر سوار کیا جو منتظر کھڑی تھی۔ اور پانچ منٹ میں انسپکٹر سعید کی کوٹھی پر تھے + صبح کو سر ہمایوں فر کے پھاٹک پر ایک نوجوان چھتری سردار بیرا کے لباس میں ہاتھ میں درخواست لئے کھڑا تھا + اتنے میں دربان نے کہا۔ جاؤ۔ صاحب بہادر کے کمرے میں تمہارے منتظر ہیں!" بیرا سر جھکائے اس کے پیچھے ہو لیا اور صاحب کو جھک کر سلام کیا +

ہمایوں فر" تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" بیرا" حضور! غلام مان سنگھ کا بھتیجا ہے۔ بندہ کو گمان سنگھ کہتے ہیں!" کاغذ پیش کر کے کھڑا رہا + ہمایوں فر نے درخواست کو پڑھا۔ اور کہا" مان سنگھ کا لڑکا مر گیا۔ مجھے افسوس ہوا۔ تم اپنے چچا کے عوض میں کام کرو گے۔ جب تک اس کی طبیعت درست نہ ہو!"

گمان سنگھ" غلام کا منشا تھا اسی لئے حاضر خدمت ہوا ہے!"

ہمایوں فر نے کہا" اچھا جاؤ گمان سنگھ اپنے چچا کی نوکری پر مقرر ہو کر کام میں مصروف رہو!"

+

لاڈلے مرزا کے گرد چند مصاحب بیٹھے ہیں۔ وہ زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں + ایک نیا خدمت گار ہاتھ باندھے کھڑا ہے جس کو نوکر ہوئے صرف ایک ہفتہ ہوا ہے + مرزا" بشیر! خاصدان لاؤ!"

بشیر پنکھا ہلانے لگا۔ مرزا" ہیں! (دوست) دیوانہ ہے!"

مرزا صاحب "نہیں بہرا ہے۔ اونچا سنتا ہے" مرزا بیگ "بشیر! ادھر آ!"
بشیر "حضور! بیوہ ماں ہے۔ دو بہنیں ہیں۔ اور بھائی ہے۔ یتیم ہوں۔ غریب ہوں"
لاڈلے مرزا "(اپنے دوست سے) عجب پاگل ہے!"
مرزا بیگ "لیکن اس کی صورت اچھی ہے۔ اور کام خوب کرتا ہے"
اتنے میں لاڈلے مرزا نے بشیر سے کہا۔ کہ باہر جا۔ مگر وہ اونچا سنتا تھا کھڑا رہا۔ تو مرزا نے گردن پکڑ کر برآمدہ میں ڈھکیلا۔ مگر وہ نظر بچا کے ایک طرف ہو لیا۔ لاڈلے مرزا وغیرہ آپس میں کچھ آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے۔ صبح کو بشیر پیٹ پکڑے ہوئے حاضر ہوا۔ اور کہا "حضور! درد سے سخت بے قرار ہوں۔ مجھے اکثر یہ عارضہ ہوتا ہے۔ دو روز کی رخصت ملے۔ تو حکیم صاحب سے علاج کروالوں" مرزا نے منظور کر لیا۔
شام کا وقت ہے۔ راستہ کے کنارے ایک جوگی دھونی لگائے بھبوت ملے۔ آگ جلائے بیٹھا ہوا چلم پی رہا ہے۔ اور گرد لوگ جمع ہیں۔ ایک عورت چوڑیاں بیچتی ہوئی قریب آئی۔ عورت "مہاراج۔ کچھ ہم پر بھی کرم فرمائیں۔ میری لڑکی برص کے مرض میں گرفتار ہے" جوگی "(ایک چٹکی خاک دے کر) لے مائی تیرا بھلا ہوگا"
عورت نے سلام کر کے چوڑیوں کا ٹوکرا سر پر اٹھایا۔ اور دور نکل گئی۔ اتنے میں ایک مشکی جوڑی جتی ہوئی فٹن نظر آئی۔ سائیس ہائیٹ ہائیٹ کی آواز دیتے جاتے تھے۔ گھنٹی ٹن ٹن بجتی جاتی تھی۔ ایک شخص نے انگریزی میں آواز بلند کہا "سر ہمایوں فر! ہوشیار۔ خبردار۔ لیٹ جاؤ۔ دشمن کمین گاہ میں ہے۔ گولی چلنے والی ہے!"
ہمایوں فوراً جھک گئے۔ کوچ مین نے اشارہ پا کر باگ پھیری۔ گولی سنسناتی ہوئی قریب سے نکل گئی۔ چپراسی جو کوچ بکس میں تھا۔ اس کے سینہ سے پار ہو گئی۔ فوراً لوگ چاروں طرف سے دوڑے حتیٰ کہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تحقیقات کو آئے۔ اس شور و غل میں جوگی غائب ہو گیا۔ ہمایوں فر کوٹھی واپس آئے۔ نواب کے

ہاں خبر گئی۔ نواب اشرف علی۔ حامد۔ غضنفر خیر صلاح کو آئے۔ عالیہ بیگم نے صدقے دیئے۔ سجدۂ شکرا دا کیا۔ اور کہنے لگی کہ ہمارے بچے کی جان خدا نے بچالی۔ لیکن روشنک خاموش تھی اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔ کہ ہم نے خفیہ پولیس میں خبر دی ہے۔ دوسرے ہفتے ہمایوں فر مع میم صاحب کے اپنے ایک دوست کی شادی میں شریک ہونے کو بمبئی گئے۔ پیرا گمان سنگھ نے بمبئی دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور ہمراہ روانہ ہوگیا۔

نواب صاحب کے محل میں ماتم

گیارہ بج کر دس منٹ گذرے ہیں۔ غضنفر جو دہلی میں وکیل تھے۔ کورٹ جارہے تھے۔ گاڑی کے پائدان پر پاؤں رکھا ہی تھا۔ کہ تار کا چپراسی سامنے آیا اور لفافہ دیا۔ غضنفر نے تار پڑھا اور معاً غش آگیا۔ زمین پر گر پڑے۔ خدام ادب نے فوراً اٹھایا۔ حامد جو گاڑی پر سوار ہو چکے تھے۔ فوراً اتر آئے۔ اور لفافہ پڑھا۔ سر پر ہاتھ مار کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں نواب اشرف علی دوڑے آئے۔ تار پڑھا۔ اشرف علی "ہائے ہمایوں فر۔ یہ کیا کیا!" رونے لگے۔ نواب صاحب کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ محلہ دار سر پیٹتے ہوئے اندر گئے۔

عالیہ بیگم "میرے اللہ! میں لٹ گئی۔ کوئی چھری لے کر میرا جگر کاٹ رہا ہے۔ ہائے ہائے۔ میرا لعل۔ میرا بچہ۔ لوگو میرے ہمایوں فر کو لاؤ۔" ؎

دنیا مجھے اندھیر ہے اس غم کی خبر سے
شعلہ کی طرح آگ نکلتی ہے جگر سے

ایک ہمسائی۔ ؎ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ
دل کو فگار کرتا ہے لخت جگر کا داغ
آنکھوں کا نور کھوتا ہے نورِ نظر کا داغ
مرنا جوان بیٹے کا ہے عمر بھر کا داغ

اتنے میں خبر مشہور ہوگئی۔ پرسش کو اندر باہر لوگ آنے لگے۔ صالحہ بیگم پیٹتی ہوئی گاڑی سے اتریں۔ صالحہ بیگم "میرے ہمایوں فر۔ یہ کیا کیا۔ بچہ بغیر تیرے

زمانہ تیرہ و تار نظر آتا ہے۔ میرے لعل تو کہاں غائب ہو گیا! ہائے۔ خدا ہی کی قسم میری بسی بیٹا ہیں تجھ کو حامد سے زیادہ عزیز رکھتی تھی!

مریم :- بھائی۔ پیارے بھائی۔ مجھے بھی ساتھ لو۔ ہائے میں زندہ رہی۔ اور آپ چل بسے۔ (غش آگیا) "سکینہ بیگم" (رو کر) بیٹی مریم۔ ہائے میں تم کو کیونکر سمجھاؤں ارے کوئی پانی لاؤ۔ اس کا منہ دھلاؤ۔ بیٹی صبر کرو۔ اپنے ابا جان کو سمجھاؤ۔ اماں جان کی خبر لو۔ ہوش میں آؤ بیٹی! کسی نے کیوڑے کے چھینٹے دیئے۔ کسی نے پنکھا ہلایا جب ہوش میں آئی تو "ہائے بھائی جان" کی صدا دی۔ صالحہ بیگم :- بیٹی صبر کرو"

مریم :- "ممانی جان مجھے رونے دو۔ ہائے بھائی سے ہم سے وہ محبت تھی۔ کہ شاید ہی کسی بہن کو ہو۔ بھائی جان! مجھے صورت دکھاؤ۔ ورنہ مجھے ساتھ لو!"

بہار النساء بیگم :- ہائے ہمایوں فر یہ کیا ہوا۔ تیری چاند سی صورت کیوں کر سپرد خاک ہو گئی! کاش کہ ہم ہی مر جاتے۔ بہن اسی دن کے لئے جیتی رہی۔ کہ تیرا ماتم کرے!" سر کو دیوار سے پھوڑنے لگی۔ قمر آرا :- "بھائی! دغا دے گئے۔ ہائے۔ اس دن بال بال بچے تھے۔ اور آج چل بسے۔ بھائی میں تیری کن کن باتوں کو یاد کروں۔ ہائے مجھے موت کیوں نہیں آئی! ہمارے کان یہ کیا سن رہے ہیں!" یہ کہہ کر تیورا کر گری۔ سر پہ پلنگ کی پٹی لگی۔ خون جاری ہو گیا۔ مغلانیوں نے لٹایا۔ سر پر پٹی باندھی۔ قمر آرا کو غش آگیا۔ جعفری بیگم :- (روشنک سے لپٹ کر۔ جو بے حس و حرکت بیٹھی تھی) ہائے ہمایوں فر! اس معصومہ کو کہیں کا نہ رکھا ہائے ابھی اس نے کیا دیکھا تھا!"

روشنک بیہوش ہو کر گری۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپتی تھی۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی تھی۔ مردہ سی پڑی تھی۔ کسی نے لخلخہ سنگھایا۔ کسی نے کیوڑہ چھڑکا لیکن روشنک اندر ہی اندر تحلیل ہوتی جاتی تھی۔ پاؤں سرد۔ چہرہ سے مردنی کے آثار نظر آتے تھے۔ سب گھبرائے فوراً ڈاکٹر آئے۔ پردہ ہوا۔ نبض دیکھی اور حامد سے کہا۔ "انتہا سے زیادہ رنج پہنچا ہے۔ ان سے کہئے کہ دل کھول کے روئیں۔ اس قدر ضبط اچھا نہیں۔ جان کا خطرہ ہے!"

عالیہ بیگم :- "لوگو! یہ کیا غیبی تباہی آئی۔ ہمایوں فر! یہ کیا کیا؟ مجھے کس

کے سپرد کیا؟ آخری دیدار بھی نہ دکھایا۔ جب ولایت گئے تھے تو میں مرنے کے برابر ہوگئی تھی۔ وہ دس سال کی جدائی تھی۔ اور یہ عمر کی" ایک بیگم "بہن صبر کرو۔ اپنی بہو کی خبر لو۔ وہ بھی اب دم توڑ رہی ہے" اتنا سننا تھا۔ کہ عالیہ بیگم گرتی پڑتی روشنک کے قریب آئیں۔ عالیہ بیگم "مہ لقا دلہن! میں صدقے گئی بیٹی! آنکھیں کھول۔ کیا تو بھی مجھے چھوڑ چلی؟ ہائے میرا یوسف ثانی! تو کہاں گم ہوگیا۔ تیری چاند سی دلہن۔ خاک میں پڑی ہے بیٹا!" بہو نے ہاتھ کو چھاتی سے لگا کر بیہوش ہوگئیں۔ حسینی بیگم۔ "ہائے ہائے یہ کیا ہوا۔ لوگو! میری بچی بھی چل بسی۔ لوگو میری روشنک کو سکتہ ہوگیا" حسینی بیگم کنوئیں کی طرف دوڑ گئیں۔ "ہائے میری بچی کو بیاہ راس نہ آیا۔ اس کی جان مفت میں گئی" رونے والا ہر پھر سمجھانے والا کون ہو؟ سب ماتم میں مصروف تھے۔ اندر باہر ہائے ہائے کی صدا بلند تھی۔ غضنفر کو ہوش آیا تو وہ کہنے لگے۔

"اُف! ایک گرمی سی معلوم ہوتی ہے سینہ پھنک رہا ہے۔ میرا پیارا بھائی ہمایوں فر اب مجھے کہاں ملے گا؟ بس اب مل چکا۔ حشر میں ملیں گے" نواب صاحب کو آدمی پکڑے ہوئے تھے۔ ان کو گویا لرزہ کا بخار چڑھا تھا۔ اشرف علی اور حامد کی آنکھوں سے دو نہریں جاری تھیں۔ رومال پر رومال تر ہوتا تھا۔ اتنے میں مس ٹامسن آئیں اور روشنک کو ہوش آیا۔ آنکھ کھولی اور آہستہ سے کہا "مریم بھابی امی جان کہاں ہیں؟" جانی بیگم "بہن خوب کھل کے رو لو۔ خوب کھل کے رو لو سمجھی؟"

دوسری "بہن تمہاری ساس وہ پڑی ہیں۔ مریم قمر آرا دونوں غشی میں ہیں" روشنک "(ساس کے قریب جاکر) امی جان!" عالیہ بیگم "(رو کر) بیٹی میں تمہیں سمجھاؤں۔ کہ اس عمر میں تم پر یہ مصیبت پڑی۔ یا اپنی قسمت کو روؤں کہ یہ دن دیکھا؟ ہائے میرے لال!" مس "روشنک پیاری! ہوش میں آؤ" سکینہ "رو لو بیٹی! اب تو عمر بھر کا رونا ہے۔ تمہاری تقدیر میں یہ ہی لکھا تھا" روشنک "رونا نہیں آتا پھوپی اماں۔ میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے۔ میرے بدن سے طاقت زائل ہوتی ہے"

مس "(روشنک کے سر کو اپنی گود میں اٹھا کر بوسہ لے کر) پیاری تم فہمیدہ ہو۔

ایں یہ کیا! صبر کرو۔ یہ خبر معتبر نہیں ہے"+مس کی باتوں سے کسی قدر ڈھارس ہوئی۔ مس تشفی کر کے خفیہ پولیس کے افسر مسٹر برٹن کی کوٹھی پر گئی۔ تار دکھایا۔ اور پوچھا "کیا یہ خبر صحیح ہے؟" انہوں نے کہا "میں ابھی جواب منگواتا ہوں"۔

الغرض دو گھنٹے میں مس صاحبہ خوش خوش واپس آئیں+لفافہ نواب صاحب کو دکھا کر اندر آئیں۔ روشنک کو دیا۔ لیکن اس وقت اس کو خوشی اور رنج دونوں برابر تھے کبھی یقین ہو جاتا۔ اور کبھی یہ سمجھتی۔ کہ شاید مس میری تشفی کے لئے یہ تار لائیں۔ لیکن ماتم موقوف ہو گیا۔ اور سب کی سب پڑی رہیں+دوسرے روز ہمایوں فر دہلی آئے+یہاں اُن سے عبدالکریم نے سارا حال کہا۔ تو وہ فوراً نواب صاحب کے ہاں آئے+دیکھا تو غضنفر لیٹے ہیں ڈاکٹر بیٹھے ہیں۔ چہرہ زرد گویا برسوں کے بیمار ہیں۔

ہمایوں فر نے آتے ہی باپ کو سلام کیا+نواب صاحب بیٹے کو گلے لگا کر آنسو بہانے لگے۔ سب نے باری باری سے گلے لگایا۔ صالحہ بیگم نے چٹ چٹ بلائیں لے کر کہا "خدا عمر دراز کرے"! بہار النساء نے جھپٹ کر پیشانی نورانی کا بوسہ لیا اور کہا "یہ کیا اسرار ہے۔ بتاؤ تو۔ تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟" ہمایوں فر "خدا جانے یہ تار کس نے دیا!" قمر آرا "میم صاحب کی طرف سے تھا"۔ ہمایوں فر "کسی نے شرارت کی ہے۔ اُف! آپ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر ہم نے جیتے جی اپنا ماتم دیکھ لیا"۔ قمر آرا "اب یہ باتیں زبان سے نہ نکالو۔ خدا عمر دراز کرے"۔ بیوی کو دیکھا کہ مردہ سی ہو گئی ہے۔ ہمایوں فر نے کہا۔ "تم تو برسوں کی بیمار معلوم ہوتی ہو۔ بالکل نڈھال ہو گئی ہو۔ بھابی بیچاری کے سر پر زخم ہے۔ پٹی بندھی ہوئی ہے"+الغرض ہر طرف چہل پہل ہونے لگی۔ ہمایوں فر نے سب کے ساتھ کھانا کھایا۔ نواب صاحب نے خیرات کی ہمایوں فر تو کوٹھی گئے۔ بیگمات کھلکھلا رہی تھیں۔ بے خبر سو رہیں۔ صبح کو روشنک کی خوب صورت شیر خوار لڑکی مہ جبین محل سے غائب تھی۔ انا بیہوش پڑی تھی+ہمایوں فر یہ خبر وحشت اثر سن کر فوراً آئے روشنک مثل پیکر تصویر خاموش۔ آنکھوں سے آنسوؤں

کا تار بندھا ہوا تھا۔" ہمایوں فر "میری رفیق فرشتہ خصال بیوی! خدا جانتا ہے۔ کہ تم سے زیادہ میں بیقرار ہوں۔ مگر مجبور ہوں۔ میں اپنی پیاری بچی کے واسطے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ میرے دوست مسٹر برٹن جو آج کل بے نظیر سراغ رساں ہیں۔ ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔ پتہ پتہ چھان ماریں گے۔ اور ضرور بشرطیکہ مہ جبین زندہ ہے۔ لاکر تم کو ملا دیں گے۔ ورنہ مجبوری ہے۔ دل کو قابو میں رکھو۔ تم تعلیم یافتہ ہو۔ گھبراؤ نہیں۔ بڑے بڑے پیغمبروں اور اولیاؤں پر کیسی کیسی مصیبتیں پڑی ہیں۔ دامن استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔ کل کی بات ہے۔ کہ تم ہماری موت کی خبر سن کر کیسی بیقرار تھیں۔ اور آج خدا نے تم کو مجھ سے ملا یا۔" روشنک "بے شک آپ سچ کہتے ہیں صاحب! میں ہرچند چاہتی ہوں۔ کہ دل کو سنبھالوں۔ اور آپ کو پریشان نہ کروں لیکن دل نہیں سنبھلتا۔ میں کیا کروں۔" ہمایوں فر "صحیح ہے۔ لیکن ایسے وقتوں پر انسان کو پوری ہمت سے کام لینا چاہیئے۔"

بیوی کو تشفی دے کر ہمایوں فر مسٹر برٹن کی کوٹھی پر گئے۔ مسٹر موصوف نے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا۔

ہمایوں فر "میں ایک خاص غرض سے آیا ہوں۔" مسٹر برٹن "فرمایئے ہمارے متعلق وہ کون سی خدمت ہے۔" ہمایوں فر "آج کل کوئی دشمن ہمارے درپے ہے۔ گذشتہ شب کو ہمارے آبا جان نواب سید مظفر صاحب کے محل سے ایک شیر خوار بچی مہ جبین ہماری عزیز رشتہ دار اچانک غائب ہوگئی۔ اتنا کو کسی نے کلورا فارم سنگھا کر بیہوش کیا ہے۔ بغیر سازش کے یہ امر ممکن نہ تھا۔ ضرور کسی خادم کی سازش ہے۔ آپ ضرور از راہ مہربانی پتہ لگائیں۔ میں پانچ ہزار روپیہ انعام مقرر کرتا ہوں۔"

مسٹر برٹن "مسٹر ہمایوں فر! میں دل و جان سے اس معاملہ میں کوشش کرونگا۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ایک ماہ سے میں اس مقدمہ میں چھان بین کر رہا ہوں۔ اور بہت کچھ پتہ لگ گیا ہے۔ مسٹر سعید تجربہ کار انسپکٹر اور جوگندر بابو کو ہم نے مقرر کیا۔ ان دونوں نے بدمعاشوں کا پتہ جائے سکونت سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔ آپ اطمینان

رکھیں۔ لڑکی کو وہ لوگ ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔ کیا عجب ہے کہ ڈھونڈ نکالا بھی ہو۔ کیونکہ چار روز سے مسٹر سعید ہمارے ہاں نہیں آئے"۔ ہمایوں فر۔ "میں مسٹر سعید سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ اُن کو ہماری کوٹھی پر بھیج دیں"۔ یہ کہہ کر شیک ہینڈ کیا اور سوار ہو گئے ۔

دفتر کے کمرے میں گئے۔ اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے۔ کہ ایک شخص خوش رُو انگریزی سوٹ زیب تن کئے ہوئے سامنے سے آیا اور بلا اطلاع کے پردہ ہٹا کر اندر آگیا۔ جوان "میں آپ سے دست بستہ معافی چاہتا ہوں۔ کہ بلا اطلاع خلاف دستور اندر آیا۔ گستاخی معاف۔ آپ نے مجھے یاد کیا تھا۔ میں سعید ہوں۔ اپنا کارڈ اس لئے نہیں بھیجا۔ کہ آپ کے کسی نوکر پر ہمارا آنا ظاہر نہ ہو۔ ورنہ کام بگڑ جائیں گے"۔

ہمایوں فر نے مصافحہ کیا۔ اپنے قریب کرسی پر بٹھایا ۔

سعید۔ "پیشتر اس کے کہ آپ کچھ فرمائیں۔ اول اچھی طرح اپنا اطمینان کرلیں کہ کوئی سنتا نہ ہو"۔

ہمایوں فر نے اُٹھ کر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور کہا۔ "کیا آپ ہمارے مقدمہ میں تحقیقات کر رہے ہیں؟ آخر آپ نے کچھ سراغ پایا؟" سعید "جناب گو یہ اصول سراغ رسانی کے خلاف ہے کہ اپنا راز میں آپ کو بتاؤں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا۔ کیونکہ آپ سے معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ فخر قوم شخص کو پریشانی میں رکھنا نہیں چاہتا"۔ ہمایوں فر "یہ آپ کی عین مہربانی ہے"۔ سعید "آپ کا بڑا دشمن آپ کے گھر میں موجود ہے۔ مار آستین"۔ ہمایوں فر "وہ کون ہے؟" سعید "لاڈلے مرزا"۔

ہمایوں فر سر جھکا کر سوچنے لگے ۔

سعید "جناب۔ آپ کے چہرہ سے فکر کے آثار نظر آتے ہیں۔ آپ اس قدر پریشان نہ ہوں۔ میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے کسی راز کو افشاء نہ کروں گا"۔ ہمایوں فر "شائستگی سے" کیا آپ کو ہمارے گھر کا کل حال معلوم ہے"۔ سعید "مارچ کی تیسری تاریخ تھی۔ کہ مسٹر ٹامسن مسٹر برٹن

کے ہاں آئیں۔ انہوں نے مجھے مقرر کیا میں نے صرف اسی قدر کہا تھا۔ کہ ایک شخص لاڈلے مرزا نامی سر ہمایوں فرکی جان کا خواہاں ہے۔ گو وہ بظاہر شریف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں شیطان ہے آخر میں مختلف لباس اور بھیس میں مرزا کو دیکھتا رہا۔ خدمت گار ہو کر تین ہفتے خدمت بھی کی۔ اور چند مشہور خونی بدمعاشوں کو بھی اُن کی صحبت میں دیکھا۔ ایک بدمعاش نے آپ پر گولی چلائی تھی۔ میں نے چوڑی والی بن کر آپ کو آگاہ کیا۔ اس بدمعاش نے بمبئی سے آپ کے مکان میں تار دے کر سب کو تشویش میں ڈالا۔" ہمایوں فر:"کیا وہ بمبئی تک گیا تھا؟" سعید:"جی ہاں بلکہ آپ پر حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن میرے اسسٹنٹ بابو جوگندر ناتھ کی وجہ سے جو ہر وقت سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ کامیاب نہ ہوا۔ مرزا کے ہمراہ ہم نے عابد کو بمبئی روانہ کیا تھا۔ وہ بھی مختلف لباس میں رہا۔ کل شب کو اس کم بخت نورن نامی خادمہ کے ذریعہ جو کوئی سال بھر سے چھوٹے نواب کی بیگم صاحبہ کے ہاں ہے۔ مرزا نے آپ کی لڑکی مہ جبین بیگم کو چرایا ہے۔ اسی نے آگ بھی لگائی تھی موٹر بھی جلائی تھی۔"

ہمایوں فر:"مسٹر سعید! جب آپ کو بہت کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ تو اب آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا۔" یہ کہہ کر اول سے آخر تک اپنا قصہ بیان کیا اور کہا۔"ہماری بیوی روشنک بیگم شائستہ تربیت یافتہ فرشتہ خصال بیگم ہیں۔"

سعید:"سبحان اللہ! شریف زادیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔" ہمایوں فر:"کیا مہ جبین زندہ ہے؟" سعید:"ہاں! زندہ ہے۔ اور انشاء اللہ کل صبح تک آپ کی گود میں ہو گی۔" ہمایوں فر:"شکر ہے۔"

سعید:"جناب! آج بارہ بجے شب کو ایک اور حادثہ ہونے والا ہے۔"

ہمایوں فر:(چونک کر) خدایا تیری پناہ! کہیں وہ اور کسی کو تو نہیں غائب کرنا چاہتا ہے؟" سعید:"جب تک میں زندہ ہوں اس کی کیا مجال۔ لیکن وہ آج آپ کے قتل کی تیاری کر رہا ہے۔ بارہ بجے چوروں کی طرح آئے گا۔ اس کا ایک بھیدی کلن جس نے اپنا نام دامو رکھا ہے۔ آپ کے ہاں سائیس ہے۔ نورن کم بخت

چار دن کی رخصت پر ہے۔ آج آپ چپراسیوں کو کسی بہانے سے رخصت کر دیں۔ دومنزلہ پر صرف گمان سنگھ پیرا رہے۔ اور آپ بیڈ روم میں لیٹے رہیں۔ تاکہ لوگ آپ کو سوتا سمجھیں"۔ ہمایوں فر:"بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا"۔ سعید:"اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ اور جانے سے قبل مجھے اجازت ہو۔ کہ کوٹھی کے سب کمروں کو دیکھ لوں لیڈی صاحبہ تو نہیں ہیں۔ اجازت ہے"۔ ہمایوں فر:"آپ کو اختیار ہے۔ میری بیوی اپنی بھاوج کے ہمراہ مسوری گئی ہیں"۔

سعید نے دس پندرہ منٹ تک چاروں طرف اچھی طرح گھوم گھام کر کمرے کھڑکیاں اور دروازے وغیرہ دیکھے۔ پنسل سے کاغذ پر نقشہ اتارا۔ اور جیب میں کاغذ رکھ کر ہمایوں فر کے پاس آئے اور اجازت چاہی۔ ہمایوں فر نے مصافحہ کیا۔ اور گلے مل کر کہا"مسٹر سعید! میں آپ کا تازیست ممنون احسان رہونگا"۔ سعید:"آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ بلکہ مجھے شکر گذار ہونا چاہئے۔ کہ ایسے شخص جن کو لوگ فخر ہند کہتے ہیں۔ ان کی خدمت کا فخر مجھے حاصل ہوا۔ مجھ کو جس قدر اپنی قسمت پر ناز ہو۔ بجا ہے۔ آپ نے مجھ ناچیز کو محبت سے گلے لگایا۔ یہ مبارک دن عمر بھر نہ بھولوں گا"۔ ہمایوں فر:"مسٹر سعید! آج سے آپ ہمارے حقیقی بھائی ہیں"۔ سعید آداب بجا لاکر رخصت ہوئے۔

خوف ناک رات

رات کا وقت تھا۔ بارہ بج کر دس منٹ گذر چکے تھے۔ دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بازاروں میں سناٹا۔ دکانیں بند تھیں۔ گلیوں میں کتے بھونکنے لگے۔ آسمان پر کالی گھٹا کالی بلا کی طرح چھا گئی۔ اس قدر اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ کبھی کبھی رعد کے گرجنے کی آواز آتی تھی۔ چاروں طرف وحشت برسنے لگی۔ ہمایوں فر خاموش پلنگ پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگے۔ کبھی کبھی کتاب سے نظر اٹھا کر کچھ سوچتے تھے۔ اتنے میں اصطبل سے دامو دبے پاؤں احاطے کی دیوار کے قریب گیا۔ اور چند منٹ میں چار شخص لنگوٹ باندھے۔ سیاہ کپڑا اوڑھے دیوار سے احاطہ

ہیں کود پڑے۔ اور دبے پاؤں دامو کے ہمراہ دومنزلہ پر آگئے+جب بیڈروم کے قریب آگئے۔ تو ہمایوں فر کو پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی۔ مگر وہ ہمت کے ساتھ خاموش رہے بچارون شخص پردہ ہٹا کر اندر آگئے اور ہمایوں فر پر چھرا لے کر جھپٹے لیکن وہ غافل نہ تھے۔ فوراً اٹھ کر لیمپ کو گل کر دیا۔ بدمعاش اندھیرے ہیں کسی کو پہچان نہ سکے۔ ہمایوں فر نے ایک شخص کو گردن سے پکڑ لیا+ ایک منٹ بھی نہیں گذرا تھا۔ کہ کمرے ہیں دس بیس آدمیوں کی چاپ معلوم ہوئی۔ کسی نے دیوار سے جو بٹن لگا ہوا تھا۔ دبا دیا۔ فوراً برقی روشنی سے کمرہ بقعۂ نور ہو گیا+ ہمایوں فر نے دیکھا۔ انسپکٹر سعید ایک سیاہ فام پہلوان کے سینہ پر سوار ہیں۔ گمان سنگھ سے ایک شخص لڑ رہا ہے۔ سعید نے دیکھا۔ ہمایوں فر جمن کو پکڑے ہوئے ہیں۔ بیس سپاہی ہتھیار لگائے کھڑے ہیں۔ سعید" (ہتھکڑی بڑھا کر) مرزا صاحب! تسلیم۔ یہ زیور پہن کر سسرال تشریف لے چلئے" سپاہیوں نے مرزا وغیرہ کی مشکیں کس لیں+ مرزا" او کمبخت مجھے چھوڑ دے۔ میں اپنے دشمن۔ اپنے رقیب۔ کم بخت ہمایوں فر کو قتل کر لوں۔ تو پھر مجھے جو چاہے کرنا" سپاہی" چپ نامعقول زبان سنبھال ورنہ مارے جوتوں کے فرش بنا دوں گا" کوتوال" (تمانچہ لگا کر) چپ! خاموش" ہمایوں فر" کوتوال صاحب بس خبردار۔ ہاتھ نہ لگائیں۔ اب یہ قیدی ہے بیکس پر ہاتھ نہیں چلاتے" سعید" سبحان اللہ! آفریں مرزا صاحب دیکھا آپ نے؟ شرافت اِس کو کہتے ہیں" سعید" کیوں میاں چاندخاں! خوب ملے۔ ہیں نے آپ کی تلاش میں دنیا بھر کو چھان مارا۔ بسم اللہ اب کے پھانسی پاؤ گے"

چاندخاں" او کم بخت سعید! تو یہاں کہاں تھا؟ خیر بچہ سمجھوں گا"

سعید" دوست! جہاں تم وہاں ہیں" گمان سنگھ نے جھک کر ہمایوں فر کو سلام کیا اور کہا "حضور! بندہ کو اجازت ہو۔ میرا چچا بان سنگھ ابھی حاضر ہو گا"

ہمایوں فر" شاید آپ ہی مسٹر جوگندر ناتھ ہیں" گمان سنگھ" ہاں حضور! بندہ کو جوگندر ناتھ کہتے ہیں" ہمایوں فر" (گلے مل کر) مسٹر جوگندر ناتھ میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ کو سخت تکلیف ہوئی" جوگندر" نہیں جناب بلکہ مجھے یہ شرف حاصل ہوا۔

آپ کی خدمت نصیب ہوئی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوگی۔ کہ آپ کی قیمتی جان ان بدمعاشوں کے ہاتھ سے بچ گئی"۔

سعید ہمایوں فر سے رخصت ہو کر گئے۔ اور آدھ گھنٹے بعد مرزا صاحب کے خدمت گار بشیر کے بھیس میں نورن اور مرزا بیگ کو مشکیں کسے ہوئے سپاہیوں کی حراست میں لے کر حاضر ہوئے۔ انسپکٹر کی گود میں خوب صورت جبین تھی جس کو انسپکٹر مرزا بیگ کے گھر سے مع نورن کے لائے تھے۔ ہمایوں فر نے بچی کو گود میں لیا۔ انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ مرزا کو کیا خبر کہ بشیر انسپکٹر ہیں؟
مرزا "ابے بشیر! تو یہاں کہاں"! انسپکٹر "غلام اپنے آقا کی خدمت میں مع نورجہاں بیگم اور مرزا بیگ کے حاضر ہے"۔ مرزا "ارے........" چاند خاں "یہ بشیر نہیں۔ کم بخت انسپکٹر سعید تھا۔ اُف بڑا دھوکا ہوا۔ ورنہ چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔ بچہ خیر!"
انسپکٹر "بہت چوکے۔ صاحب! خیر اب جیل خانہ چلیں سواری حاضر ہے۔ سپاہی۔ کوتوال صاحب اور بندہ جلوس میں چلنے کو تیار رہیں"۔ مجرم رات کو جیل خانے میں گئے۔ صبح کو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس مجسٹریٹ خفیہ پولیس۔ مسٹر برٹن۔ پولیس کمشنر وغیرہ مع مجرموں سپاہیوں کے چھوٹے نواب صاحب کے مکان میں آئے تحقیقات ہونے لگی۔ مرزا صاحب جکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ اندر باہر یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ مرزا گرفتار ہوئے۔ لڑکی مل گئی۔ کھلبلی مچ گئی۔ چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں مس ٹامسن آئیں۔ "روشنک بیگم مبارک ہو۔ وہ بدمعاش گرفتار ہو گیا"۔ روشنک کمال محظوظ تھیں۔ کہ اب ہمایوں فر کو کوئی کھٹکا نہ رہا۔ مریم۔ قمر آرا۔ بہار النساء۔ وغیرہ انتہا سے زیادہ خوش ہوئیں۔

قمر آرا "ہم تو روشنک کی عقل کی تعریف کرتے ہیں۔ کیسے چپکے چپکے مس صاحبہ کے ذریعہ سے کام نکالا"۔ جیٹھی بیگم اور مرزا کی ماں ماتم کرنے لگیں۔ بیگمات کوٹھے پر گئیں۔ اور چلمن سے دیکھنے لگیں۔ مرزا کو لوگ لعنت ملامت کر رہے تھے۔ جوق جوق آدمی جمع ہو گئے۔ چاروں طرف سے ٹوٹے پڑتے تھے۔

ایک تماشائی "استغفر اللہ! یہ کیا لغو حرکت تھی۔ تم کو سوجھی کیا۔ انسان کا خون

کرنا کیا معنے؟ لعنتِ خدا۔ تمہاری صورت سے نفرت ہے۔ شریفوں کے ہاں جنم لیا تھا۔ اور پاجیوں کی سی حرکت!" دوسرا "کسی کو تیرے ساتھ ہمدردی نہیں۔ دور ہو شیطان!" تیسرا "کیوں جی اس وقت تو افعالِ بد کا کمال افسوس ہوا ہوگا؟" چوتھا "خدا کرے پھانسی ہو موذی کو۔ تاکہ اوروں کو عبرت ہو۔ محلہ بھر کو بھون کھایا تھا۔ وہ تو ہم لوگ نواب صاحب کے لحاظ سے خاموش تھے۔"

پانچواں "مرزا بیگ تم کو یہ کیا سوجھی تھی؟ اب گئے چودہ برس کو۔"

مرزا بیگ "(رو کر) بھائی! اس کم بخت نے مجھے خواہ مخواہ پھنسا دیا۔ ورنہ میں بے قصور ہوں۔ اس موذی کی وجہ سے میں بھی جہنم میں گیا۔" ایک "بُری صحبت کا بُرا اثر۔" مرزا "اجی کیوں تم لوگ بک بک کرتے ہو؟"

مرزا بیگ "(کوتوال سے) حضور۔ ذرا ہمارے ہاتھ کھول دیں۔ میں مرزا کو اچھی طرح سزا دے لوں۔ تو پھر آپ کو اختیار ہے۔ مردود نے ہماری زندگی تلخ کر دی!" کوتوال "خاموش رہو۔ تم دونوں سرکاری قیدی ہو!"

ایک شخص "کیوں ری کٹنا نورن۔ تیرے ہتھکنڈے اب معلوم ہوئے۔ اب کیسی بھیگی بلی بنی کھڑی ہے۔ نمک حرام!" کوتوال "جناب یہ ہی تو سارے فساد کی بانی ہے۔ چڑیل!" نورن "میرے منہ نہ لگنا۔ موئے۔ تجھ پر گاج پڑے۔ تیری آنکھیں پھوٹ جائیں۔ کیڑے چلیں!" کوتوال "چپ! خاموش! خبردار جو آواز نکالی۔ اور اوپر سے غراتی ہے۔ حرامزادی۔ تو چل تو حوالات میں۔ ساری شیخی نکل جائے گی۔ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ عورت کیا شیطان کی خالہ ہے۔ چھالہ دیونی!" نورن "تیری اماں بہنا ہوگی۔ موا درگور۔ تجھے موت آئے!"

کوتوال "کوس کوس۔ گالیاں دے۔ مگر گئی اب چودہ برس کے لئے۔"

اتنے میں نقی مرزا آئے۔ ہمایوں فر اور نواب صاحب کے آگے ہاتھ جوڑے اور کہا "لاڈلے کو چھوڑ دو۔" ہمایوں فر نے کہا "جناب آپ کی حالت قابلِ رحم ہے لیکن مرزا کی خلاصی میرے امکان میں نہیں ہے۔ وہ سرکاری

مجرم ہے ۔"

الغرض مقدمہ سیشن سپرد ہوا۔ عدالت کے کمرے میں مجمع کثیر تھا۔ مسٹر سعید اور جوگندر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ مسٹر برٹن بھی تھے۔ مسٹر سعید نے چھوٹے نواب کا پستول اور مرزا کی تصویر مع چاندخاں وغیرہ کے باہم مشورہ کرتے ہوئے اور بی نورن کی تصویر مرزا بیگ کے گھر میں لڑکی کو لئے ہوئے داخل کی۔ چاندخاں کو پھانسی اور باقی مجرموں کو قید سخت کی سزا ہوئی۔ جمّن پرانا چور اور جعل ساز تھا۔ اس کو اور لاڈلے مرزا کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ملی۔ نورن چودہ برس کو گئی۔ ہمایوں فر اور میم صاحبہ نے مسٹر برٹن کو ڈنر دیا۔ اور جڑاؤ گھڑی مع چین کے بطور تحفہ دی۔ چونکہ مسٹر سعید اور مسٹر جوگندر بھی مدعو تھے لہذا دونوں کو جڑاؤ گھڑیاں نذر کیں اور پانچ ہزار روپیہ انعام داخل کیا۔ روشنک نے مس کے ذریعہ حسب وعدہ انعام دیا۔ مسٹر سعید اور مسٹر جوگندر کو خان بہادر اور رائے بہادر کے خطابات عطا ہوئے۔ اس واقعہ کے دوسرے مہینے مسٹر سعید کی نسبت ہمایوں فر نے حامد کی بہن مہرالنساء سے کی۔ برادری کے لوگ غیر خاندان میں کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہمایوں فر کی رائے سے اشرف علی اور حامد نے اتفاق کرلیا۔ اور کہا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ غیر کفو رشتہ دار ناخلف سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ مسٹر سعید ایک ڈپٹی مجسٹریٹ کے لڑکے ہیں۔ لندن کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ہمایوں فر کی خالہ کے لڑکے سے نسبت تھی۔ لیکن لڑکا صرف انٹرنس تک پڑھا تھا۔ اشرف علی کی بہن نے ہرچند ضد کی لیکن اشرف علی نے انکار کردیا۔ اور کہا مہرالنساء تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔ مس ٹامسن نے اس کو اچھی تعلیم دی ہے۔ وہ انٹرنس پاس کئے ہوئے سے اچھی لیاقت رکھتی ہے۔ روشنک کو یہ نسبت پسند تھی۔ مہرالنساء۔ مریم۔ روشنک ہم سن سہیلیاں تھیں۔ تینوں میں از حد محبت تھی۔ روشنک نے اسطرح مہرالنساء کی رائے لی۔

روشنک :۔ (سعید کا فوٹو دکھا کر) مجھے تو بیہودہ رسم اور بے جا شرم اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ مہرالنساء تمہاری نسبت کئی جگہ سے آئی ہے۔ رفیق سے بچپن

کی نسبت لگی ہوئی ہے لیکن وہ لڑکا تعلیم یافتہ نہیں۔ تمہارے بھائی کے دوست مسٹر سعید۔ بی۔اے ہیں۔ انہوں نے فن سراغ رسانی ایک سال لندن ایک سال فرانس میں سیکھا ہے۔ میرٹھ کے رہنے والے ہیں۔ تنخواہ ایلاؤنس ملا کر سات آٹھ سو پاتے ہیں۔ ایک مکان ہے پچیس ہزار نقد ہے۔ بھائی بہن والدین کوئی بھی زندہ نہیں ہیں۔ مزاج کے بہت اچھے۔ گورنمنٹ ان کی خدمات سے خوش ہے اور بے مثل سُراغ رساں ہیں۔ خان بہادر کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ آیندہ ترقی کی اُمید ہے۔ صورت شکل تم اس روز خود دیکھ چکی ہو جس روز مرزا گرفتار ہوئے تھے۔ اور اُن کی تعریف بھی کر لی تھیں۔ اور وہ ہیں بھی تعریف کے قابل۔ یہ اُن کا فوٹو ہے۔ اگر دوبارہ دیکھنا چاہو۔ تو میں کسی بہانہ سے تمہارے بھائی سے کہہ کر ان کو بلاؤں۔ سب کو یہ نسبت پسند ہے۔ سوائے پُرانی بڑی بڑھیوں کے"۔

مہرالنساء اول تو خاموش رہیں۔ جب روشنک نے مجبور کیا۔ تو پنسل سے لکھ کر یہ پرچہ حوالہ کیا۔ "پیاری بھابی جان! میری بھی وہی رائے ہے۔ جو آپ کی اور کُل بزرگوں کی ہے۔ جاہل ان پڑھ سے خدا کسی تعلیم یافتہ لڑکی کا پالا نہ ڈالے"۔

آپ کی مہرالنساء

تاریخ مقرر ہوگئی اور ہمایوں فر کے اصرار سے شرعی طور پر نکاح ہوا۔ شادی میں میم صاحب بھی شریک تھیں۔ اسی روز عالیہ بیگم نے روشنک کی بے حد منت اور اصرار سے میم صاحب سے ملاقات کی۔ بہارالنساء نے بھاوج کو دیکھا۔ میم صاحب نہایت خوش ہوئیں۔ کہ ساس کا تعصب ٹوٹا۔ مہرالنساء اپنے شوہر کے ہمراہ ان کے بنگلہ پر رہنے لگیں۔ دونوں میاں بیوی تعلیم یافتہ دونوں میں از حد محبت و الفت ہوئی۔

ہمت کے آگے فتح ہے

دس بجے کا وقت ہے۔ گرمی کا موسم ہے۔ نواب صاحب کے محل میں برقی

پنکھا چل رہا ہے۔ دروازوں پر خس کی ٹٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ میز کے قریب روشنک بیگم سر جھکائے کچھ لکھ رہی ہیں مِس ٹامسن ایک کرسی پر اور اُن کے داہنی طرف دو لیڈیاں ایک پادری صاحب کی مِس۔ دوسری اسکول انسپکٹریس بیٹھی ہیں آج امتحان کا دن ہے۔ یہ دونوں گارڈ مقرر ہوئی ہیں۔ روشنک بیگم انٹرنس کا امتحان دے رہی ہیں مِس للی "بیگم صاحب! ہمت کے آگے فتح ہے۔ آپ نے بہت جلد محنت اور کوشش سے تعلیم حاصل کی۔ میں آپ کو گریجو ایٹ دیکھنا چاہتی ہوں" مِس ٹامسن "یہ مسلمان شریف خاندان کی پہلی لڑکی ہے جس نے انگریزی کی تعلیم اس قدر حاصل کی" انسپکٹریس "میں بیگم صاحب سے مل کر نہایت خوش ہوئی۔ اور انہیں مبارک باد دیتی ہوں۔ ہر شریف زادی کو اسی طرح ہمت اور کوشش کرنی چاہیئے" مِس ٹامسن "میری شاگرد صرف انگریزی ہی نہیں۔ بلکہ عربی فارسی اور ناگری بھی اچھی طرح جانتی ہے۔ ہم نے ایسی ذہین لڑکی ہندوستان بھر میں نہیں دیکھی" مِس للی "بے شک! ہر ایک لڑکی کو بیگم صاحب کی تقلید کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا ہو۔ تو میں اُمید کرتی ہوں ہندوستان کی مستورات کے نام سے ان پڑھ جاہل کا لفظ مِٹ جائے"

مِس ٹامسن "روشنک بیگم سے مجھے بہت کچھ امید ہے"

اتنے میں روشنک بیگم نے کاغذات پیش کئے اور اپنی خادمہ کی طرف دیکھا جو ادب سے کچھ فاصلہ پر منتظر حکم کھڑی تھی+ اشارہ پاتے ہی فوراً چاندی کی کشتی میں چار گلاس شیشہ کے فالسہ کا شربت اس میں برف پڑی ہوئی۔ اور چاندی کی تشتریوں میں بالائی کی قلفی اور کچھ تازے تازے پھل لے کر حاضر ہوئی + روشنک نے خود گلاس پیش کئے + مہمانوں نے بڑے شوق سے شربت پیا۔ اور کسی نے قلفی کسی نے پھل کھائے۔ انسپکٹریس "یہ شربت مجھے نہایت پسند ہے"

کچھ دیر بیٹھ کر دونوں مسیں شیک ہینڈ کرتی ہوئی رخصت ہوئیں۔ اُن کے بعد مس ٹامسن گئیں اور ایک بیگم مع جانی بیگم کے اندر آئیں + جانی بیگم "ان

میموں کی وجہ سے مجھے قمر آرا بہن نے روک رکھا تھا۔ کہ ابھی نہ جاؤ۔ روشنک امتحان کے کاغذات لکھ رہی ہیں"۔ روشنک"۔ ہاں آج آخیر روز تھا۔ خدا کرے میری محنت ٹھکانے لگے۔ اور میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔ مجھے ہر وقت فکر رہتا ہے"۔ جانی بیگم "۔ تم بھی غضب کرتی ہو بہن۔ اب کیا ساری عمر پڑھتی رہو گی؟ شادی ہو گئی۔ ماشاءاللہ صاحب اولاد ہو۔ بہن بچپن سے پڑھتی ہو۔ لیکن تم کو سیری نہ ہوئی"۔ روشنک"۔ علم کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر ساری عمر انسان پڑھنے میں صرف کر دے۔ تو بھی دریائے علم کی تہ کو نہ پہنچے"۔ عالم آرا بیگم"۔ ان میموں سے خوب گٹ پٹ گٹ پٹ باتیں کر رہی تھیں۔ اب تو ہمایوں فر نے تم کو میم صاحب بنا لیا۔ بہن کسی دن گون بھی پہنو گی۔ سر پر ٹوکرا دھرو گی۔ آخر اس قدر پڑھ کر کرو گی کیا؟" روشنک"۔ اہل اسلام میں تعلیم نسواں کا خوب رواج تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگ کاہل ہو گئے۔ اور تعلیم نسواں کا بالکل خیال نہ رہا۔ اب یہ کیفیت ہے۔ کہ شرفا کی بہو بیٹیاں ان پڑھ جاہل ہیں اور نیچ اقوام کی عورتیں مدرسوں اسکولوں میں پڑھ رہی ہیں۔ علم بڑی دولت ہے۔ اگر عورت تعلیم یافتہ ہو گی۔ تو بچوں کو اخلاق سکھلائے گی۔ گھر کا انتظام کفایت شعاری کے ساتھ کرے گی۔ دنیا کے نیک و بد سے واقف ہو گی۔ گو میری شادی ہو گئی ہے۔ لیکن مجھے اکثر فرصت رہتی ہے۔ میں نے اپنے وقت کو بیکار ضائع نہ ہونے دیا۔ اور دل کو لگا کر ہمت شروع کی۔ دو سال کی محنت کا یہ نتیجہ ہے۔ اگر خدا مجھے کامیاب کرے"۔ جانی بیگم"۔ تم تو گنوا پنے سے میم کے پاس پڑھتی تھیں"۔ روشنک"۔ ہاں ابا جان نے پڑھایا تھا"۔

دوسرے مہینے امتحان کا نتیجہ معلوم ہوا۔ روشنک بیگم اول درجہ میں پاس ہوئیں۔ اخباروں میں بڑی تعریفیں چھپیں۔ ایک اخبار ہاتھ میں لیکر ہمایوں فر اندر آئے جس کا مضمون یہ تھا۔

"آج ہم بڑے فخر کے ساتھ روشنک بیگم صاحبہ دختر نواب جعفر مرحوم کو مبارکباد دیتے ہیں جنھوں نے انٹرنس کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا ہے۔

اور اپنے گھر کی چار دیواری میں تعلیم پائی ہے + نواب صاحب مرحوم نے عربی۔ فارسی۔ ناگری کی بھی عمدہ تعلیم دی ہے۔ اور آج انہوں نے تہذیب کی پہلی منزل میں قدم رکھا ہے۔ خدا کرے بیگم صاحبہ کی تقلید گھر گھر ہو۔ اور ہماری ہندوستانی خاتونیں زیور علم سے مزین ہو کر نیک نام حاصل کریں۔ اگر ایسا ہو تو مستورات کے نام سے ناقص العقل جاہل اور ان پڑھ کا خطاب مٹ جائے۔ افسوس ہمارے ہندی بھائی اس امر کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ اور تعلیم نسواں کو ترقی نہیں دیتے۔ اپنی لڑکیوں کو محض جاہل ان پڑھ رکھتے ہیں۔ یہ لڑکی جس نے اپنا نام یوں کیا محض جاہل اور گم نام رہتی۔ اگر ہمارے معزز رئیس اعظم نواب بہادر جعفر صاحب مرحوم اس رشتہ تعصب کو نہ توڑتے اور اپنی اکلوتی بیٹی کی تعلیم اس عنوان شایستہ سے نہ کرتے + خدا کرے ہر شخص ان کی تقلید کرے۔ آمین"

ہمایوں فر" واہ واہ شاباش۔ تم نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔ ہماری تو باچھیں کھل گئیں۔ خدا کرے تعلیم نسواں ہمارے ملک میں روز بروز ترقی پائے۔ اور ہر ایک لڑکی کو شوق پیدا ہو۔ کسی قدر تو ضرور پڑھا جائے۔ تعلیم یافتہ بیوی سے بڑھ کر نعمت نہیں۔ میں بڑا ہی خوش قسمت ہوں" روشنک" آپ کے صدقے سے میری شہرت ہوئی۔ ورنہ میری کیا حقیقت ہے" ہمایوں فر" میں نے اکثر اردو۔ فارسی انگریزی اخباروں میں تمہارے مضمون پڑھے ہیں۔ چشم بد دور کیا طبع کی رسائی ہے۔ فرط خوشی سے دل باغ باغ ہو گیا"

الغرض نئی روشنی والے نوجوان تو بہت خوش ہوئے۔ کہ ایک معزز خاندان کی امیر زادی نے گھر بیٹھے انگریزی علم حاصل کیا۔ عربی۔ فارسی میں نام پیدا کیا۔ ہر طرف واہ واہ ہونے لگی + روشنک۔ قمر آرا۔ مریم۔ مہر النساء وغیرہ سب خوش تھیں۔ پرانے فیشن کے بزرگ بہت بگڑے +

ہمایوں فر گئے تو چند سہیلیاں آئیں +

ایک" لو بہن! تم نے بڑا نام پیدا کیا۔ اگر فرصت ہو تو ہم بھی آیا کریں۔ ہم کو بھی کچھ لکھنا پڑھنا سکھاؤ۔ تو احسان ہو" روشنک" کیوں نہیں۔ جو کچھ مجھے آتا ہے۔

میں حاضر ہوں میری دلی خواہش ہے۔ کہ کسی طرح تعلیم نسواں کا رواج ہو۔"
گلشن آرا:" خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کی ایسی لڑکی ہو۔ اور خوش قسمت ہیں وہ ساس سسرے جن کی ایسی بہو ہو۔" سلطانہ بیگم:" مکھڑا رشک ہلال عید۔ حسن دیدہ نہ شنیدہ۔ اور سیرت تو ایسی خدا نے عطا کی ہے۔ کہ قدم چومنے کو جی چاہتا ہے۔ اے کاش ایسی ہی نیک اور تعلیم یافتہ بیگمیں اس ملک میں اَور بھی ہوں تو واہ واہ!"
جانی بیگم:" عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ ناگری میں تو کامل تھیں ہی اب انگریزی میں بھی برق ہو گئیں۔ انہوں نے مصوری بھی سیکھی ہے۔ روشنک کا حسن خداداد ہے۔ اس پر طرہ یہ ہوا۔ کہ اعلیٰ تعلیم پائی۔ میاں بیوی دونوں کے خیالات پاکیزہ۔ دل نیک۔ ملنسار۔ بہن روشنک کی صحبت میں ایک دم بھی بیٹھے۔ تو اس کا جی خوش ہو جائے۔ دوسرے ان کا اخلاق سلیقہ۔ دیکھ دیکھ کر عش عش کرنے لگے۔ میرا تو گھر میں جی ہی نہیں لگتا۔ دوسرے تیسرے روز حاضر ہوتی ہوں۔"
قمر آرا:" مطالعہ کتب کا ازبس شوق ہے ان کو۔" جمیلہ بیگم:" (آہستہ سے) بہن! میں اپنے اعلیٰ تعلیم یافتہ شوہر کے لئے ایک ناقابل برداشت بارعظیم ہوں۔"
گلشن آرا۔ اَور کیا۔ ہر وقت بےچاری کو اَن پڑھ جاہل کہتے ہیں جب سے شادی ہوئی۔ یہ گھل کر کانٹا ہو گئی۔" روشنک:" کیوں بہن! خیر تو ہے؟" جمیلہ بیگم:" کیا بتاؤں بہن! میں تو موت کی تمنا کرتی ہوں۔ خدا کرے کہ میرا جلتا ہوا چراغ عمر بجھ جائے زندگی تلخ ہو گئی۔ وہ ہوئے۔ ولایت کے تعلیم یافتہ بیرسٹر اور میں ہوئی جاہل۔ مورکھ ناحق والدین نے ہماری مٹی پلید کر دی۔" روشنک:" بہن حوصلہ کرو ہمت کے آگے فتح ہے۔ اگر تم کوشش کرو۔ تو اب بھی تعلیم ممکن ہے۔" گلشن آرا:" یہ بڑھیا ڈھونگ کیا پڑھیں گی۔ اب کیا ان کے پڑھنے کی عمر ہے؟" روشنک:" کیوں نہیں شوق اور محنت شرط ہے۔ عمر چاہے جس قدر ہو۔ یورپ میں زن و مرد آخر عمر تک علم سیکھتے ہیں اور اسی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں جب آتے ہیں۔ ہماری زبان سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شوق بڑھانے کے واسطے سرکار سے انعام مقرر ہے۔"
جمیلہ بیگم:" (آب دیدہ ہو کر) کیا میں ایا کر دں؟ مجھے لکھنا پڑھنا آجائے گا؟"

روشنک" ضرور! بلکہ چھ مہینے میں اردو لکھنا پڑھنا بخوبی آجائے گا" جمیلہ بیگم" (آنسو
پونچھ کر) میں کل سے ضرور آؤں گی۔ بلکہ ان کے قدموں پر گر کر التجا کروں گی کہ مجھے
آپ کی خدمت میں چھ مہینے رہنے کی اجازت دیں" گلشن آرا" میں بھی تمہارے
میاں سے کہوں گی" جانی بیگم" تمہارے تو چچا زاد بھائی ہوتے ہیں۔ ضرور سفارش
کرنا۔ بے چاری کا گھر بس جائے" روشنک" جمیلہ بہن دل کو شگفتہ رکھو۔ صبر کرو
رونے دھونے سے کیا ہوتا ہے۔ بے شک اگر میاں بیوی میں اتفاق نہ ہو۔ تو دنیا
جہنم ہے۔ ہر عورت کی یہی خواہش ہے۔ کہ میرا شوہر محبت کرنے والا ہو۔ میرا عاشق
زار ہو۔ میری قدر کرے۔ مگر کیا سب کی آرزو پوری ہوتی ہے؟ نہیں! بیوی کو مناسب
ہے۔ کہ رنج کو دل میں جگہ نہ دے۔ صبر و استقلال سے کام لے۔ سیوا کرے گی میوہ
پائے گی + محنت کے بعد راحت اور تکلیف کے بعد آرام مشہور بات ہے۔ دنیا مقام
امتحان ہے۔ سونے کی کسوٹی پتھر ہے۔ اور آدمی کی کسوٹی دنیا۔ جو کھرا اور پورا اترا۔
بازار حشر میں پہلے اسی کا سودا ہے + تم نے سنا ہوگا کھوٹے سونے کو سنار آگ میں
تپاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو بھی اللہ تعالے رنج و غم میں ڈال کر آزماتا ہے۔
جس نے صبر و شکر سے کام لیا۔ اس کو خدا کی طرف سے اچھا صلہ ملے گا۔ بہن شوہر
کا درجہ بڑا ہے اور شوہر سا رفیق کوئی نہیں۔ اپنے نفس کو مارنا چاہیئے۔ اور نفس کو
نفس نہ سمجھنا چاہیئے + اور نہ مزاج کو مزاج سمجھے۔ غرور اور مزاج داری۔ آن بان
غصہ۔ شوخی۔ زبان درازی ان میں سے ایک کو بھی منہ لگانا چاہیئے۔ بلکہ عاجزی
خاکساری۔ بُردباری۔ تحمل۔ خلق اور قناعت کی عادت ڈالنا مناسب ہے۔
شوہر کو اپنا کرنا دشوار ضرور ہے۔ لیکن بہن انسان اگر کوشش کرے۔ تو سب کچھ
ممکن ہے۔ عقل اور ہمت سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔ عاجزی
انکسار۔ فرمانبرداری۔ اطاعت شیریں زبانی۔ نیک نیتی۔ وہ چیزیں ہیں۔ کہ دشمن
بھی محبت کا دم بھرنے لگے۔ اور شوہر تو آخر شوہر ہی ہے۔ وہ بھی انسان ہے۔ اگر
پتھر کا دل بھی رکھتا ہوگا پھر بھی ان باتوں سے مطیع ہو جائے گا۔ مثل مشہور ہے
زبان شیریں ملک گیری۔ بہن! دل اپنا ہے اپنے اختیار میں ہے۔ اس پر جبر کرنا اور

شوہر کی مرضی پر چلنا چاہئے۔ چاہے شاق گذرے۔ چاہے گراں۔ دنیا چند روزہ ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں۔ برداشت کرنا شرط ہے۔ اپنے کو غم کی پتلی بنا کر گھلانا نہیں چاہئے۔ خواہ مخواہ جان دینے سے فائدہ؟ دنیا چیز ہی کیا ہے۔ یوں ہی گذر جائے گی۔ لیکن میں تمہاری تعریف کرتی ہوں۔ شاباش۔ خدا ہر بہن کو تمہارا سا شوق بخشے۔ تم نے شوہر کو خوش کرنے کے واسطے لکھنے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ پیاری بہن! علم عجب چیز ہے۔ ہر ایک عورت کے لئے امور خانہ داری اور تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ انسان ماں کے پیٹ سے سیکھ کر تو آتا نہیں ہر چیز کوشش اور محنت سے آسکتی ہے۔ انسان میں دوسرے سے میل جول پیدا کرنے سے اور شائستہ قوموں سے ملنے سے عمدہ باتیں خود بخود آجاتی ہیں۔ مثل مشہور ہے خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے لیکن ہم لوگوں کو یہ بات بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ تعصب کی وجہ سے غیر قوموں کی لیڈیوں سے ملنا نصیب نہیں۔ سوائے چند رشتہ داروں کے ہماری آمد و رفت کہیں نہیں۔ شکر ہے کہ آج کل کسی قدر تعلیم نسواں کا چرچا ہو چلا ہے۔ زنانہ اخبار اور اچھی اچھی کتابیں نکلتی ہیں۔ ہم کو مناسب ہے۔ کہ اخباروں اور کتابوں ہی سے تہذیب اور شائستگی سیکھیں بغیر تعلیم کے زندگی بے لطف ہے۔ خانہ داری اور کاروبار دنیوی میں ایک نہیں ہزاروں سینکڑوں الجھاؤ واقع ہوتے ہیں۔ جن کا سلجھانا بغیر تمیز اور علم کے دشوار ہو جاتا ہے۔"

جانی بیگم "بہن تم تو بعض وقت تقریر کرتے ہوئے نقل کو اصل کر دکھاتی ہو۔ اور بات بات پر ایک نہ ایک پند نصیحت سناتی ہو۔ تمہاری باتیں موتیوں میں تولنے کے قابل ہوتی ہیں۔ جب ہی تو میم صاحب کے ہوتے ہوئے ہمایوں فرتمہارے مطیع ہیں۔ ورنہ جس شخص کی پری پیکر یورپین بیوی موجود ہو۔ وہ دوسری بیوی کا اس قدر مطیع ہو۔" شمس النساء "آور کیا۔ جس شخص کا دل کبھی ایک کا پھر دوسرے کا ہو جانے والا بنا ہو۔ اس سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ بے شک عقل علم اور تمہاری لیاقت تھی۔ کہ تم نے میاں کو فرمانبردار بنالیا۔" روشنک "نہیں بہن! یہ اُن کی

لیاقت اور شرافت اخلاق ہے۔ ہیں جس قدر ان کی اطاعت و فرمانبرداری کروں اور قدم دھو دھو کر پیوں۔ اسی قدر بجا ہے۔ ہیں تو بخوشی میم صاحبہ کی بھی خدمت لونڈی کی طرح کرنا چاہتی ہوں۔ اور مجھے ان سے دلی محبت ہے "

الغرض دوسرے روز سے جمیلہ بیگم پڑھنے لگیں۔ اور چند لڑکیاں جہاں آرا اور بہار النساء کی لڑکیاں روشنک بیگم کے پاس پڑھنے لگیں۔ اکثر بیگمات روشنک بیگم کے پاس آنے لگیں۔ انہوں نے مجبور سب کے اصرار سے مہینہ میں دو مرتبہ تعلیم نسواں کے بارہ میں اور پند و نصیحت مثل نماز روزہ۔ امور خانہ داری اطاعت شوہر۔ ساس نندوں سے اتفاق۔ اخلاق۔ گھر کی صفائی۔ علم و ہنر۔ تربیت اولاد ان کی پرورش۔ حفظان صحت پیغمبروں۔ اولیاؤں کے حالات وغیرہ وغیرہ پر لکچر اور وعظ سنانے لگیں۔ تمام شہر کی امیرزادیاں۔ رئیس زادیاں۔ نواب صاحب کے ہاں جمع ہونے لگیں۔ روشنک بیگم گھر گھر مشہور ہو گئیں۔ روشنک بیگم کو یہ اچھا شغل ہاتھ آیا۔ جمیلہ بیگم نے دل لگا کر محنت کی اور روشنک بیگم نے کوشش کی۔ باتوں ہی باتوں میں بہت کچھ تعلیم کی۔ اول اردو شروع کرائی۔ چھ مہینے کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ جمیلہ بیگم اور دوسری لڑکیوں نے بخوبی اردو لکھنا پڑھنا حساب جغرافیہ سیکھ لیا۔ ہر روز روشنک بیگم دو گھنٹے زبانی تاریخ جغرافیہ وغیرہ بتاتیں۔ ساتویں مہینے قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ اور انگریزی بھی شروع کرائی +

ڈنر

جنوری کا مہینہ ہے اور سردی کا موسم۔ مسٹر ہمایوں فرائیبی عالی شان کوٹھی کے زینہ پر کھڑے ہیں۔ سیاہ رنگ کا سوٹ۔ ویسکوٹ کی جیب سے جڑاؤ چین نمودار۔ گلے میں نیکٹائی نیکٹائی پر پن۔ اور پن پر چمکتا ہوا ہیرے کا نگ۔ کرمک شب تاب کی مانند چمک رہا تھا۔ سوٹ کے بٹن میں ایک گلاب کا پھول۔ سر پر ٹوپی نہ تھی۔ برش کئے ہوئے سیاہ بال۔ گوری بلند چمک دار پیشانی پر بہت ہی بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ قریب مسز ہمایوں قیمتی گلابی گون۔ اس پر لیس

اور ریشم کے بیل بوٹے کڑھے ہوئے۔ گلے میں موتیوں کی لڑی۔ خوبصورت چہرہ بجلی کی روشنی میں مانند آفتاب چمک رہی تھی۔ دونوں میاں بیوی زینہ پر مہمانوں کے استقبال کو کھڑے تھے۔ نرس کی گود میں ایک تین ماہ کی خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام بلقیس تھا۔ اتنے میں ظفر ماں کے پاس دوڑا آیا تو بیگم صاحبہ نے اپنا نازک گورا ہاتھ جس پر بہت ہی بیش قیمت ہیرے کی انگشتری چمکتی ہوئی نہایت خوب صورت معلوم ہو رہی تھی۔ اس کی طرف بڑھایا۔ اور پیار سے کہنے لگیں بیگم صاحب "پیارے ظفر تم کہاں گئے تھے۔ تمہارے ابا تم کو ڈھونڈتے رہے۔ دیکھو آج ہمارے یہاں مہمان آنے والے ہیں۔ تم ادب سے ایک طرف کھیلو۔ ورنہ لوگ کہیں گے۔ کہ تم بڑے شریر ہو" ظفر " (بھولے پن سے) "اماں جان! میں شرارت تو نہیں کرتا" بیگم صاحب "تم کتے کے ساتھ کھیلتے تھے کیا یہ سچ ہے؟" ظفر " ہاں اماں جان سچ ہے میں اور چارلی (ایک ہمسائی کا لڑکا) کھیلتے تھے کتے کو میں نے گود میں نہیں لیا۔ چارلی نے لیا تھا" بیگم صاحب " (پیار کرکے) نہیں میرے پیارے بچے تم کتے کے ساتھ نہ کھیلنا۔ تمہارے ابا جان ناراض ہوں گے۔ کتے کے ناخون میں زہر ہوتا ہے۔ اس کو نہیں چھوتے" ظفر " اب نہ چھوؤں گا۔ اماں جان میں اپنی چھوٹی بہن بلقیس کے ساتھ کھیلوں گا" بیگم صاحب " ہاں تم کھیلو گے لیکن میرے پیارے! ابھی یہ تو بالکل ننھی سی ہے"

اتنے میں ایک فٹن گڑگڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔ اور زینہ کے قریب ٹھہر گئی ہمایوں فرا اور مسز ہمایوں فر نے پیشوائی کی۔ دو یورپین لیڈیاں اتریں شیک ہینڈ کیا ہال میں داخل ہوئے۔ ہال بقعۂ نور معلوم ہوتا تھا۔ یکے بعد دیگرے مہمانوں کی آمد شروع ہوئی۔ اور آدھے گھنٹے کے اندر کوئی سو مہمان جمع ہو گئے۔ ہمایوں فر کی لیاقت اور قابلیت اس درجہ اعلیٰ تھی۔ کہ لیڈیاں اور جنٹلمین ان کو دم بھر کو نہ چھوڑتے تھے۔ بڑی خوشی کے ساتھ ملتے تھے۔ اور ان کی محبت۔ اخلاق اور گفتگو سے خوش ہوتے تھے۔ وہ انگریزی طرز معاشرت اور طریق ادب سے خوب واقف تھے۔ اور خوش رو۔ خوب صورت۔ جامہ زیب۔ صبیح

وسفید یورپین لوگوں میں اجنبیت نہیں پائی جاتی تھی۔ گورنر جنرل بہادر اُن کو بہت چاہتے تھے۔ اور ان کی خدمت سے نہایت خوش تھے۔ آج ہمایوں فرنے گورنر جنرل بہادر کو رخصتی ڈنر دیا تھا۔ کیوں کہ حضور نواب وائسرائے بہادر لندن تشریف لے جا رہے تھے + اتنے میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ اور سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے + دم کے دم میں حضور وائسرائے بہادر کی چوکڑی مع فوج کے داخل ہوئی۔ سرہمایوں فر ان کی بیوی اور مہمانوں نے ادب سے تعظیم کی۔ وائسرائے بہادر نے نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا۔ اور اندر تشریف لائے چند لیڈیوں نے پیانو بجایا۔ احاطہ میں بینڈ باجے اور کئی قسم کے انگریزی باجے بج رہے تھے۔ آتش بازی کا تماشہ ہوا۔ بائیسکوپ دکھایا گیا۔ معزز ہندو اور مسلمان رئیس بھی آئے تھے۔ لیکن وہ لوگ صرف پارٹی میں شریک ہوئے۔ ایڈریس دیا گیا۔ سب نے مہربان وائسرائے کی جُدائی پر افسوس ظاہر کیا ہمایوں فرنے ایڈریس پڑھا ہندوستانی معزز مہمان تو چائے پھل مٹھائی کھا کر رخصت ہوئے۔ ہمایوں فر۔ حامد اور غضنفر نے خود سب کو عطر پان دیا۔ چند معزز راجہ اور نواب کھانے میں شریک ہوئے جن کو حضور وائسرائے بہادر کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل تھا۔ باقی رخصت ہوئے + کھانے کا میز چاندی سونے کے قیمتی برتنوں کے بوجھ سے دبا جاتا تھا۔ ڈنر کے بعد حضور وائسرائے بہادر کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔ لیڈی صاحبہ کے گلے میں پھولوں کا ہار مع جڑاؤ قیمتی ہار کے مسز ہمایوں فرنے انڈین لیڈیوں کی طرف سے پہنایا۔ فوجی گوروں کو چائے ناشتہ دیا۔ الغرض سب رخصت ہوئے +

سفر

مارچ کا مہینہ تھا۔ سرہمایوں فر اپنی یورپین بیوی کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جمنا کے کنارے ہوا کھانے گئے تھے۔ کسی قدر آفتاب نکل آیا تھا۔ کہ دونوں میاں بیوی گھوڑے دوڑاتے ہوئے پھاٹک کے اندر داخل ہوئے۔ تو مسٹر مائیکل کو افسردہ خاطر ٹہلتے ہوئے پایا + ہمایوں فر "پیارے دوست خیر تو ہے۔ تمہارے چہرہ سے فکر

کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔" مائیکل "اگر آؤ تو ہیں بیان کر دوں۔ تم بھی ہماری فکر میں شامل ہو۔"

ہمایوں فر نے بیوی کو ہاتھ پکڑ کر گھوڑے سے اُتار۔ گھوڑا سائیس کے حوالے کیا۔ اور جلدی سے مائیکل کے قریب کرسی کھینچ کر دونوں بیٹھ گئے۔ میری سخت پریشانی کی حالت میں بھائی کی طرف دیکھنے لگی۔ مائیکل "(جیب سے سُرخ لفافہ نکال کر) لو میرے پیارے دوست۔ یہ تار اماں جان نے بھیجا ہے" ہمایوں فر نے بآواز بلند پڑھا:۔

"تمہارے ابا جان بیمار ہیں۔ تم لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں تم مع ہمایوں فر اور میری کے روانہ ہو جاؤ۔ اگر رخصت ملے۔ ورنہ عالم مجبوری ہے بیماری نے طول کھینچا ہے۔"

میری کرسی پر بیٹھ گئی رومال منہ پر رکھ کر رونے لگی۔ ہمایوں فر "میری! استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔" میری "میرے پیارے شوہر مجھے ابھی جانے کی اجازت دو۔ خدا جانے ابا جان سے ملاقات ہو گی یا نہیں۔ اس ہفتہ کے خط میں تو انھوں نے خود اپنی حالت لکھی تھی طبیعت سنبھل گئی تھی۔"

ہمایوں فر "خدا پر بھروسہ رکھو۔ انسان مجبور ہے۔ گھبراؤ نہیں میں آج ہی رخصت کی درخواست کرتا ہوں۔ ورنہ تم مسٹر مائیکل کے ہمراہ روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔" مائیکل "بمبئی سے میل آج کے چوتھے روز روانہ ہو گی۔ اگر تمہاری رخصت منظور ہو گئی۔ تو سب ساتھ ہی جائیں گے۔"

ہمایوں فر نے فوراً درخواست کی۔ بیوی کو سمجھایا۔ نواب صاحب کے یہاں گئے کیونکہ وہ آج ہی حاجی محمد یعقوب صاحب رئیس سکینہ بیگم کے شوہر کے ہمراہ مکہ معظمہ روانہ ہونے والے تھے۔ ہمایوں فر غضنفر اور حامد وغیرہ اسٹیشن تک گئے۔ نواب صاحب نے سب کو گلے لگایا اور مع دس پندرہ مصاحب نوکر اور خدمت گار کے روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن سے ہمایوں فر۔ روشنک کی طرف آئے۔ ہمایوں فر "(کرسی پر بیٹھ کر) میں اس وقت ایک خاص غرض سے آیا ہوں۔ میری ہمدرد بیوی! کیا

تم مجھے اجازت دو گی؟" روشنک "صاحب اجازت کیسی۔ میری سمجھ میں نہیں آئی۔
میں ہر طرح آپ کی فرمانبردار ہوں۔ لونڈی ہوں۔ میری اجازت کیسی"؟ ہمایوں "
میں اس قسم کی تعظیم کو جائز نہیں رکھتا شایستگی کے خلاف ہے یورپ کی کل شایستہ
قوموں میں جتنے شوہر ہیں۔ ان سب کا قاعدہ ہے۔ کہ بیوی کی آسایش کو اپنی
آسایش پر مقدم تصور کرتے ہیں اور ہمارے ہاں قصّہ برعکس ہے۔ میاں بیوی میں
سچی محبت اسی حالت میں ہو گی جب دونوں کے دل میں محبت ہو۔ ورنہ میاں کو
قابل تعظیم سمجھ لینا اَدْرہات ہے۔ دونوں کو ربط ضبط میل جول کے ساتھ رہنا چاہئے۔
ایک دوسرے کا مطیع ہو۔ گو میں تمہاری حق تلفی کر رہا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہے۔
کہ تم کو مجھ سے ازحد محبت ہے۔ تم ہماری خوشی اور آسایش کو اپنی آسایش پر مقدم
رکھتی ہو۔ میں تم سے جس قدر خوش ہوں۔ میرا ہی دل جانتا ہے۔ لیکن دو بیبیاں
رکھنے والے شوہر کو کبھی سچی خوشی نہیں ہوتی۔ لطف زندگی نہیں رہتا۔ اور نہ دل
کو اطمینان حاصل ہوتا ہے" روشنک "صاحب طبیعت کیسی ہے کچھ اُداس
سے معلوم ہوتے ہیں۔ خیر تو ہے۔ آج کیسی باتیں کرتے ہیں مجھے وحشت ہوتی ہے"
ہمایوں "خیر کیا۔ مجھے لندن جانا ہے۔ سرجون الیٹ سخت بیمار ہیں۔ مجھے مع
اپنی لڑکی کے بذریعہ تار بلایا ہے۔ ہم نے تین ماہ کی رخصت لی ہے۔ اس لئے تمہاری
اجازت چاہتا ہوں" روشنک " (آنے والے آنسوؤں کو ضبط کر کے) خیر خدا حافظ
گو آپ ہمیشہ مجھ سے جدا رہتے ہیں۔ اکثر شملہ میں رہتے ہیں لیکن تاہم ایک طرح کا
اطمینان مجھے حاصل ہے۔ میاں کی جدائی کس بیوی کو شاق نہ گذرے گی ہفت
سمندر پار کا سفر۔ مہینوں کی راہ۔ اپنے دل کا حال کس سے بیان کروں کہ ہر وقت
کیا گزری ہے۔ لیکن میں روکتی نہیں۔ وہ انسان کیا کہ انسان کے بُرے وقت پر
کام نہ آئے۔ اور سرجون بیچارے کو خدا شفا عطا فرمائے۔ ان کا بہت کچھ احسان
آپ کی گردن پر ہے۔ جب آپ پر احسان ہے تو مجھ پر بھی احسان ہے۔ اس
لئے میں مجبور کرتی ہوں۔ کہ آپ ضرور جائیں۔ اور احسان کے بدلے احسان کریں۔
دوسرے ہماری بہن ظفر کی اماں پر اس وقت کیسا صدمہ گذر رہا ہے۔ جی تو یہ کہ

چاہتا ہوگا۔ کہ اُڑ کر جا پہنچوں۔ کوئی اس داغ کو ہمارے جی سے پوچھے۔ مجھے ان سے ہمدردی ہے۔ اور میرے دل پر صدمہ ہوا ہے۔ خدا بچاری کو باپ سے ملائے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں مریم کے یہاں جا کر ان کے ہمراہ اُن سے مل آؤں۔ ورنہ انسانیت کے خلاف ہے بےچاری پردیس میں ہے۔ اور پریشان ہے۔ ہم لوگوں سے ملاقات ہے؟"

ہمایوں فر "تم کو اختیار ہے۔ میں تو تمہاری لیاقت۔ شیریں بیانی۔ فرمانبرداری اور حسن سیرت کا درم ناخریدہ غلام ہوں۔ تم میری سچی ہمدرد و غمگسار۔ رنج و راحت کی شریک۔ پاک باز رفیق ہو۔" روشنک "خط کو نہ ترسانا"

ہمایوں فر "ہم نے آج تک تو ایسا نہیں کیا جہاں کہیں بھی رہتا ہوں ہر روز خط بلاناغہ روانہ کرتا ہوں۔" روشنک "شاید یورپ کے سفر میں یاد نہ رہے۔"

ہمایوں فر "استغفر اللہ۔ کیا مجال کہ عدول حکمی کروں۔"

اتنے میں قمر آرا آئیں۔ ہمایوں فر اُن سے رخصت ہوئے۔ غضنفر اور حامد۔ ماموں ممانی سب سے کہا۔ لیکن ماں سے کچھ نہ کہا۔ اور سب کو تاکید کر دی۔ کہ اماں جان سے ابھی ذکر نہ کرنا۔ وہ پریشان ہوں گی۔ لندن کے نام سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ ماں سے مل کر کوٹھی آئے۔ شام کو صالحہ بیگم مع مریم۔ قمر آرا۔ اور روشنک کے میم صاحبہ سے ملنے آئیں۔ میم صاحب بےچاری سخت پریشان تھیں۔ یہ کچھ دیر تک سمجھاتی رہیں۔ اتنے میں موٹر کار آئی میم صاحبہ نے بیگمات سے رخصتی شیک ہینڈ کیا۔ ہمایوں فر نے سب کو سلام کیا۔ اور حامد سے کہا "تم ان لوگوں کو لے کر سوار ہو جاؤ۔ تو ہم لوگ اسٹیشن پر جائیں۔"

حامد "ہم لوگ ساتھ ہی سوار ہو نگے۔ اوّل آپ سوار ہوں بسم اللہ" "بسفر رفتنت مبارک باد۔ بسلامت روی و باز آئی۔" حامد نے میم صاحبہ کا ہاتھ پکڑ کر موٹر پر سوار کیا۔ روشنک اور مریم نے بلقیس اور ظفر کو پیار کیا۔ روشنک گو ضبط کئے ہوئے تھی لیکن چہرے کی سرخی خیرہ دکھ گئی۔ کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ اپنے کو بہت ہی سنبھالا۔ اور حسرت کے ساتھ شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ ہمایوں فر

نے عقل مند جہاں دیدہ عفت مآب تجربہ کار ہوشیار بیوی کے دل کی بات فوراً تاڑلی۔ مگر دم بخود رہے۔ سمجھے۔ کہ اگر ہم اس وقت تشفی کا ایک کلمہ بھی کہوں گا۔ تو یہ بے اختیار رو ہی دیں گی۔ اس لئے لب تک نہ ہلائے۔ بیوی کی طرف دیکھ کر کہا۔ لو خدا حافظ۔ اور موٹر پر سوار ہو گئے۔ ساتھ ہی حامد سب کو لے کر مکان پر آئے۔

بستر مرگ

لندن کی عالی شان کوٹھی کے ایک کمرے میں پلنگ پر ایک شخص بیمار کروٹیں بدل رہا ہے۔ نرس کرسی پر بیٹھی ہے۔ ڈاکٹر قریب کے کمرے میں جمع ہو کر آپس میں کچھ صلاح و مشورہ کر رہے ہیں۔ ایک لیڈی برآمدہ میں بدحواسی کے عالم میں کھڑی ہے۔ اتنے میں گاڑی پھاٹک کے اندر داخل ہوئی۔ اور ایک لیڈی دو جنٹلمین اتر کر سیدھے لیڈی کی طرف بڑھے۔ ادب سے ہاتھ ملایا۔ لیڈی نے بوسہ دیا۔ لیڈی:۔ "ہمایوں فر! تم لوگ آ گئے۔ اچھا ہوا۔ مجھے تمہارا سخت انتظار تھا"۔ ہمایوں فر:۔ "ہم بھی سخت پریشان تھے۔ مائیکل بالکل نا امید ہو گئے تھے۔ اور میری نہایت بے قرار تھی"۔ مائیکل:۔ "اماں جان ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟" لیڈی:۔ "جواب دے چکے"۔

میری رونے لگی اور آنسو پونچھ کر باپ کے کمرے میں چلی۔ اس کے پیچھے سب آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ اتنے میں مسز مائیکل اپنے شوہر کے آنے کی خبر سن کر میکے سے آئیں۔ سب اندر آئے۔ لیڈی نے کہا۔ "ہمایوں فر۔ میری اور مائیکل آئے ہیں"۔ سر جون نے آنکھیں کھول دیں اور تکیہ سے سر اٹھا کر دیکھا۔ ہاتھ بڑھا کر ہر ایک کو قریب بلا کر بوسہ دیا۔ پندرہ منٹ تک باتیں کیں۔ ڈاکٹروں کے اشارہ سے سب اٹھ آئے۔ ہمایوں فر چونکہ خود ڈاکٹر تھے۔ لہذا مستعدی کے ساتھ دن رات تیمارداری میں لگے رہے۔ دوسرے ہفتے سر جون نے قضا کی۔ اُن کے دوست اور کنبہ برادری کے لوگ جمع ہوتے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ہمایوں فر

بھی آب دیدہ ہوئے۔ میری کی حالت سب سے خستہ اور ردّی ہو رہی تھی۔ الغرض دوسرے روز حسب دستور بڑے کر و فر کے ساتھ جنازہ گرجے کے صحن میں جہاں اُن کے خاندان کے لوگ مدفون تھے۔ دفن کیا۔ میری کو سخت صدمہ تھا۔ ہمایوں فر دل بہلانے کی غرض سے اس کو فرانس لے کر گئے۔ جب کسی قدر طبیعت سنبھلی تو لندن واپس آئے۔ میری شادی کے بعد دوسری مرتبہ لندن آئی تھی۔ صبح کو میری اور ہمایوں فر مسز و مسٹر مائیکل کے ہمراہ بازار گئے دوکانوں سے کپڑے وغیرہ ضروری چیزیں خریدیں۔ کئی دن تک میری اپنی سہیلیوں سے ملتی رہی۔ آج چند لیڈی جنٹلمین شام کے کھانے پر آئے تھے۔ ہمایوں فر اور مائیکل ان لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ میری اسباب وغیرہ درست کر رہی تھی۔ کہ اچانک درد سر شروع ہوا۔ میری "اُف۔ اماں جان۔ یہ کس قسم کا درد ہے۔ سر پھٹا جاتا ہے۔ آنکھیں جل رہی ہیں۔ قلب کی عجب کیفیت ہے۔ اُف۔ اُف! یہ کہہ کرسی پر سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے بیٹھ گئی"

لیڈی "(قریب آکر) پیاری! تم شاید تھک گئی ہو۔ جاؤ لیٹ رہو۔ کچھ دیر آرام لو۔ تو طبیعت درست ہو جائے گی"

میری فوراً کمرے میں گئی۔ کپڑے اُتار کر لیٹ گئی۔ کھانے میں بھی شریک نہ ہوئی۔ ہمایوں فر کھانے کے بعد دوستوں سے اجازت لے کر کمرے میں گئے۔ تو بیوی کا عجب حال دیکھا۔ بخار چڑھا ہوا ہے۔ بدن گرم توا ہو رہا ہے۔ ٹمپریچر لیا تو ایک سو چھ درجے کا بخار تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد۔ اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ فوراً سر پر برف رکھی۔ ڈاکٹر کو بلایا۔ دوا پلائی۔ رات کو میری سخت بے قرار رہی۔ صبح کو بخار کم نہ ہوا۔ نامی گرامی تجربہ کار لندن کے ڈاکٹروں کا ایک مجمع جمع ہو گیا۔ ہمایوں فر نے بذریعہ تار کے حامد کو خبر دی۔ چونکہ ان کو خط لکھنے کی فرصت نہ تھی۔ دل ٹھکانے نہ تھا۔ گھبرائے ہوئے تھے۔ لہذا دوسرے تیسرے دن حامد کے نام تار دے دیا کرتے تھے۔ روشنک نے جب سنا کہ میم صاحب سخت بیمار ہیں۔ تو پریشان ہوئی۔ اس کو تشویش پیدا ہوئی۔ کہ پردیس کا معاملہ بیوی کی بیماری سے شوہر کو

سخت پریشانی ہوتی ہوگی۔ فوراً نرگس سے کہا "تم اپنے شوہر عبدالکریم کو کہو۔ آج ہی لندن روانہ ہو جائے" نرگس نے عبدالکریم کو خط لکھ کر کوٹھی سے بلایا۔ وہ فوراً تیار ہو کر آیا۔ اور بمبئی روانہ ہو گیا۔ میری کی بھی بیماری نے طول کھینچا۔ تین ہفتے دیکھتے دیکھتے گذر گئے۔ مگر بخار کی یہ کیفیت کہ صبح کو دو چار گھنٹے دھیما ہوا۔ اور پھر پانچ چھ درجہ پر ہو جاتا۔ ہمایوں فر بیوی کی تیمار داری میں تھے۔ پلنگ کے قریب سر جھکائے جو بیٹھے۔ تو برابر تین ہفتے بیٹھے رہے۔ سوائے ضرورت کے ہرگز نہ اٹھتے تھے۔ پلک سے پلک نہ جھپکائی۔ دس پندرہ منٹ کرسی پر سو لیتے۔ ہرچند نرس خدمت کو مقرر تھی لیکن ان کو کسی پر بھروسہ نہ تھا۔ عزیز اقارب۔ ماں بہن سب گھبرا گئے۔ گذشتہ رات بڑی بے چینی سے کٹی۔ صبح کو میری نے آنکھ کھولی۔ اور ہمایوں فر کو پکارا۔ وہ تو قریب ہی تھے۔ فوراً بیوی کی طرف کسی قدر سر کو جھکا کر پوچھا "کیوں طبیعت کیسی ہے۔ مجھے کیا کہتی ہو" میری "کچھ نہیں۔ آپ میرے پاس رہیں"

مسز مائیکل "اس بے چارے نے تو آرام اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ تم کو خبر بھی ہے وہ پلنگ کی پٹی نہیں چھوڑتے۔ دیکھو تو ان کی حالت کیسی ہو گئی ہے"

میری کی بہن نیلی "برسوں کے بیمار معلوم ہوتے ہیں" فلورا "خدا بے چارے کی محنت ٹھکانے لگائے۔ اور تم کو شفا ہو" میری "پیارے شوہر آپ کو بڑی سخت تکلیف ہوئی۔ خدا کے واسطے اپنی صحت کی خبر لو۔ طاقت سے زیادہ کام نہ کرو۔ کچھ دیر آرام کرو" ہمایوں فر "نہیں میں بہت اچھا ہوں"

اتنے میں خادمہ نے آن کر کہا "عبدالکریم ہندوستان سے آیا ہے" ہمایوں فر اُٹھ کر گئے۔ پانچ منٹ بعد روشنک جاہ وغیرہ کے خط پڑھے۔ اور اپنی جگہ پر واپس آئے۔ اور کہا "مریم وغیرہ تمہاری دوستوں نے عبدالکریم کو ہندوستانی رسم کے مطابق تمہاری عیادت کو بھیجا ہے۔ اور یہ خط لکھا ہے" سب نے ہندوستانی خاتونوں کی ہمدردی کی تعریف کی۔ ہمایوں فر نے روشنک کا خط پڑھ کر چاک کر دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

میرے قابل فخر شوہر

بہن صاحبہ کی علالت کی خبر سن کر میں سخت پریشان ہوں۔ خدا اشفائے
کلی عطا فرمائے۔ خدا وہ دن جلد دکھائے۔ کہ آپ مع بیوی بچوں کے ہندوستان
مع الخیر واپس آئیں تو میں سجدۂ شکر بجالاؤں۔ میں سراسیمگی کی حالت میں عبدالکریم
کو روانہ کرتی ہوں۔ کیوں کہ آپ کو فرصت نہ ہوگی۔ تو عبدالکریم کا خط
نرگس کے نام آئے گا۔ اور وہاں سے خیریت معلوم کرلوں گی۔ ہماری محبت
کچی نہیں ہے جس کو آپ چاہیں ہم اس پر جان قربان کرنے کو تیار ہیں بھابی
صاحبہ مریم بھی پریشان ہیں۔ فقط + آپ کی روشنک +

اتنے میں ڈاکٹر آئے۔ مریضہ کی نبض دیکھی جگہ کا معائنہ کیا۔ اور سر جھکا کر کمرے
سے نکل گئے۔ ہمایوں فرات سے نا امید ہو چکے تھے۔ رہی سہی امید آج بھی منقطع
ہوگئی۔ کمر ٹوٹ گئی + میری نے پانی مانگا۔ نیلی نے پانی پلایا۔ ہمایوں قریب بیٹھے
ہوئے تھے۔ میری " پیارے ہمایوں فرا میں رخصت ہوتی ہوں۔ آہ میرے شوہرا
خدا کرے۔ تم ہمیشہ خوش وخرم دنیا میں رہو۔ ہمارے واسطے گھبرانا نہیں۔ قضا
کہیں ٹل سکتی ہے ؟ تم نے تو بہت کچھ تدبیر اور کوشش کی۔ میں خوب سمجھتی ہوں
کہ موت قریب ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں اینٹھ رہے ہیں۔ سانس رکتی ہے۔ کلیجہ
کوئی نوچ رہا ہے۔ دل میں سخت بے چینی ہے۔ میرے دونوں بچوں کو بلاؤ
میں آخری مرتبہ پیار تو کرلوں ؎

کیا چلے تم نزع کے وقت آ کے پچھتاتے ہوئے
بیٹھ کر دیکھو کہیں دنیا سے اٹھ جاتے ہوئے
نزع میں سن لو وصیت عاشقِ رنجور سے
پاس آؤ کیا تماشہ دیکھتے ہو دور سے"

ہمایوں نے آنکھوں پر رومال رکھ لیا۔ دل پر ایک چوٹ لگی۔ آنکھوں سے
ابر بہار کی طرح آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ خیالات میں غم کی آندھی کا ایک زبر
دست طوفان اٹھا۔ جس کے صدمہ سے چکرا کر بیٹھ گئے ؎

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا　　　　بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

نرس دونوں بچوں کو لے کر آئی۔ میری نے کانپتے ہوئے ہاتھ شوہر کی طرف بڑھائے
اور ظفر کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا" ہمارے بچوں سے خبردار رہنا۔
بے ماں کے بچے نازک طبع ہوتے ہیں۔ اس کا خیال رہے۔ہمایوں فرا مجھے
تمہارا مذہب بہت ہی پسند ہے۔ اکثر جب تم بحث کرتے تھے میں سنا کرتی تھی۔
میرے دل میں اسلام کی خوبی نقش ہوگئی ہے۔ گو تم نے کبھی مجھ پر جبر نہیں کیا
لیکن خود بخود میرا دل اسلام کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ اسلام حضرت عیسے
علیہ السلام کو بھی پیغمبر برحق مانتا ہے۔ میں سچے دل سے اسلام کی قدر کرتی
ہوں۔ سزا اور جزا روح سے متعلق ہے۔ سو میری روح اب پاک ہوگئی جسم
خاکی عیسائی اور اہل اسلام دونوں کے یہاں خاک میں دفنایا جاتا ہے اس
لئے تم تجہیز و تکفین کے لئے حجت نہ کرنا۔ میری وصیت کے موافق میرے مردہ
جسم کو میرے اقارب کے حوالے کرنا۔ تاکہ ان کی سبکی نہ ہو۔ میں مرتے ہوئے
اماں جان کو رنجیدہ کرنا نہیں چاہتی۔ اگر زندہ رہتی تو اور بات تھی۔ میرا ایمان
پوشیدہ رہے۔ لو میرے پیارے شوہر رخصت حشر میں ایک جا ہوں گے"۔
سب سمجھے کہ ہذیان بکتی ہے۔ میری نے کہا" سب لوگ کمرے سے ہٹ جائیں
مجھے کچھ ہمایوں فرا اپنے شوہر سے کہنا ہے"۔ فوراً سب ہٹ گئے تو میری نے کہا"
اب یہاں کوئی غیر نہیں۔ آپ میرے قریب آکر مجھے اپنے مذہب کے طور پر تلقین
کریں۔ میں نہیں چاہتی کہ حشر میں ہم دونوں دو مذہب میں اٹھیں۔ میں نے
دور اندیشی کے خیال سے سب کو ہٹا دیا"۔ ہمایوں فر بالکل بدحواس تھے۔
آنکھیں بالکل سرخ خون کبوتر ہوگئیں کانپتی ہوئی آواز سے کہا" پیاری بیوی
خدا تمہاری مصیبت کو آسان کرے۔ کیا سچ مچ اب تم جدا ہوتی ہو۔ افسوس۔ اس
قدر جلد"۔ یہ کہا اور ہچکی بندھ گئی پھر اپنے آپ کو سنبھال کر کہا" بسم اللہ پیاری
میری کہو۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ میری نے ساتھ ساتھ کہا۔ ہمایوں فر
نے انگریزی میں رکتی ہوئی آواز سے معنے بتائے۔ اور میری کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ
میں لے کر بیٹھ گئے + میری کو غش ہوا۔ اس کے عزیز اقارب فوراً اندر آگئے۔

دس منٹ کے بعد ہوش آیا۔ اور کہا" یہ خوب صورت عورتیں کون ہیں۔ کیسی خوشبو ان کے پاس ہے۔ یہ روشنی کیسی ہے۔ میری ساری تکلیف جاتی رہی۔ اہا ہا ہا ہا۔ کیسا خوشنما گلدستہ ہے!" پھر مسکرا کر خاموش ہوگئی۔ مردنی کے آثار پیاری پیاری صورت پر چھا گئے۔ ماں بہن بھاوج چھاتی سے لگا کر آنسو بہانے لگیں۔ خوب صورت پیشانی پر پسینہ آگیا۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ ہمایوں فر کو انتہا کے رنج نے پتھر کی مورت بنا دیا۔ حسرت سے پیاری بچھڑنے والی بیوی کی بند آنکھیں اور خوب صورت چہرہ جو اب بالکل زرد ہوگیا تھا۔ جس کے گلابی رخساروں کی چمک موت نے لوٹ لی تھی۔ وہ بار بار دیکھ رہے تھے۔ ان کے حسب حال یہ شعر تھا:

کھنچ کے دم آیا لبوں تک روح گھبرانے لگی
سچ بتاؤ کیا اشارہ کر گئے جاتے ہوئے

ہمایوں فر:
صد حیف ایسی پیاری وفادار اُٹھ گئی
میری انیس و ہمدم و غم خوار اُٹھ گئی"

تمام رات نعش انگریزی قاعدے کے موافق رکھی رہی۔ دوسرے روز جنازہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ کنبے برادری کے لوگ۔ دوست اپنے پرائے آکر جمع ہوگئے سب کے سب منہ پر رومال رکھ کر روتے تھے ؎

شب فرقت کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی

میری کی سہیلیاں لاش پر جھک کر روتی تھیں۔ لیڈی صاحبہ کو غشی کی نوبت تھی۔ نوجوان بیٹی کی لاش کو بار بار چھاتی سے لگاتی تھیں اور کہتی تھیں ؎

مر گئی بیٹی جوان۔ ہائے یہ کیا ہوگیا — ہوگئی برباد ماں ہائے یہ کیا ہوگیا
دے گئی میری میں داغ گل ہوا گھر کا چراغ — مٹ گیا نام و نشاں ہائے یہ کیا ہوگیا
گیسوؤں والی میری۔ نازوں کی پالی میری — اُٹھ گئی تو نوجوان۔ ہائے یہ کیا ہوگیا
اے میری غنچہ دہاں۔ اے میری سرو رواں — آگئی تجھ پر خزاں۔ ہائے یہ کیا ہوگیا

اُٹھ گئی پیاری میری۔ ہائے دولاری میری پاؤں گی تجھ کو کہاں۔ ہائے یہ کیا ہو گیا

لیڈی" پیاری میری ! تمہارا شوہر جس کو تم جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ اس وقت کیسا بے قرار ہے۔ تم کو کچھ خبر بھی ہے"

الغرض غسل دلا کر کفن پہنایا گیا۔ قسم قسم کے تر و تازہ پھول۔ پتیاں لاش پر چن دیں۔ خوشبو چھڑکی گئی۔ سب کو کمرے میں بلایا گیا۔ تاکہ آخری دیدار دیکھ لیں۔ گورے گورے مکھڑے پر سنہری بال چھٹے ہوئے تھے۔ چہرے سے مسکراہٹ صاف ظاہر تھی۔ لاش پر بے کسی برستی تھی۔ سب نے باری باری سے پیار کیا۔ بوسہ دیا۔ ہمایوں فر سے بمشکل چلا جاتا تھا۔ لاش کے صندوق پر گرتے ہوئے سنبھل گئے۔ اور ہچکیاں لینے لگے۔ آخر صندوق کو گاڑی پر رکھ کر گرجے آئے۔ عزیز و اقارب سب گاڑی کے ساتھ تھے۔ پادری صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ صندوق کو خاک کے سپرد کیا۔ لعبت فرنگ۔ چاند سی صورت کو خاک میں ملایا ؎

حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر کہتے ہیں لوگ قبر کسی نوجوان کی ہے

باپ کی بغل میں بیٹی کی قبر بنی۔ ؎

سیر کی خوب پھرے پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتے ہیں۔ گلشن تیرا آباد رہے

ہمایوں فر: ڈھونڈنے تجھ کو کدھر جاؤں میں
جی میں آتا ہے کہ مر جاؤں میں

سب یاران ناشاد قبرستان سے پھرے"۔ ؎

گودی ہے کبھی ماں کی کبھی قبر کی آغوش گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش
سرگرم سخن ہے کبھی انسان کبھی خاموش گہ تخت ہے اور گاہ جنازہ بسر دوش
اک طور پہ دیکھا نہ جوان کو نہ مسن کو شب کو جو چھپرکھٹ میں ہے تابوت میں دن کو

ہمایوں فر گرجے سے آکر آرام کرسی پر لیٹ گئے۔ اور منہ پر رومال رکھ کر آنسو بہانے لگے۔ چند دوستوں نے سمجھایا۔ سوائے صبر کرنے کے چارہ کیا ہے۔ اس جہان فانی میں کوئی ایسا بھی ہے۔ جو بچ جائے۔ کوئی نہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ کوئی آج۔

کوئی کل "کسی نے کہا" میرے دوست اپنے دل کو سنبھالو۔ بے شک خوب صورت محبت کرنے والی بیوی کا چھوٹنا صدمہ عظیم ہے۔ مگر عالم مجبوری ہے۔ یہی کارخانہ دنیا کا ہے۔ ایک روز ہم بھی اسی طرح سوتے ہونگے۔ یہ وہ شربت ہے۔ جو سب کو چکھنا ہوگا۔ یہ وہ راہ ہے جس کو سب طے کریں گے"

ہمایوں فریہ شعر پڑھتے ہوئے خاموش ہوگئے۔

بڑھ رہی ہے مہربانی یار کی
اب مرے مرنے میں عرصہ کم رہا

روشنک کی پریشانی

چاندنی رات کا پچھلا پہر ہے۔ پورے ماہتاب کے نورانی جلووں نے ستاروں کی روشنی مدھم کر دی ہے۔ آسمان کی وسعت میں ہلکی سپیدی اپنا قبضہ کرتی جاتی ہے۔ ہر جگہ چاند کی ٹھنڈی روشنی سے منور ہو رہی ہے۔ نواب صاحب کے محل کی کھڑکی اور شیشے کھلے ہوئے ہیں۔ اندر چاند کی روشنی گنگا جمنی چھپرکھٹ پر پڑ رہی ہے۔ مسہری کے پردے اوپر پلٹے ہوئے ہیں۔ روشنک اس پلنگ پر بے خبر پڑی سو رہی ہے۔ اس کی بڑی بڑی خوشنما آنکھوں کو جوانی کی نیند نے بند کر رکھا ہے۔ سیدھی طرف کروٹ لئے ہوئے ہے۔ وہ ہنا ہاتھ خوب صورت نازک گلاب کی پتی جیسے گال کے نیچے ہے۔ اور دوسرا ہاتھ دوسری جانب مخمل کے تکئے پر پڑا ہے۔ لمبے بال تکیوں پر بکھرے ہوئے ہیں۔ چمکدار پیشانی پر سیاہ گھونگھریالے بال کیسے بھلے معلوم ہو رہے ہیں! بھولی بھولی صورت۔ دلکش اور منور چہرہ۔ سیاہ زلفوں میں ایسا نظر آتا ہے۔ جیسے شب یلدا میں چاند!

غضب کا روپ ہے اس وقت سونے والوں پر
بکھر گئے ہیں جو بال اُن گلابی گالوں پر

بغل میں ایک لڑکی پڑی سوتی ہے۔ اور ایک پلنگڑی پر جانی بیگم + روشنک خود بخود چونک کر اُٹھی۔ اور گھبرا کر کمرے میں ٹہلنے لگی + اتنے میں لڑکی

بھی جاگ اُٹھی۔ تو روشنک نے کہا "جہاں آرا تم کیوں اُٹھ بیٹھیں (گھڑی دیکھ کر) ابھی تو چار بھی نہیں بجے۔ تم سو رہو۔ میں نماز کے وقت تم کو جگا لوں گی" جہاں آرا کروٹ بدل کر سو رہی۔ جانی بیگم "(انگڑائی لے کر) کچھ خیر ہے۔ تم کو نیند کیوں نہیں آتی۔ یہ کون وقت ٹہلنے کا ہے"؟ روشنک "بہن کل اپنے گھر جا کر سو رہنا۔ اس وقت تو نہ سوؤ" جانی بیگم "واہ اچھی فرمایش کی۔ کیا میٹھی نیند سو رہے تھے"۔ روشنک "اس قدر بھی کوئی نیند کے ہاتھ بک جاتا ہے۔ اب نہ سوؤ بہن نماز قضا ہو جائے گی۔ میں نے بہن ابھی ایک خواب پریشاں دیکھا ہے۔ دو ہفتہ سے ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ عبدالکریم پرسوں پہنچا ہوگا اُس نے بھی ٹیلی گرام نہ بھیجا۔ مجھے آثار اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ خدا جانے ظفر کی اماں کیسی ہیں۔ مجھے ان کی صحت کی فکر لگی ہوئی ہے۔ بھائی حامد کے نام جو تار آیا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ بیماری نے طول کھینچا ہے۔ خدا رحم کرے"!

جانی بیگم "عجب تماشہ کی بات ہے۔ سوکن کے واسطے پریشان ہوتے ہم نے تمہیں کو دیکھا ہے"۔

اتنے میں صبح کی سپیدی نمودار ہوئی۔ مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ روشنک نے جہاں آرا کو اُٹھایا۔ منہ ہاتھ دھلایا وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ ایک سیپارہ قرآن مجید حسب معمول تلاوت کیا۔ قمر آرا بھی آئیں۔ دیکھا تو جانی بیگم خواب ناز میں ہیں۔ روشنک "اے بہن اُٹھو۔ دیکھو۔ کتنا دن چڑھا ہے۔ تم ابھی تک آرام میں ہی ہو"۔ قمر آرا "آج کیا گھوڑے بیچ کر سوئی ہو۔ نماز تک نہیں پڑھی"۔ جانی بیگم "تم کو خبر بھی ہے۔ تمام رات سونے کی نوبت نہیں آئی۔ روشنک بہن سوکن کے واسطے تمام شب بے قرار رہیں۔ ادر بک بک لگائی۔ ہماری نیند بھی حرام ہو گئی۔ نماز پڑھ کر لیٹ گئی تھی"۔ روشنک "میں نے تو تین بجے جگایا تھا بہن تمام شب سونے کی نوبت نہ آئی"۔

اتنے میں ماما ناشتہ کا خوان لے کر حاضر ہوئی۔ سب نے ناشتہ کیا۔ گلوری کھائی۔ روشنک لڑکیوں کے کمرے میں گئیں اُن کو سبق بتایا۔ اتنے میں مریم سُسرال

سے آئیں اور دربان نے آواز دی "سوسن۔ گل چمن۔ دل بہار۔ محبوبن۔ یہ تار اندر لے جاؤ۔"

اندر سے "وہیں پانچ کو اور بھی پکار دو۔" یہ کہتی ہوئی سوسن باہر گئی۔

دربان "پکارتے پکارتے گلا خشک ہو گیا۔ تم لوگ اپنی سنتی ہو۔ یہاں تک آتے ہوئے پاؤں کی مہندی چھوٹتی ہے۔" سوسن "تم تو سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔ یہ تار کس کے نام ہے؟" دربان "تم کو کیا، چاہے جس کے نام ہو۔ اندر جا کر دے دو۔" سوسن۔ (عالیہ بیگم سے) "حضور یہ تار آیا ہے۔"

عالیہ بیگم۔ (گھبرا کر) کہاں سے آیا؟ تار کا نام سنتے ہی میرا کلیجہ دھک دھک ہونے لگتا ہے۔ پوچھو کہاں سے آیا ہے۔" سوسن "حضور مجھے کیا معلوم۔ دربان لے یہ سرخ لفافہ دیا میں لے آئی۔" بی مغلانی "یہ تو کاغذ ہے۔ تار کہاں ہے۔ کسی کے ہاں شادی ہوگی۔ رقعہ آیا ہے۔ کہنے لگی تار ہے۔ بیگم صاحبہ کو پریشان کر دیا۔" تار کا نام سن کر روشنک۔ مریم۔ قمر آرا۔ جانی بیگم سب کی سب آگئیں۔ عالیہ بیگم نے کہا "یہ تار تو پڑھو۔ مہ لقا دلہن تم کو انگریزی پڑھنا آتا ہے۔" روشنک نے کہا "بھائی صاحب کے نام ہے۔" عالیہ بیگم نے جواب دیا "میں کھولنے کی اجازت دیتی ہوں۔ چاہے جس کے نام ہو۔" روشنک نے لفافہ کھولا۔ پڑھا۔ تو یہ مضمون تھا۔

از طرف عبدالکریم۔ لندن۔ بنام غضنفر صاحب۔ دہلی۔

"لیڈی صاحبہ نے انتقال کیا۔ صاحب کو سخت صدمہ ہے۔ آپ ضرور آئیں۔"

روشنک نے لفافہ مریم کو دیا۔ اس نے ترجمہ کر کے سب کو سمجھایا۔ عالیہ بیگم تو خاموش ہو گئیں۔ روشنک اپنے کمرے میں آ کر رونے لگیں۔ مریم۔ قمر آرا اشکبار ہوئیں۔ جانی بیگم "لو تم کو تو خوش ہونا چاہیئے۔" روشنک "(آنسو پونچھ کر) توبہ کرو بہن۔ ایسا نہ کہو۔ دشمن کی موت پر بھی خوش ہونا نہ چاہیئے۔ اور وہ بے چاری تو ہمارے شوہر کی پیاری بیوی تھی۔ وہ تو بڑی نیک تھی۔ کاش میں ہی مر گئی ہوتی۔ تو لوگ کہتے کیسی خوش نصیب عورت تھی۔ کہ شوہر کے ہاتھوں قبر تک گئی۔

اُس نے تو شرط محبت پوری کی۔ مجھے رہ رہ کر بے چاری کی صورت یاد آتی ہے۔ تو دل بے چین ہو جاتا ہے۔" مریم:" بڑی خلیق تھی بیچاری۔ مجھے بھی صدمہ ہے پیارا قمر آرا۔" زندگی کا کیا اعتبار۔ خدا جانے کل کو کیا ہو۔ بے چاری کو مٹی کھینچ کر لے گئی۔ وہیں کا خمیر تھا۔" مریم:" مٹی ضرور کھینچے لے جاتی ہے۔ دیکھئے اچانک ایک بات پیدا ہو گئی۔ اور جانا پڑا۔ مصرع: ایں ماتم سخت است کہ گویند جوان مُرد۔

روشنک:" بہن لوگ تو یہی کہیں گے کہ مچھلی بگلے کی موت پر آنسو بہارہی ہے۔ لیکن میں صحیح عرض کرتی ہوں۔ کہ دل پر ایک چوٹ سی لگی ہے۔ قلب الٹا جاتا ہے ننھے ننھے بچے۔ گھربار۔ شوہر۔ سب کو چھوڑ کر چل بسی بے چاری۔" ار

جانی بیگم:" لو اب اس تذکرہ کو جانے دو۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو گھی کے چراغ جلاتی۔ اور یہ شعر پڑھتی ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

روشنک:" اس دو روزہ زندگی کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا ہے۔ حرص طمع۔ حسد بغض تعصب۔ نفسانیت۔ سب کچھ کرتا ہے۔ آخر کس زندگی کے لئے؟ لوگ اس دنیا ناپائیدار پر جان دیتے ہیں لیکن جب مرگئے تو سوائے عمل نیک کے کچھ بھی ساتھ نہیں جاتا۔ دولت۔ زر۔ زیور۔ مکانات۔ جاگیر۔ شوہر۔ بیوی۔ اولاد یہ سب چندروزہ زندگی کی زینت ہے۔ اس پر انسان کو پھولنا نہ چاہئے۔ آج زندہ ہیں۔ کل ہزاروں من مٹی کے تلے ہونگے۔ ہم انسان ایسے غافل ہیں کہ ذرا عبرت نہیں حاصل کرتے۔ زندگی پر بھروسہ کیا ہے غرور سے خدا بچائے۔ دم کا بھروسہ کیا ہے پانی کا بلبلا ہے۔ موت کا کھٹکا ہر وقت دل میں رہنا چاہئے۔ آخر ہم کس بات پر پھولیں اور گھمنڈ کریں۔ اس بے ثبات زندگی پر خوشی منائیں؟ دنیا سرا ہے اور ہم مسافر ہیں سب کو لوٹ کر معبود برحق کے پاس جانا ہے۔ وہاں ہر بات کی پرسش اور ہر جرم کا مواخذہ ہوگا۔ دو روزہ فانی زندگی پر حسد اور نفسانیت یعنی چہ؟ بہن دنیا میں کوئی امیر کبیر اپنی امارت پر پھولا ہے۔

تو کوئی عالم اپنے علم وفضل پر۔ کوئی اپنے کمالات پر۔ کوئی حسن پر ہمچو من دیگرے نیست کہہ رہا ہے۔ جب دنیا کی بے ثباتی ظاہر ہے تو پھر اس کے پیچھے اپنے کو مٹانا لاحاصل۔ مقبول بندے خدا کے وہی ہیں۔ جو دنیا سے نفرت کرتے ہیں لیکن برابر اپنے فرائض جو اُن کے ذمہ ہیں۔ پورے کرتے ہیں+ انسان کو دوسرے کی موت سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ آج وہ گیا کل ہماری باری ہے۔ دنیا ایک جنجال ہے۔ اس میں پھنسنا سراسر حماقت ہے۔ اس دار فانی میں انسان کو چاہیئے کہ نیکی کرے۔ ایسے ایسے کام کرے۔ جس سے اس کو آیندہ آنے والی نسلیں یاد کریں۔ ؎

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند"

مریم جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور ناپید ہوگا۔ بس دس گز کفن اور تین گز زمین اور سب ہیچ ہے۔ ؎

سب سے یہی شیوہ ہے جہان گذراں کا
دیکھے گا لحد جس نے شکم دیکھا ہے ماں کا

روشنک نے غم سے کھانا نہیں کھایا۔ مریم اور قمر آرا بھی پریشان رہیں+ دوسرے روز پھر ایک تار آیا جس کا یہ مضمون تھا:۔

از طرف عبد الکریم۔ صاحب کو ایک سو پانچ درجہ کا بخار ہے۔ ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ گو سب لوگ مستعدی سے خدمت میں مصروف ہیں۔ لیکن پردیس کا معاملہ ہے آپ جلد آئیں"

غضنفر یہ "تار" پا کر بے قرار ہوئے۔ اور بیوی سے صلاح کرکے فوراً اپنا ضروری اسباب باندھا۔ ماں کو ہمایوں فر کی علالت کی خبر نہیں سنائی غضنفر کو بھائی سے غایت درجہ کی محبت تھی فوراً چل کھڑے ہوئے+۔ روشنک نے عابد سے کہا بھائی آپ بھی ہمراہ جائیں۔ تو بہتر ہو۔ بھائی صاحب نے کبھی سفر نہیں کیا ان کو سخت پریشانی ہوگی" مریم نے بھی کہا۔ تو عابد نے والدین سے اجازت

طلب کی۔ انھوں نے فوراً منظور کر لیا۔ حامد کو لمبا چوڑا سامان تو کرنا نہ تھا۔ بستر باندھا۔ بیگ اٹھایا۔ چھڑی ہاتھ میں لی۔ اور بسم اللہ کہہ کر غضنفر کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ بمبئی سے گھر میں تار دیا۔ اور جہاز پر سوار ہو گئے۔ پندرھویں روز دن سے لندن پہنچے۔ ہوٹل میں اسباب رکھ کر فوراً سر جون کے یہاں آئے۔ کارڈ بھیجا۔ مسٹر مائیکل نے استقبال کیا دونوں نے مصافحہ کر کے مائیکل کو پرسا دیا۔ اپنی ماں بہنوں اور بیویوں کی طرف سے تعزیت کی۔ مائیکل نے جواب دیا "میں اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ لوگوں نے ہمارے باپ اور بہن کے ماتم میں شریک ہونے کے واسطے اس قدر دور دراز کا سفر اختیار کیا"۔ اتنے میں لیڈی صاحبہ آئیں۔ مائیکل نے انٹروڈیوس کرایا۔

غضنفر "(تعظیم کر کے) مجھے سر جون صاحب اور مسز ہمایوں فر کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ افسوس آپ پر پے درپے یہ دو صدمے گذر گئے خدا صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم مرحومہ کو غریق رحمت کرے۔ دنیا کے یہی کارخانے ہیں جس قدر جاندار ہیں سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ سوائے صبر کے چارہ کیا ہے"۔ اتنے میں ہمایوں فر آئے۔ بھائی بہنوئی سے ملے۔

ہمایوں فر "آپ اچانک آ گئے۔ میں نے اپنی صحت کی خبر لکھی ہے۔ آپ کے نام گذشتہ ہفتے خط روانہ کیا ہے۔ بھائی صاحب کو میری وجہ سے سخت تکلیف ہوئی۔ اتنا بڑا سفر کرنا پڑا"۔ غضنفر "تکلیف کیسی۔ کیا یہ ممکن تھا۔ کہ تمہاری مصیبت میں میں شریک نہ ہوتا۔ مریم۔ روشنک اور تمہاری بھابی نے حامد کو میرے ساتھ کر دیا۔ سب کی سب حیران ہیں سخت بے قرار ہیں۔ سب کو صدمہ ہوا ہے"۔ ہمایوں فر۔ "اچھا ہوا حامد آ گئے۔ ورنہ آپ کو راہ میں اور بھی پریشانی ہوتی۔ میں نے پرسوں غسل صحت کیا ہے۔ ڈاکٹر نے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے"۔

مائیکل "گذشتہ ہفتے ہم لوگ ناامید ہو چکے تھے۔ ہمایوں فر نے سخت بیماری جھیلی۔ دس دن تک بخار میں مبتلا رہے"۔

حامد "خدا نے فضل کیا"۔ ہمایوں فر "بے شک میں نے ایسی بیماری عمر بھر نہیں

دیکھی تھی ۔ کچھ دیر بعد حامد اور غضنفر نے اجازت چاہی۔ تو مسٹر مائیکل اور لیڈی صاحبہ نے مجبور کیا کہ ہوٹل سے اسباب منگوالو۔ سب نے کھانا کھایا۔ گھر کو ٹیلیگرام بھیجا اور اپنے اپنے کمروں میں آرام کیا ۔

مس ایلن

شام کا وقت تھا ہمایوں فر ہوا کھانے مسٹر مائیکل اور مسز مائیکل کے ہمراہ باغ میں گئے۔ غضنفر اور حامد ایک گھنٹہ قبل سے کچھ اسباب خریدنے گئے تھے ۔
ہمایوں فر باغ کے بیچ پر بیٹھ گئے۔ اور وہ دونوں میاں بیوی ایک دوست سے باتیں کرتے ہوئے دور نکل گئے ۔ ہمایوں فر اپنے خیالات میں غرق تھے کہ کسی نے اُن کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ ہمایوں فر۔ (چونک کر) کون! مس ایلن!
مس ایلن ۔ سر ہمایوں فر! میں نے سنا ہے آپ بہت جلد ہندوستان جانے والے ہیں لیکن آپ کو کامل صحت نہیں ہوئی۔ کچھ دن اور ٹھہرنا مناسب تھا۔
ہمایوں فر۔ مس ایلن! میں اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن گھر سے لوگ آئے ہیں۔ اور میری طبیعت سخت پریشان ہے۔ تم کو معلوم ہے۔ تمہاری سہیلی میری کی جدائی سخت پریشان کر رہی ہے جس کو میں برداشت کر نہیں سکتا۔ بمشکل ضبط کر رہا ہوں۔" ایلن۔ سر ہمایوں فر! اس قدر رنج کرنا مناسب نہیں تم نے حد سے زیادہ رنج کیا۔ جس امر میں چارہ نہیں۔ اُس کا رنج عبث ہے۔ میری بڑی خوش قسمت تھی۔ اب دیکھئے کس کی قسمت کا ستارہ چمکتا ہے۔ سر ہمایوں فر! تمہاری لیاقت۔ حسن خدمات۔ خوش مزاجی۔ زندہ دلی۔ لندن میں مشہور ہے۔ ہر کوئی تمہارا مداح ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو بہت جلد تم کو کوئی حسین مالدار بیوی مل سکتی ہے۔ سر ہمایوں فر! میں تم کو اس قدر افسردہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتی" ۔
اتنے میں ایک اور مس مس ایلن کی سہیلی آگئی ۔
ایلن ۔ دیکھو! پولی ہمارے دوست ہمایوں فر نے کیا گت بنا رکھی ہے!
پولی ۔ خدا بے چارے کو جلد شگفتہ کرے اور کوئی نئی رفیق مل جائے۔ تو خوش ہوں"

ہمایوں فر ان کا مطلب سمجھ گئے۔ اور جواب دیا "مس! ہمارا لطف زندگی تو گیا۔ اب کسی مصرف کے نہ رہے ؎

کیسی ہنسی کہاں کی خوشی کیسا اختلاط
ہم کو نہ چھیڑو تم کہ وہ اب ہم نہیں رہے"

ایلن "کیا اب مجرد رہنے کا ارادہ ہے؟" ہمایوں فر "ہمارے یہاں مجرد بہت کم رہتے ہیں" پوکی "سر ہمایوں فر! ہماری سہیلی مس ایلن آج کل لندن میں خوب صورتی میں مشہور ہیں جن کا شہرہ ہے۔ دولت بے انتہا۔ خود مختار۔ اچھے اچھے لوگ ان کے خواستگار رہیں۔ لارڈ مارکوئس کرنل بیرسٹر خط غلامی لکھنے کو تیار رہیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا" ہمایوں فر "زہے نصیب اس شخص کے جو ان کا شوہر ہو۔ سبحان اللہ جو ایسی غیرت حور کو بیاہے" ایلن "پھر تم خود وہ خوش نصیب شخص کیوں نہیں ہو جاتے؟" ہمایوں فر "سبحان اللہ۔ اگر میں ایسا کروں۔ تو مجھ سے خوش قسمت اور کون ہے مگر کیا کروں۔ مجبوری ہے۔ ہم ابھی بیاہ نہیں کر سکتے" ایلن "کیوں؟" ہمایوں فر "اگر یہاں سے بیاہ کر کے جاؤں۔ تو میرے والدین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔ میرے بھائی جو آئے ہیں۔ ہرگز منظور نہ کریں گے" ایلن "خیر تم بن بیاہے لے چلو۔ جب تمہارے والدین راضی ہو جائیں تو بیاہ کر لینا۔ مجھے ہندوستان دیکھنے کی تمنا ہے" ہمایوں فر "مس ایلن! میں نہایت خوش ہوں گا۔ اگر آپ ہماری مہمان ہوں"

ہمایوں فر اٹھ کھڑے ہوئے اور شیک ہینڈ کرتے ہوئے کہا "اب سردی پڑ رہی ہے۔ اب تک مجھ میں اس قدر طاقت نہیں آئی۔ کہ سردی برداشت کرسکوں اس لئے اجازت چاہتا ہوں"

ہمایوں فر کے ہمراہ دونوں مسیں گاڑی تک آئیں۔ اتنے میں مسٹر اور مسز مائیکل بھی آ گئے اور مس سے مل کر سوار ہو گئے۔

دوسرے روز پھر مس ایلن آ گئیں۔ مسٹر مائیکل سے ملیں۔ ہمایوں فر سے باتیں کیں۔ جب ہر روز وہ آنے لگیں۔ تو ہمایوں فر نے مسٹر مائیکل سے کہا "کچھ تم نے سنا۔

ہیں سخت حیران ہوں مس ایلین میرے ساتھ ہندوستان جانا چاہتی ہیں میں کیا کروں ؟ انکار کرتا ہوں۔ تو وضع کے خلاف۔ اور بے بیاہی عورت کو اپنے ہمراہ لے کر جانا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ جب کہ ہماری بیوی نہیں ہے۔ ایک غیر عورت کو میں کیوں کر خالی مکان میں رکھوں۔ بھائی کسی طرح ہمارا پیچھا چھڑاؤ۔"

مائیکل :- "آج کل مس ایلین کے حسن کی بڑی دھوم مچی ہوئی ہے۔ ان کے باپ اور ہمارے خسر دونوں ساتھ تجارت کرتے تھے۔ نامی گرامی سوداگر تھے یہ ہی ایک بیٹی ہیں۔ دولت بے انتہا۔ اس کے والدین زندہ نہیں ہیں۔ یہ ہی کل کی مالک ہے۔"

ہمایوں فر :- بھائی جان۔ وہ چاہے ہفت اقلیم کی بادشاہ ہوں۔ چاہے جنت کی حور مجھے کیا۔ میری رخصت ختم ہونے کو آئی ہے۔ اگر تمہاری اجازت ہو۔ تو پرسوں روانہ ہو جاؤں۔ اور روانگی کی خبر کسی کو نہ دوں۔" مائیکل نے منظور کر لیا ہمایوں فر مع مائیکل غضنفر اور حامد کے قبر پر گئے۔ مائیکل نے پھول چڑھائے ہمایوں فر نے فاتحہ پڑھی۔ دل بھر آیا۔ آنسو نکل پڑے۔ مٹی کے ڈھیر اور تعویذ قبر کو دیکھ کر خوب روئے۔

آہ انسان کی ہستی بالکل بے بنیاد ہے۔ عدم کی راہ میں امیر، غریب، بادشاہ وزیر سب یکساں ہیں۔ کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ زندگی میں جو محبت کا دم بھرتے تھے۔ اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ کسی نے پوچھا تک نہیں۔ کہ تم پر کیا گذری + ایک دن یہ اجل کے مارے ہوئے ہماری طرح چلتے پھرتے تھے۔ بولتے چالتے تھے۔ آج بے خبر سوتے ہیں۔ ؎

آغوش لحد میں جب کہ سونا ہوگا　　جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ کون ہوئے گا انیس　　ہم ہوں گے یا قبر کا کونا ہوگا

حامد نے یہ شعر پڑھے :- ؎

نہ آقا کے سر میں بڑائی کا نام　　نہ بندے کو فرمانبری سے ہے کام
مئے مرگ سے ایسے مدہوش ہیں　　کہ فرش زمیں سے ہم آغوش ہیں

قبرستان سے آکر سب نے اسباب باندھا۔ میری کے عزیز و اقارب سے رخصت ہوئے۔ لیڈی نیلی اور فلورا اور ان کے شوہر سے مل کر رخصت ہونے لگے۔ ہمایوں فر نے لیڈی صاحبہ سے کہا "اماں جان میں وہی خادم ہوں جب کبھی میری ضرورت ہو۔ مجھے یاد فرمانا" لیڈی نے پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا، "بیٹا! تم مجھے میری کی جگہ ہو۔ میں تم سے نہایت خوش ہوں"۔

الغرض ہمایوں فر مع ظفر، بلقیس، غضنفر، حامد، مائیکل اور مسز مائیکل کے روانہ ہوگئے + وقت مقررہ پر بمبئی میل دہلی پہنچا +۔ روشنک کی آنکھیں دروازہ پر جمی ہوئی تھیں۔ عالیہ بیگم اور مریم بار بار پوچھتی تھیں۔ کہ سٹیشن سے لوگ پھرے؟ ہمایوں غضنفر آئے؟ اتنے میں موٹر کار کی آواز کان میں آئی۔ عالیہ بیگم ڈیوڑھی تک گئیں۔ نواب صاحب دو ہفتے ہوئے حج سے واپس آگئے تھے + ہمایوں فر نے باپ اور ماموں کو ادب سے سلام کیا۔ اندر آئے۔ ماں نے بلائیں لیں۔ اور کہا "میرا بچہ" بالکل گھل کر کانٹا ہوگیا۔ ہے ہے چہرہ کیسا مرجھا گیا ہے!"

ہمایوں فر "اب تو بالکل اچھا ہوں۔ اماں جان"۔

بیگم صاحبہ نے مسجدوں میں مسکینوں کو کھانا بھیجا۔ خیرات کی۔ قمر آرا زچہ خانہ میں تھیں۔ ہمایوں فر خود جا کر بھاوج سے ملے۔ چھوٹی بچی حسن آرا کو دیکھا + بیوی کو دیکھا۔ خاموش کھڑی ہے۔ وہاں سے اپنے کمرے میں آئے اور آرام کرسی پر لیٹ گئے + روشنک کچھ دیر تک کرسی پکڑے کھڑی رہی۔ اس کا دل بھر آیا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو روکے ہوئے تھی۔ روشنک "طبیعت کیسی ہے۔ اب تو کسی طرح کی خلش باقی نہیں"۔ ہمایوں فر "سستی سی معلوم ہوتی ہے۔ آج میں بالکل تھک گیا ہوں"۔ روشنک "غسل کا پانی تیار ہے۔ میں بوٹ کھول دوں"؟ یہ کہہ کر بوٹ کھولنے کو جھکی۔ ہمایوں فر "نہیں نہیں۔ تم تکلیف نہ کرو۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے۔ تو میں خود کھولے دیتا ہوں"۔

روشنک نے میم صاحبہ کی بیماری کا حال پوچھا۔ ہمایوں فر نے اول سے آخر بیان کیا + دونوں میاں بیوی اشکبار ہوئے + دیر تک روتی رہی۔ پھر آنسو پونچھ

کر کہا۔ صاحب! میں آپ کو کیا کہوں۔ دل کو سنبھالیں۔ رنج اور خوشی انسان کے واسطے ہیں۔ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔ جائے آسایش نہیں۔ زندگی امانت خدا کی ہے۔ اس کو اختیار ہے۔ اپنی امانت جب چاہے لے۔ ہم کو چون وچرا کی گنجایش نہیں۔ آج خاصے ہٹے کٹے ہیں۔ کل جان آفریں کو جان شیریں سپرد کر دی موت سب کے واسطے مقرر ہے۔ کل من علیہا فان۔ رونا تو تمام عمر کا ہے۔ پانچ سال کی رفیق جدا ہو تو کیسا صدمہ ہے۔ جس قدر رنج کیجئے بجا ہے۔ آپ سے ایک بیش بہا گوہر چھین لیا گیا۔ آپ کا اور میرا دل دو نہیں ہیں۔ جس قدر صدمہ آپ کو ہوا۔ مجھے اس سے کم نہیں ہوا۔ وہ تو قسمت والی تھیں۔ کاش کہ مجھ گنہگار کا مقدر بھی ایسا ہی ہو! ہمایوں فر "صبر اپنے وقت پر آیا اور آئے گا۔ بے شک دنیا فانی ہے۔ خدا کے کارخانے میں کچھ فرق نہ آیا اور نہ آئے گا۔ جس کی پوری ہوگئی وہ چل دیا۔ اب ہم ہیں اور دنیا اور دنیا کے دھندے۔ دنیا ایک تھیٹر کا اسٹیج ہے۔ ہر کوئی اپنا اپنا پارٹ دکھا کر چلا جاتا ہے+ روشنک! تمہارے چہرے پر زردی چھا گئی ہے۔ برسوں کی بیمار معلوم ہوتی ہو" روشنک: نہیں اچھی ہوں۔ آپ غسل کر لیں تو طبیعت ٹھہر جائے گی"

ہمایوں فر اٹھ کر غسل خانے گئے۔ اور روشنک نے ظفر کو بلایا۔ گود میں لیا۔ گلے لگا کر پیار کیا۔ اپنے ہاتھ سے کپڑے بدلائے۔ غسل دیا۔ بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ کہ ہمایوں فر آئے+ روشنک: "بلقیس کہاں ہے۔ کیا اس کو لندن میں چھوڑ آئے"؟ ہمایوں فر: "نہیں مسز مائیکل بمبئی سے اپنے ہمراہ شملہ لیتی گئیں۔ میں نے بھی مناسب سمجھا کہ بچوں کی پرورش عورت سے ہوتی ہے۔ ظفر میرے ساتھ آیا۔ کیوں کہ وہ اب ایک دم کو مجھ سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ ہر وقت اماں جان اماں جان کیا کرتا ہے"+ روشنک: "بے شک آپ کا فرمانا صحیح ہے بغیر عورت کے بچوں کی پرورش ممکن نہیں۔ اگر آپ کو اس کنیز پر اعتبار ہو۔ تو بسر وچشم بچوں کی خدمت کروں گی۔ بن ماں کے بچے نازک ہوتے ہیں۔ شاید ان کو بھلا سکوں"!

ہمایوں فر "مجھے تم سے یہی امید تھی ہے۔ میری رخصت ختم ہو چکی ہے۔ پرسوں مجھے

شملہ جانا ہے۔ ظفر کو میں چھوڑے جاتا ہوں۔ دوسرے مہینے میں تم کو بھی بلالوں گا حامد تمہارے ہمراہ جائیں گے"۔ روشنک۔ "جیسی مرضی ہو آپ کی"۔

ہمایوں فر"۔ ظفر! تم یہاں رہو گے۔ محمود۔ جہاں گیر کے ساتھ کھیلنا۔ تمہاری پھوپی چچی وغیرہ ہیں اور یہ تمہاری اماں جان ہیں۔ تم کو پیار کریں گی"۔ روشنک۔ "ظفر کو پیار کرکے) کیوں پیارے۔ تم رہو گے نا؟ میں تم کو کھلونا منگوا دوں گی"۔

ظفر (بھولے پن سے) کیا آپ میری اماں جان ہیں؟ (پھر غور سے دیکھ کر) کیا اب آپ اچھی ہو گئیں؟ روشنک "۔ ہاں پیارے۔ اب میں اچھی ہو گئی۔ تم نہیں جانتے بیماری کی وجہ سے میری صورت کسی قدر بدل گئی ہے۔ میں تمہاری وہی اماں جان ہوں۔ تم مجھ کو بھول گئے"؟ ظفر۔ "کیا آپ کو ڈاکٹروں نے بھیج دیا۔ اب تو آپ لندن نہ جائیں گی"؟ روشنک "۔ نہیں پیارے۔ میں اب نہ جاؤں گی"۔

ظفر زور سے روشنک کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گیا۔ اس وقت روشنک کی عجب حالت تھی۔ وہ بار بار ظفر کا بوسہ لیتی تھی۔ اور آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ ظفر "۔ (انگریزی میں) پیاری اماں جان۔ آپ نے مجھے بندوق دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب تو آپ اچھی ہو گئیں"۔

روشنک کو کیا معلوم تھا کہ کب ظفر سے اس کی ماں نے وعدہ کیا تھا لیکن فوراً جواب دیا "۔ ہاں میرے پیارے لعل۔ مجھے یاد ہے۔ میں آج ہی منگوا دوں گی"۔ ظفر "۔ آپ یہاں کیوں ہیں؟ ہمارے اپنے مکان میں نہیں جائیں گی"؟

روشنک "۔ ہاں پیارے جاؤں گی لیکن تمہارے ابا جان کی خواہش ہے۔ کہ ہم لوگ یہاں رہیں۔ تمہارے دادا جان مجبور کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں رہنا چاہتے"؟ ظفر "۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ اب میں آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ ورنہ آپ مجھے چھوڑ کر چلی جائیں گی"؟ روشنک "۔ نہیں اب میں نہیں جاؤں گی"۔

ہمایوں "۔ کیوں ظفر۔ تمہاری اماں آگئیں نا؟ اب تو خوش ہوئے"؟ ظفر "۔ ہاں ابا جان اب ہم نے اماں کو پایا"۔

دو ہی دن میں ظفر سوتیلی ماں سے ایسا ہل گیا گویا وہ اس کی حقیقی ماں

تھی۔ روشنک دم بھر نظروں سے جدا نہ کرتی تھی۔ ہر وقت اس کی خدمت میں لگی رہتی ۔ ہمایوں فرلڑکے کو سوتیلی ماں سے مانوس دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اطمینان سے شملے روانہ ہوگئے۔

نواب صاحب کی رحلت

مئی کا مہینہ تھا۔ ہمایوں فرکو گئے ڈیڑھ مہینہ ہو چکا تھا۔ پلنگ پر نرم نرم بستر لگا ہوا ہے۔ اس پر نواب صاحب لیٹے ہیں۔ اُن کا سرخ و سفید گورا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اندر باہر لوگ عیادت کو آتے تھے۔ ایک آتا تھا ایک جاتا تھا۔ گویا تانتا لگا ہوا تھا۔ گھر والے بے چارے عجب مصیبت میں تھے۔ بیمار کی تیمارداری اور مہمانوں کی خاطر داری۔ بچوں کی چیخ پکار۔ دنیا بھر کی گپیں اور باتیں ہو رہی تھیں۔ گھر گویا ریلوے اسٹیشن بنا ہوا تھا۔ مریض کے سرہانے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے۔ رنگ برنگ کی صورتیں تھیں۔ طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اول حکیم صاحب کا علاج ہوا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اتنے میں ہمایوں فر گاڑی سے بدحواس اُترے۔ اور سیدھے ڈیوڑھی پر آئے۔ حامد کا چیختے چیختے گلا پھٹا جاتا تھا۔ لیکن کوئی نہ سنتا تھا۔ اتنے میں نواب صاحب کو غش آیا۔ اور جس قدر عورتیں تھیں حتیٰ کہ ماما۔ دائی مغلانی سب مریض کے سرہانے جمع ہو گئیں۔ اور ماتم کا شور اُٹھا۔ رونے کی آواز سن کر ہمایوں فر۔ حامد۔ اشرف علی۔ منہ پر رومال ڈال کر اندر گھس گئے۔ جب بیویوں نے دیکھا کہ مرد چلے آتے ہیں تو گھبرا کر کوئی اِدھر کوئی اُدھر دوڑتی ہوئی بھاگیں۔

ہمایوں فر "الٰہی خیر۔ مریض کے کمرے میں اس قدر بھیڑ بھاڑ۔ ایسا شور و غل!" یہ کہہ کر باپ کے منہ پر پانی کا چھینٹا دیا۔ نبض دیکھی۔ سر پر برف رکھی۔ سینہ پر کان لگایا۔ اور کہا "ماموں جان فوراً سول سرجن کو بلایئے۔ میرے پاس جگر کے امتحان کا آلہ نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک میرا گمان ہے ڈبل نمونیا ہے۔ حکیم صاحب کی ٹھنڈائی نے غضب کیا!" فوراً سول سرجن اور اسسٹنٹ سرجن آئے۔ نواب صاحب کو ہوش آگیا

پوچھا اس قدر بھیڑ کیوں ہے۔ مجھ کو کیا ہو گیا تھا؟" ہمایوں فر نے کہا" ابا جان بخار کی گرمی سے طبیعت ٹھکانے نہ تھی۔ اب طبیعت کیسی ہے"؟ نواب صاحب۔ "ہمایوں فر تم کب آئے؟ میں تم کو ڈھونڈتا تھا"۔
ہمایوں فر" قبلہ! ابھی آیا ہوں"۔
اتنے میں ڈاکٹر آئے۔ نواب صاحب "بیٹا۔ ہمایوں فر! سول سرجن کو کس نے بلایا؟" ہمایوں فر" ابا جان! بندے کی خطا ہے"۔ نواب صاحب" تم ناحق بکھیڑا کرتے ہو۔ جب پیمانۂ عمر لبریز ہے تو ڈاکٹر یا حکیم کیا کر سکتا ہے؟ فیس دے کر رخصت کر دو"۔ اشرف علی" اس میں قباحت کیا ہے۔ اب وہ آ چکے ہیں پھیرنا مناسب نہیں"۔ نواب صاحب" ڈاکٹر لوگ آخر وقت تک شراب پلا دیتے ہیں۔ شراب سے میں بچ تو نہ جاؤں گا۔ قضا کہیں ٹلتی ہے۔ بھلا موت کے وقت حرام شے کیوں پیوں؟" اشرف علی" نہیں بھائی صاحب! میں ذمہ لیتا ہوں"۔
نواب صاحب" اجی نہیں مجھے کسی پر اعتبار نہیں"۔ ہمایوں فر" خیر وہ دیکھ جائیں نسخہ میں لکھوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ ایسا نہ ہوگا"۔ نواب صاحب "خیر صاحب! بلالو"۔ ڈاکٹر اندر آئے۔ جگر کا معائنہ کیا۔ آلہ لگایا۔ ہمایوں فر نے خود ڈاکٹر کی صلاح سے نسخہ لکھا۔ ڈاکٹر" اب کیا ہو سکتا ہے۔ ایک ہفتہ سے مریض نمونیہ میں مبتلا ہے۔ اور علاج آج شروع ہوا"۔ الغرض ہمایوں فر نے سول سرجن اور اسسٹنٹ سرجن کو پوری اجرت پر حاضر رکھا۔ اور دو روز تک علاج ہوا۔ تیسرے روز پسینہ شروع ہوا۔ ہمایوں فر رومال سے پسینہ پونچھتے تھے اور خاموش بیٹھے تھے۔ تین دن چوبیس گھنٹے بیٹھے رہے۔ نواب صاحب کے ہوش درست ہوئے۔ انہوں نے بھو، بیٹی، بیوی، بہن، عزیز۔ اقارب۔ داماد بیٹے پوتے۔ پوتی۔ نواسہ۔ نواسی سب کو بلایا۔ وصیت کی۔ روشنک۔ مریم، بہار النسا ہچکیاں لینے لگیں۔ نواب صاحب نے سب کو پیار کیا۔ اور کلمہ طیب پڑھتے ہوئے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مہ رہانے اشرف علی لیسین پڑھ رہے تھے۔

گھر میں ماتم بپا ہو گیا۔ ہمایوں فر کی آنکھیں سرخ ہو گئیں + اتنے میں مرد اندر آئے۔ ہمایوں فر، غضنفر، حامد اور اشرف علی نے غسل دیا۔ عورتوں کو آخری دیدار دکھا کر جلد جلد جنازہ لے گئے + جنازہ کے ہمراہ کوئی چار پانچ ہزار آدمی کا مجمع تھا۔ الغرض سپرد خاک کر کے جس وقت سب گھر آئے تو کہرام مچ گیا۔ بہار النساء اور مریم کو غش پر غش آتا تھا۔ روشنک روتے روتے نڈھال ہو گئی تھی۔ قمر آرا کا برا حال تھا۔ عالیہ بیگم منہ لپیٹے خاک پر پڑی تھیں + الغرض چہلم حسب دستور ہوا۔ تمام شہر کے لوگ امیر، غریب، فقیر مدعو تھے۔ ایک ہفتہ تک کھانا پکا۔ اور گھر گھر تقسیم ہوا۔ روپیہ پیسہ، کپڑا خیرات ہوا + فاتحہ چہلم سے فارغ ہو کر ماموں اور بھائی کے کہنے سے ہمایوں فر نے نائبوں، گماشتوں کو طلب کیا۔ اور کاغذات دیکھے تو معلوم ہوا۔ کہ پچاس ہزار نقد اور بیس ہزار ماہوار کی جائداد تھی + نواب صاحب کے والد نے اپنی دونوں لڑکیوں کو محروم الوراثت کر کے کل جائداد دونوں لڑکوں کے نام کر دی تھی + ہمایوں فر نے جب کاغذات دیکھے تو کہنے لگے "یہ کیا معاملہ ہے؟ اس کو تو میں روا نہ رکھوں گا کہ مجبور عورتوں کا حق غصب کیا جائے"

خورشید نواب "تم کوئی خدائی فوجدار ہو؟ شروع سے برابر ہوتا آیا ہے صاحب یہ کوئی نئی بات نہیں ہے" ہمایوں فر "شرم نہیں آتی۔ بہنوں کا حق کھاتے ہیں اور شرماتے نہیں" خورشید "تم کیا چاہتے ہو؟" ہمایوں فر "جو حکم خدا و رسول ہے۔ میں دادا صاحب مرحوم کی تقلید نہ کروں گا۔ استغفر اللہ!"

خورشید "تمہاری باجی دست برداری دیں گی۔ وہ کہتی ہیں کہ چھوٹے بھائیوں سے ہرگز نہ لوں گی" ہمایوں فر "یہ اُن کی نوازش اور محبت کا ثبوت ہے لیکن تف ہے ہم پر کہ وہ عورت ہو کر اپنا حق چھوڑ دیں اور ہم مرد کی صورت اسے لے کر بغیر ڈکار ہضم کر لیں۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرے۔ نہ کہ بے بس عورتوں کا حق غصب کرے۔ عورتیں بے چاری ذریعہ معاش پیدا نہیں کر سکتیں"

عالیہ بیگم "خیر بیٹا! بہنوں کو کچھ دیدو" ہمایوں فر "نہیں اماں جان! کچھ کیا معنے جس قدر حقوق ان کو شریعت نے دلائے ہیں۔ ادا کرنے چاہئیں۔ میں پھوپھیوں

حصہ بھی واپس کرنا چاہتا ہوں۔ اگر سب کی مرضی ہو۔"
بہارالنساء:" ان کے حقوق تم پر کیوں کر واجب ہوگئے؟" ہمایوں فر:" ضرور واجب ہوئے۔ اگر میں واپس نہ کروں تو خدا کے یہاں پرسش ہوگی۔ بلکہ مجھے دادا صاحب پر رحم آتا ہے۔ خدا اُن کی مغفرت کرے میں اس بُرے دستور اور بدنما دھبے کو اپنے خاندان سے مٹانا چاہتا ہوں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ دولت آج ہمارے پاس ہے۔ تو کل کسی اور کے پاس۔ اپنا حساب پاک رکھنا چاہئے۔"
عالیہ بیگم:" تمہارے دادا جان نے لڑکیوں کو جہیز کا بڑا سامان دیا تھا۔"
بہارالنساء:" پھوپھیاں جانیں اور اُن کے والدین۔ ہم سے کیا واسطہ؟"
ہمایوں فر:" میں تو دست بردار ی دیتا ہوں۔ شرعی مسائل کا خون کر کے ترکۂ پدری لینے پر میرا نفس مجھے ملامت کر رہا ہے۔" اشرف علی:" غضنفر! تم کیا کہتے ہو؟"
غضنفر:" میں بھی ہمایوں فر کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔" عالیہ بیگم:" مریم تم کہو۔" مریم:" اماں جان! بھائی جان ٹھیک کہتے ہیں۔" اشرف علی:" لیجئے فرصت ہوئی۔ تین شریک ایک طرف ہیں۔" عالیہ بیگم:" بیٹا ہمایوں! سوچو تو اگر تمہاری پھوپھی کے لڑکوں سے اتفاق نہ ہوا۔ تو جائداد تقسیم ہو کر برباد ہوگی۔" ہمایوں فر:" جی ہاں بے شک ہوگی۔ اس کی سہل ترکیب یہ ہے کہ میں پھوپھیوں کو راضی کر کے نقد قیمت دے دوں۔" سب خاموش ہوگئیں اور منظوری دے دی تو ہمایوں فر نے اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو بلا کر تقسیم جائداد کی۔ روشناک کے حصے میں سے بھی پھوپھیوں کا حصہ نکال کر اس کی قیمت مناسب اور اپنے ترکہ پدری میں سے ان کے حصہ کی قیمت نقد پھوپھیوں کے حوالہ کی۔ ایک رشتہ کے چچا نے کہا۔" شاباش بیٹا شاباش۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند بیٹا! ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ تم کو کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کرو گے۔" اس کے بعد بہنوں کو ان کا حصہ دیا۔ ایک انگریز منیجر ہزار

روپیہ ماہوار تنخواہ پر مقرر کیا۔ کل جائداد کا بندوبست کیا۔ اور کاغذات وغیرہ بھائی کے حوالے کئے۔ اور کہا" جس طرح ابا جان اماں جان کو خرچ دیا کرتے تھے۔ آپ بھی دیا کیجئے گا۔ بلکہ جس قدر ہمارے آپ کے حصّہ میں سے روپیہ خرچ سے زیادہ ہو۔ اماں جان کے ہاتھ میں دینا مناسب ہے۔ اور روشنک کا روپیہ اُن کے نام جمع کر دیا کیجئے گا+ میری رخصت ختم ہو گئی ہے جس قدر کام آپ نے میرے ذمہ کیا میں نے پورا کر دیا۔ اور سب جھگڑا طے ہو چکا"+

غضنفر" یہ تمہارا ہی حوصلہ تھا۔ مجھ سے تو نہ ہوتا"+ الغرض ہمایوں فر کے پاس تعزیت کو مائیکل دہلی آئے۔ اور دوسرے دن چلے گئے۔ ہمایوں فر نے بھاوج سے کہا" کہ اگر اماں جان کی اجازت ہو تو میں روشنک کو ہمراہ لے چلوں"! قمرآرا نے کہا" ضرور لیتے جاؤ۔ ہر بات کی تکلیف ہوتی ہوگی۔ روپیہ پیسہ نوکروں کے ہاتھوں برباد ہو رہا ہے۔ تمہاری طبیعت تنہائی سے پریشان ہوتی ہوگی۔ صدمہ پر صدمہ اُٹھانا پڑا۔ اماں جان کی خدمت کو میں موجود ہوں۔ اور سردی پڑتے ہی پھر آپ کو دہلی آنا ہوگا"+ ہمایوں فر" آپ اماں جان سے کہیں۔ اگر ان کی اجازت ہو"+ قمرآرا نے کہا۔ صالحہ بیگم نے بھی کہا۔ تو عالیہ بیگم نے کہا" گو میں اس لڑکی کو دم بھر چھوڑنا نہیں چاہتی۔ لیکن تین سال سے برابر میرے گھٹنے سے لگی بیٹھی ہے اب خدا اس کو ہنسی خوشی زندگی بسر کرنا نصیب کرے۔ میں خود ہی ہمایوں فر سے کہنے کو تھی۔ کہ دُلہن کو ضرور لے جاؤ۔ تنہائی اور پردیس کا معاملہ اس پر باپ کا غم۔ روشنک ماشا اللہ عقلمند لڑکی ہے۔ ہر طرح شوہر کو آرام دے گی"+ قمرآرا نے ہمایوں فر سے کہا+ روشنک نے اپنا سامان تیار کیا۔ ماں سے ملنے گئی۔ حسینی بیگم کو منظور نہ تھا۔ غصہ سے خاموش رہیں+ روشنک وہاں سے ساس کے پاس آئیں کہا" اماں جان مہ جبین کو آپ کے پاس چھوڑے جاتی ہوں۔ میرا تو اس کو چنداں خیال بھی نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ برابر رات دن آپ کے پاس رہتی ہے"+ عالیہ بیگم کو پوتی سے گویا عشق تھا۔ ان کی دلی تمنا حاصل ہوئی۔ نہایت خوش ہوئیں+ ہمایوں فر مع بیوی اور ظفر کے روانہ ہو گئے۔ نرگس بھی مع اپنے بیٹے عبدالرحیم کے اپنے شوہر

عبدالکریم کے ہمراہ روشنک بیگم کے ساتھ ہوئی +
روشنک بیگم نے دہلی سے چلتے وقت پارسی ساڑھی باندھی تھی۔ کیوں کہ ہمایوں فر کو دہلی لکھنؤ کا لباس پسند نہ تھا۔ اس لئے اکثر روشنک ساڑھی باندھتی تھیں + ریل شملہ ریلوے سٹیشن پر ٹھیری۔ روشنک برقعہ پوش۔ ہمایوں فر کا ہاتھ تھامے ہوئے پلیٹ فارم پر آئی۔ ظفر کا ہاتھ پکڑے ہوئے گاڑی پر سوار ہو گئی +

یوروپین مہمان

شام ہونے کو ہے۔ پہاڑ کی چوٹیوں میں آفتاب اس وقت نظروں سے غائب ہو رہا ہے۔ اس کی سنہری خوب صورت چمکتی ہوئی صورت۔ آہستہ آہستہ پہاڑوں کے پیچھے اپنی صورت کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک عالی شان کوٹھی کے پائیں باغ میں آفتاب کی ہلکی ہلکی سنہری روشنی سبز سبز پتوں پر اور رنگ برنگ کے پھولوں پر پڑ رہی ہے۔ چڑیاں درختوں پر بسیرا ڈھونڈ رہی ہیں۔ اور طرح طرح کی بولیاں بول رہی ہیں۔ بڑے بڑے درختوں کو کبھی کبھی ہوا کے جھونکے جنبش دے کر چلے جاتے ہیں + باغ کیا تھا رشک گلزار جناں تھا۔ ہر تختہ جنت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ خوشنما گملے رکھے ہوئے تھے۔ کمرے فرنیچر سے سجے ہوئے تھے قالین کا فرش تھا۔ کھڑکیوں پر ریشمی قیمتی پردے لٹک رہے تھے۔ بیڈ روم کے بغل کے کمرے میں قد آدم آئینہ کے قریب روشنک کھڑی ہو کر بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ خادمہ ادب سے کھڑی تھی۔ کہ ہمایوں فر نے پردہ ہٹا کر کہا" میں اندر آؤں؟" روشنک" آیئے" ہمایوں فر" تم نے اُن کو پانچ بجے کا وقت لکھا ہے۔ اور چار بج کر تیس منٹ ہو گئے۔ اب تک تم نے کپڑے نہیں بدلے۔ اب وہ آتے ہی ہوں گے" روشنک" مجھ کو عصر کی نماز میں دیر لگی۔ لیجئے میں ابھی آئی۔ کپڑے بدلنے میں کون سی دیر لگتی ہے" ہمایوں فر ہال میں آنے والے مہمانوں کا انتظار کرنے لگے + دس منٹ بعد روشنک بیگم تیار ہو کر آئیں۔ عباسی رنگ کی مہین ساڑھی۔ اس پر سلمہ ستارے کی آڑی سنہری بیل بنی ہوئی۔ دھانی رنگ کی ریشمی انگریزی دوکان کی سلائی

ہوئی بلاؤس۔ اس پر لیس اور جا بجا ستارہ۔ پاؤں میں صرف ریشمی موزہ اور تیس روپے قیمت کی انگریزی نرم چمڑے کی جوتی۔ کانوں میں زمرد اور ہیرے کی قیمتی ایر رنگ گلے میں گلوبند جڑاؤ اور ہار۔ بڑی بڑی موتیوں کی لڑی خوب صورت صراحی دار گلے میں کئی پھیر دیئے ہوئے۔ آخیر لڑی سینہ تک لٹک رہی تھی +
اس نے بالوں میں اس طرح کنگھی کی تھی کہ کھنچی ابرو سے کسی قدر اونچی ایک خم نمودار تھی۔ بالوں میں تیل کی چکنائی۔ یا کسی قسم کی چٹ۔ مثلاً موم یا گوند وغیرہ نہ تھی بالوں میں موتیوں کی لڑی لپیٹا کر جوڑا باندھے تھی۔ جوڑے پر ایک جڑاؤ پھول۔ ہاتھوں میں یاقوت کے کڑے اور چار چار جڑاؤ چوڑیاں۔ انگلیوں میں قیمتی انگشتریاں۔ ناک میں ایک چھوٹی سی کیل۔ جس پر صرف ایک ہیرے کا نگ شب چراغ کی مانند چمکتا تھا جب سے شادی ہوئی تھی۔ عالیہ بیگم نے کبھی ناک ننگی رکھنے نہیں دی۔ اور چلتے وقت بھی تاکید کی تھی۔ ساس کے اصرار سے روشنک برابر کیل پہنے رہتی۔ دہلی میں وہ کبھی کبھی معمولی ساڑھی باندھتی تھی لیکن آج اس نے برھمو لیڈی جیسی ساڑھی باندھی تھی۔ ساڑھی کا آنچل بُرُج سے اٹکا ہوا تھا۔ سر پر استارہ لگایا گیا تھا۔ جو اکثر برھمی لیڈیاں لگایا کرتی ہیں +
روشنک کا حسن اس صوفیانہ لباس اور سیدھے سادھے سنگھار سے دوبالا ہو گیا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ پری اُتر آئی ہے ؎

صفائی یہ پوشاک کی دیکھ لو　　نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو
بدن آئینہ سا دمکتا ہوا　　گل باغ خوبی لہکتا ہوا
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام　　قیامت کرے جس پہ جھک کر سلام

ہمایوں فر" آج تو حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں"

روشنک" میرا حسن صرف میری عصمت و عفت ہے"! ہمایوں فر" (مسکراکر) آج تم کو اُن کے سامنے ہونا پڑے گا۔ ورنہ اُن کو سخت رنج ہو گا۔ مجھے اُن کی

خاطر عزیز ہے"۔ روشنک "آپ کو اختیار ہے۔ چاہے جس کے سامنے کر دیں۔ عذر نہیں کر سکتی آپ میرے مالک ہیں لیکن اچھی بات نہیں۔ لوگ ہنسیں گے اور میری آنکھیں کسی سے چار کیوں کر ہوں گی"۔ ہمایوں فر "ہماری خاطر تم کو جانا پڑے گا"۔ روشنک "مجھے تعمیل حکم میں عذر نہیں"۔ ہمایوں فر "بس میرا جی خوش ہو گیا"۔ روشنک "آپ نے اُن سے کیا کہا تھا میرے بارے میں"؟ ہمایوں فر "بس اسی قدر کہ ہم نے والدین کے اصرار سے شادی کر لی ہماری بیوی کل شام کو ہمارے ساتھ دہلی سے آئی ہیں اور تم لوگوں سے ملنا چاہتی ہیں"۔

اتنے میں ایک گاڑی پھاٹک کے اندر داخل ہوئی۔ اور دونوں یورپین میاں بیوی مع ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے اُترے۔ ہمایوں فر نے شیک ہینڈ کیا اور دونوں کو اندر لائے۔ روشنک بیگم سر جھکائے تعظیم کو کھڑی ہو گئیں۔ ہمایوں فر "یہ مسٹر مائیکل تمہارے بھائی اور مسز مائیکل تمہاری بھاوج ہیں (پھر مہمانوں کی طرف مخاطب ہو کر) یہ ہماری بیوی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ ان سے مل کر خوش ہونگے"۔

روشنک کی نظر شرم سے جھکی جاتی تھی۔ اور آواز گلے کے اندر پھنستی تھی لیکن شوہر کی خوشی اُسے ہر طرح منظور تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر شیک ہینڈ کیا اور کہا "میں آپ لوگوں کی تشریف آوری سے نہایت خوش ہوئی۔ زہے نصیب ہمارے کہ زیارت نصیب ہوئی۔ آپ میرے حقیقی بھائی ہیں۔ اور یہ میری پیاری بھاوج۔ میں کوئی بھائی نہیں رکھتی تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے بھائی بھاوج عطا کئے"۔ مسٹر مائیکل "میں نہایت خوش ہوا۔ کہ آپ مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہیں۔ اور خدا کا شکر گذار ہوں۔ کہ اس نے ہماری بہنوں میں ایک معزز خوب صورت بہن کا اضافہ کیا۔ میں اپنے دوست سر ہمایوں فر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ کہ انہوں نے ہماری خوب صورت بہن میری کے بعد حسین تعلیم یافتہ بیوی پائی جو کسی طرح اس سے کم نہیں ہیں"۔

سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور یوں گفتگو ہوئی:۔

مائیکل:۔ ہمایوں فر میرے دوست! یہ خاتون کس شہر کی باشندہ ہیں؟"
ہمایوں فر:۔ خاص دہلی کی۔ ہمارے خاندان کی لڑکی سگی چچا زاد ہیں ہماری"
مسز مائیکل:۔ "مسز ہمایوں فر نے انگریزی کی تعلیم کہاں پائی؟ کیسی حسین اور تربیت یافتہ لیڈی ہیں!" ہمایوں فر:۔ "گھر ہی میں۔ مس ٹامسن نے ان کو تعلیم دی علم سے ان کو گویا عشق ہے۔ عربی۔ فارسی۔ ناگری بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔ انہوں نے پرائیویٹ امتحان دے کر انٹرنیس درجہ اول میں پاس کیا ہے۔" مسٹر مائیکل:۔ "ایک پردہ نشین مسلمان لیڈی کا اس قدر اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے۔" ہمایوں فر:۔ "بے شک۔" مسز مائیکل:۔ "مجھے آپ سے بڑی شکایت ہے۔ مجھے شادی میں بلایا ہوتا۔" ہمایوں فر:۔ "بے شک خطا ہوئی لیکن وہ موقع ایسا ہی تھا اس لئے میں نے خیال کیا کہ اپنی خطا ایک دم میں معاف کرا لوں گا۔" مسز مائیکل:۔ "مسز ہمایوں فر خاموش کیوں ہیں؟" ہمایوں فر:۔ "آپ کو معلوم ہے۔ ہمارے یہاں کی رسم۔ یہ پہلا مرتبہ ہے کہ ایک پردہ نشین لیڈی ایک یورپین جنٹلمین کے سامنے بیٹھی ہے۔ میں نے ان کو مجبور کیا۔ لیکن تاہم وہ شرما رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی۔"
مسز مائیکل:۔ "کیا آپ پردہ کو جائز رکھیں گے؟"
ہمایوں فر:۔ ضرور لیکن مسٹر مائیکل سے نہیں۔ وہ ہمارے جانی دوست ہیں۔ ان کی خاطر مجھے بہت ہی عزیز ہے۔ اگر ہماری بیوی ان سے پردہ کریں۔ تو بالکل غیر سمجھی جائے گی۔ گو لوگ مجھے برا کہیں گے۔ کیوں کہ بلا نقاب کے اہل اسلام کی عورتیں کسی کے سامنے جا نہیں سکتیں لیکن مائیکل ہمارے پیارے دوست اور پیاری کی بیوی کے بھائی ہیں۔ روشنک بھی ان کی بہن ہیں پھر بھائی سے بہن کا پردہ کیسا؟"
مائیکل:۔ "میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ بے شک پیارے دوست۔ ہم دونوں میں قلبی محبت ہے۔ اگر مسز ہمایوں فر کا مجھ سے پردہ ہوتا۔ تو مجھے اس قدر بے تکلفی نہ ہوتی۔"
مسز مائیکل:۔ "کچھ دیر آپ دونوں باغ میں جائیں۔ ہم آپس میں بے تکلفی سے باتیں

کریں؟"

مسٹر مائیکل اور ہمایوں فر دونوں اٹھ گئے۔ اور روشنک نے چائے تیار کی۔ سامنے چھوٹا سا میز اس پر چاندی کا چائے سیٹ تشتریاں ان میں میوہ پھل۔ انگریزی مٹھائی رکھی ہوئی تھی + روشنک نے پیالی بڑھائی۔ مسنر مائیکل نے تھینک یو کہہ کر پیالی لی۔ اور کچھ مٹھائی پھل بھی کھائے۔ روشنک نے بھی چائے پی + آیا چاندی کی کشتی میں چائے کی پیالیاں۔ مٹھائی پھل کی تشتریاں لے کر برآمدہ میں گئی۔ خدمت گار خانساماں نے کشتی لی۔ اور باغ میں چھوٹی سی میز بچھائی + مائیکل۔ ہمایوں فر۔ دونوں نے چائے پی۔ ظفر کے ہمراہ مائیکل کا لڑکا میکسویل اور لڑکی روز اندر آئے۔ روشنک نے پیار کیا۔ اور بچوں کو ناشتہ دیا۔ ظفر۔ "اماں جان آپ کے واسطے میں یہ پھول لایا ہوں"۔ روشنک "تم کہاں تھے؟ دیکھو تمہاری آنٹی آئی ہیں"۔ ظفر۔ "میں میکسویل اور روز کے ساتھ باغ میں کھیلتا تھا آیا نے کہا تمہاری اماں بلاتی ہیں۔ میں فوراً دوڑا آیا" مسنر مائیکل "(پیالی میز پر رکھ کر) یہ چھوٹا شریر تو آپ کو بہت ستاتا ہوگا"۔ روشنک "جی نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ سے میرا دل بہلتا ہے۔ میرا اکثر بچوں کا ساتھ رہا ہے"۔

کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد مسنر مائیکل اٹھیں۔ اور کہا "مسنر ہمایوں فر! میں آپ سے مل کر نہایت خوش ہوئی"۔ روشنک "میں ذرۂ ناچیز ہوں آپ کی شکر گذار ہوں۔ کہ آپ مجھ سے خوش ہوئیں۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ ہم لوگوں میں دن دونی رات چوگنی محبت ہوگی۔ اور آپ ہمیشہ مجھ سے اسی طرح پیش آئیں گی"۔ مسنر مائیکل "کل ہمارے یہاں چائے پر آپ کو ضرور آنا ہوگا۔ میں بغیر وعدہ لئے نہیں جاتی"۔ روشنک "مجھے عذر نہیں لیکن شوہر کی اجازت درکار ہے"۔ مسنر مائیکل "ہمایوں فر کو عذر نہ ہوگا"۔

یہ کہہ کر انھوں نے ہمایوں فر کو پکارا + دونوں آگئے + روشنک نے دونوں میاں بیوی سے شیک ہینڈ کیا۔ مسنر مائیکل نے کہا "میں کل آپ دونوں میاں بیوی کو دعوت دیتی ہوں۔ ضرور آنا ہوگا"۔ ہمایوں فر "ضرور حاضر ہوں گا"۔

مسز ہائیکل وعدہ لے کر مع شوہر کے گاڑی پر سوار ہو گئیں ۔
ہمایوں فر (بیوی سے) میں تم سے نہایت خوش ہوا ۔ روشنک ۔ وہ تو خیر آپ کے رشتہ دار ہیں ۔ لیکن اب کہیں یورپین لیڈیوں کی طرح مجھے اپنے دوستوں سے انٹروڈیوس نہ کرنا ۔ مجھ سے اس قدر بے غیرتی نہ ہو گی ۔ ہمایوں فر ۔ نہیں میں ایسا ہرگز نہ کروں گا ۔ مجھے خود پردہ کا لحاظ ہے ۔ روشنک ۔ جی ہاں کیسا کچھ لحاظ ہے ۔ ہمایوں فر ۔ ہائیکل کی بات اور تھی ۔ دونوں میاں بیوی تم سے نہایت خوش ہوئے تمہارے مداح تھے ۔ روشنک ۔ شکر ہے کہ وہ لوگ ہم سے خوش ہو کر گئے ۔

اتنے میں کھانے کے کمرے سے گھنٹی کی آواز آئی اور دونوں میاں بیوی میز کے گرد بیٹھ گئے ۔ جس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے تھے ۔ ایک طرف عبدالکریم اور بوئے دس گیارہ سال کا لڑکا کھڑا تھا ۔ دوسری طرف آیا اور دو خادمہ کھڑی تھیں ۔ روشنک ۔ انگریزی کھانے مجھے بہت پسند ہیں ۔
ہمایوں فر ۔ غذا میں دو باتوں کا لحاظ کرنا ضرور ہے ۔ اول یہ کہ سب ضروری اجزا غذا میں موجود ہوں ۔ دوسرے یہ کہ ان اجزا کا اندازہ ٹھیک رہے ہمارے ہاں گھی اور مصالحہ بہت ڈالا جاتا ہے ۔ اور کھانے ثقیل ہوتے ہیں معدہ اپنی طاقت سے زیادہ غذا ہضم نہیں کر سکتا ۔ اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ۔ ابالی ہوئی سیدھی سادی کم مصالحہ دار غذا صحت کے واسطے نہایت مفید ہے ۔ اس لئے یہ یورپین لوگ برابر سیدھا سادا کھانا کھاتے ہیں ۔ روشنک ۔ یورپین ہر بات کی احتیاط کرتے ہیں ۔ اور صحت کا بہت ہی خیال رکھتے ہیں ۔ اسی لئے تندرست رہتے ہیں ۔ ہمایوں فر ۔ کل سے تم ایک گھنٹہ فرصت کے وقت میرے پاس طبابت کی کتابیں پڑھا کرو ۔ حفظان صحت اور غذا کے فائدے نقصان ۔ اور کسی قدر ڈاکٹری جاننا عورتوں کو ضرور ہے ۔ روشنک ۔ میری بھی خواہش تھی لیکن شاید آپ کو تکلیف ہو کیونکہ آج کل آپ قانون تصنیف کر رہے ہیں ۔ اسی لحاظ سے چپ رہی ۔ ہمایوں فر ۔ میں اپنے وقت میں سے ایک گھنٹہ ضرور تم کو دوں گا ۔
الغرض کھانے کے بعد دونوں میاں بیوی برآمدہ میں کچھ دیر ٹہل کر اپنے

کمرے میں گئے۔ کپڑے اتار کر سو رہے۔ صبح کو روشنک نے منہ ہاتھ دھو۔ وضو نماز۔ تلاوت سے فارغ ہو کر بغل کے کمرے میں جا کر دیکھا۔ تو ہمایوں فر اب تک تلاوت کر رہے ہیں۔ روشنک سیدھی کھانے کے کمرے میں گئی۔ گھنٹی بجائی۔ خادم (بوائے) چائے دان اور دودھ لے کر حاضر ہوا۔ اتنے میں ہمایوں فر کپڑے بدل کر آئے ظفر کو آیا لے کر آئی۔ روشنک نے چائے تیار کی۔ ہمایوں فر نے چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ اور کہا۔ "چلو باغ میں کچھ دیر ٹہلیں۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا صحت کے واسطے مفید ہے" روشنک "میں کس طرح جاؤں نوکروں کا سامنا ہوگا؟"

ہمایوں فر "(مسکرا کر) برقعہ اوڑھ لو" روشنک "میں جھینپی ہوں۔ آپ آہستہ آہستہ پردہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ لوگ نام دھریں گے۔ اماں جان خفا ہوں گی"

ہمایوں فر "مجھے خود پردہ کا خیال ہے صاحب۔ ہمارا کہنا مانو۔ چلی آؤ"

دونوں میاں بیوی اور ظفر باغ میں گئے۔ دور تک ٹہلتے ہوئے نکل گئے۔

ہمایوں فر "(نقاب چہرہ سے اُلٹ کر) یہاں کون ہے سوائے ہمارے اور ظفر کے۔ جب کوٹھی کے قریب ہوگی تو ڈال لینا"

روشنک نے پھول توڑے آدھ گھنٹے کے بعد واپس آئے۔ ہمایوں فر تو دفتر کے کمرے میں گئے۔ اور روشنک بیگم اندر آئیں۔ خانساماں حاضر ہوا۔ اس کو کھانے پکانے کی ہدایت کر کے کمروں کے فرنیچر کو دیکھا۔ کہ اچھی طرح صاف ہوئے یا نہیں بیرا مان سنگھ فرنیچر صاف کر کے باہر گیا۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر ظفر کو سبق یاد کروایا۔ اس کے بعد لکھنے کی میز کے قریب کرسی کھینچی اور ڈاک کھولی۔ جواب لکھا۔ اتنے میں بازار سے سودا سلف لے کر خانساماں حاضر ہوا حساب کا کاغذ دیا۔ اور باورچی خانہ میں گیا۔ روشنک نے خانساماں کا حساب دیکھا۔ اور اخبار پڑھنے لگی۔ گیارہ بجے کھانا میز پر چنا گیا۔ بعد کھانے کے ہمایوں فر آفس گئے۔ روشنک ایک گھنٹہ لیٹ کر اٹھی۔ نماز پڑھی۔ میاں کا ٹفن بھیجا۔ منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے۔ کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ کہ ہمایوں فر آئے۔ چائے پی۔ ناشتہ کیا۔ ظفر کو کپڑے بدلائے۔ اور دونوں میاں بیوی گاڑی پر سوار

ہوئے گاڑی مسٹر مائیکل کی کوٹھی پر رکی۔ مسز مائیکل زینہ پر کھڑی تھیں۔ برقعہ پوش روشنک اُتر کر شیک ہینڈ کرتی ہوئی ہال میں گئی۔ مسز مائیکل نے تین چار لیڈیوں کو چائے پر بلایا تھا۔ مسز ہمایوں فر سے تعارف کرایا۔ ہمایوں فر مائیکل کے ساتھ دوسری طرف چلے گئے۔ روشنک نے برقعہ اُتارا۔ اور کرسی پر بیٹھی۔ مسز چارلی جن کے شوہر ہمایوں فر اور مسٹر مائیکل کے ساتھ انڈیا گورنمنٹ میں معزز عہدے پر ممتاز تھے۔ یوں ہم کلام ہوئیں۔ مسز چارلی۔ "میں آپ سے مل کر نہایت خوش ہوئی۔ آپ کی صورت کیسی پیاری ہے" ایک مس "آپ کے دانت کیسے چمک دار ہیں۔ جیسے موتیوں کی لڑی۔ ہم نے لکھنؤ میں ایک بیگم کو دیکھا تھا۔ انہوں نے ہونٹ اور دانتوں میں کوئی سیاہ چیز لگائی تھی۔ کہنے لگیں۔ ہمارے ملک میں یہ لگانا ضرور ہے۔ لیکن آپ نے نہیں لگائی" روشنک "اکثر بیگمات استعمال کرتی ہیں لیکن آج کل کی نئی تعلیم یافتہ بیگمات پسند نہیں کرتیں"

مسز مائیکل "مسز ہمایوں فر اعلیٰ تعلیم یافتہ لیڈی ہیں۔ میں جب سے ملی ہوں۔ ان کی محبت بھول نہیں سکتی۔ میری مرحومہ کے بعد ہم لوگ مسز ہمایوں فر کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ ہم تو نہایت خوش ہیں۔ ان سے" مسز کنگ "ہم ان کی صورت کے مداح ہیں" مسز ہمایوں فر "میری پیاری معزز لیڈی ماشاءاللہ آپ خود کیا کم ہیں۔ یہ تو آپ لوگوں کی قدر دانی ہے کہ مجھ نووارد کی آپ لوگوں کے دل میں اس قدر محبت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ سب کی شکر گذار ہوں" مسز چارلی "میں اکثر مسٹر ہمایوں فر کو دق کیا کرتی تھی۔ کہ آپ جلد شادی کر لیں"

مسز مائیکل "مسز چارلی تم نے وہ خط نہیں دیکھا۔ جو گذشتہ ہفتہ مس ایلن نے ہم کو لکھا ہے۔ وہ مسٹر ہمایوں فر سے شادی کرنا چاہتی ہیں" مسز چارلی "میں وہ خط ضرور دیکھوں گی" مسز مائیکل "بلکہ میں اپنی بہن مسز ہمایوں فر کو بھی دکھاؤں گی"

مسز مائیکل وہ خط لائیں۔ اور روشنک کو دیا۔ وہ پڑھ کر مسکرا کر کہنے لگیں "خیر کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے یہاں چار بیبیاں جائز ہیں" مسز چارلی "اور آپ

کچھ نہ کہیں گی" روشنک "اول تو روشن خیالات والے نوجوان دو بیبیاں نہیں کرتے۔ بالفرض اگر میرے شوہر کی اس میں خوشی ہو تو۔ مجھے عذر نہیں۔ بلکہ عین خوشی ہوگی۔ ہمارے یہاں شوہر کے شوق بہت کچھ ہیں"۔ مسنر چارلی "آپ اچھی اور مطیع بیوی ہیں۔ میں ہمایوں فر کو مبارک باد دیتی ہوں۔ کہ آپ سے اچھی بیوی ان کو نہیں مل سکتی"۔ روشنک "بلکہ یوں کہئے کہ ان سے بہتر شوہر مجھے نہیں مل سکتا"۔

مس نے پیالہ نوبجایا۔ مسنر مائیکل نے چائے دان سے چائے پیالی میں ڈالتے ہوئے پوچھا" مسنر ہمایوں فر آپ کو ہلکی چائے پسند ہے" روشنک "معاف کیجئے۔ مجھے زکام کی شکایت ہے۔ میں یہ مٹھائی کھاتی ہوں" یہ کہہ کر انگریزی مٹھائی اُٹھالی۔ مسنر کیننگ "میں امید کرتی ہوں کہ آپ ہم لوگوں سے اسی طرح پیش آئیں گی جیسی میری مرحومہ تھیں"۔ روشنک "وہ بڑی نیک اور خلیق لیڈی تھیں افسوس موت نے اُن کو ہم سے جدا کر دیا کجا وہ اور کجا میں لیکن میں آپ لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کروں گی۔ خدا کرے ہماری صحبت سے آپ خوش ہوں"۔

مسنر مائیکل "مسنر ہمایوں فر! کیا میری مرحومہ سے آپ کی ملاقات تھی؟"

روشنک "جی ہاں۔ کئی مرتبہ ملی ہوں۔ ہم دونوں میں بڑی محبت تھی۔ اکثر مجھے ان کی پیاری صورت یاد آتی ہے۔ خدا مغفرت کرے"! مسنر چارلی "(تعجب سے) میری سے ان سے کیوں کر ملاقات تھی؟" مسنر مائیکل "مسنر ہمایوں فر۔ مسٹر ہمایوں فر کی چچا زاد ہیں۔ اکثر آتی جاتی تھیں۔ ہمایوں فر کی بہن بھاوج کو ہم نے بھی دیکھا ہے"۔

اتنے میں ہمایوں فر دروازے پر آئے۔ اور کہا" روشنک! اب چلنا چاہئے مسنر مائیکل سے اجازت لے لو"۔ روشنک سب سے شیک ہینڈ کرتی ہوئی کھڑی ہوگئیں۔ لیڈیاں اُن کے ہمراہ دروازہ تک آئیں۔

مسنر چارلی "مسٹر ہمایوں فر! میں آپ کی بیوی سے مل کر نہایت خوش ہوئی"۔

مسنر کیننگ "میں کہنے ہی کو تھی۔ خوب صورت لیڈی ہیں"۔ ہمایوں فر "میں خوش ہوا۔ کہ آپ لوگوں کو اس قدر جلد ان سے محبت ہوگئی"۔

روشنک "(مسنر مائیکل کی طرف مخاطب ہو کر) میری پیاری بھاوج۔ اگر آپ

کو ناگوار نہ ہو تو بلقیس کو ہمارے ساتھ کر دیں۔ آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی یہ ماں کے بچے ہیں۔ ان کی پرورش اور خدمت میرا فرض ہے۔ اگر آپ بخوشی مجھے عنایت کریں تو میں حشر میں اپنی بہن ظفر کی اماں سے سرخرو ہوؤں"۔

مسٹر مائیکل "بے شک اب آپ اس کی حقیقی ماں ہیں۔ مجھ سے زیادہ آپ کو خیال ہوگا۔ میں بخوشی آپ کے ہمراہ کرتی ہوں"۔

نرس بلقیس کو لے کر آئی۔ روشنک نے گود میں لیا۔ اور برقعہ اوڑھ کر ہمایون فر کے ہمراہ مع بلقیس اور نرس کے گاڑی پر سوار ہو گئیں۔ دوسرے روز روشنک نے شملہ کی یورپین۔ پارسی۔ ہندو و مسلمان خطاب یافتہ رئیس عہدے دار جنٹلمینوں کی لیڈیوں کو پارٹی دی۔ کوئی ننلو ایک لیڈیاں جمع تھیں سب کی سب روشنک سے نہایت خوش ہو گئیں۔

دوسرے مہینے روشنک حضور وائسرائے صاحب بہادر کی لیڈی صاحبہ سے ملنے مسز مائیکل کے ہمراہ گئیں۔ الغرض جس قدر یورپین لیڈیاں تھیں اور رانیاں مہارانیاں شملہ میں آئی ہوئی تھیں۔ سب سے روشنک اپنی لیاقت اور اخلاق کی وجہ سے بڑے تپاک سے ملنے لگیں۔ اور وہ بھی شیر و شکر ہو گئیں۔ اکثر آنے جانے لگیں۔ کم از کم مہینہ میں دو تین مرتبہ کسی نہ کسی کے یہاں پارٹیاں ہوا کرتیں۔ روشنک کے یہاں اکثر ڈنر بھی ہوتا تھا۔ لیڈیاں جنٹلمین ڈنر پر مدعو ہوتے تھے لیکن روشنک بیگم کو پردے کا لحاظ تھا۔ وہ ڈنر میں شریک نہ ہوتیں سوائے مسٹر مائیکل کے سب سے پردہ تھا۔ مسٹر اور مسز مائیکل روشنک کا دم بھرنے لگے اور روشنک کی محبت۔ ملنساری۔ اخلاق دیکھ کر میری مرحومہ کا غم بھول گئے۔ چونکہ مائیکل بھی ہمایوں فر کے ہمراہ انڈیا گورنمنٹ میں کمشنری کے عہدے سے ترقی کر کے آئے تھے۔ لہذا دونوں دوست ہمیشہ ایک ہی شہر میں رہتے تھے۔ مسز مائیکل زچہ خانہ میں بیمار پڑیں۔ روشنک نے ان کی تیمارداری میں اپنے اوپر آرام حرام کر لیا۔ غسل صحت کے بعد وہ اور بھی گرویدہ ہو گئیں۔ سوتیلے بچوں سے وہ اس قدر محبت کرتی اور ناز اٹھاتی تھی کہ لوگ تعجب کرتے تھے کسی

کو یہ گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ کہ سوتیلی ماں ہیں ۔

حضور گورنر جنرل بہادر کا جلوس

نومبر کا مہینہ تھا۔ دہلی اسٹیشن پر نشان پھول۔ پتے لگے ہوئے تھے۔ گورے سکھ۔ پٹھان سوار پیادے۔ دونوں طرف پرے جمائے کھڑے تھے۔ تلواریں۔ کرچیں بجلی کی مانند چمک رہی تھیں بینڈ باجے بج رہے تھے۔ تماشائی سردی کی تکلیف جھیل رہے تھے۔ اور باہم جگہ کے لئے لڑ رہے تھے۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی۔ کہ میں ہی آگے رہوں + آگے پولیس پرا جمائے کھڑی تھی۔ دوسری طرف گاڑیوں بگیوں ورٹمٹموں کی قطار تھی حکام۔ رئیس۔ عہدے دار وغیرہ اپنی اپنی حیثیت کے موافق ادب سے کھڑے تھے + اتنے میں سیٹی ہوئی۔ اور ہپ ہپ کرتی ہوئی گاڑی اسٹیشن پر ٹھیری حضور وائسرائے بہادر نے زمین پر قدم رکھا۔ قلعے سے فوراً سلامی کی توپیں سر ہوئیں۔ دھنا دھن کی آواز نے سارے شہر بھر کو خبر کر دی۔ کہ حضور وائسرائے بہادر شہر میں داخل ہوئے + آپ نے سب سے تپاک کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ ان کے بعد ماتحت افسروں کو حسب دستور سلامی کی توپیں اُتاری گئیں۔ ہمایوں فر کو بھی ان کی عزت کے موافق سلامی دی گئی + ہمایوں فر نے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اُتارا۔ روشنک برقعہ پوش۔ نقاب سے چہرے کو چھپائے شوہر کے ساتھ ہوئی۔ مسز مائیکل بھی ساتھ تھیں نرس کی گود میں بلقیس تھی۔ بہروز ظفر کے ساتھ ساتھ۔ عبدالکریم اسباب درست کر رہا تھا۔ ہمایوں فر نے بیوی کو گاڑی پر سوار کیا۔ اور خود فٹن پر سوار ہوئے۔ نرگس وغیرہ دوسری گاڑی پر تھیں۔ روشنک کی گاڑی پر دو چپراسی زرق برق لباس پہنے بیٹھے تھے۔ ہمایوں فر کی فٹن وائسرائے بہادر کی چوکڑی کے پیچھے تھی۔ دونوں طرف سوار۔ پیادے۔ باجے والے۔ فوجی افسر گھوڑوں پر جا رہے تھے + درختوں اور چھتوں پر ہزاروں آدمی لدے ہوئے تھے جس طرف دیکھو سوائے آدمیوں کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ روشنک کی گاڑی

پھاٹک پر رُک گئی + ہمایوں فرگورمنٹ ہاؤس میں گئے۔ وہاں سے واپسی میں روشنک کی گاڑی بھی فٹن کے ہمراہ ہوئی چند سوار کوٹھی تک ساتھ ساتھ گئے۔ اور کوٹھی تک پہنچا کر واپس ہوئے + روشنک نے غسل کیا کپڑے بدلے۔ بچوں کو غسل دیا کپڑے بدلائے۔ کھانا کھا کر ساس نند سے ملنے گئیں + عالیہ بیگم قمر آرا نے روشنک کو گلے لگایا۔ مہر النساء۔ مریم۔ جانی بیگم اور صالحہ بیگم آئیں۔ جانی بیگم "اے بہن! تم تو ہم لوگوں کو بھول گئیں" روشنک "یہ تو مجھے کہنا تھا بہن۔ اُلٹی شکایتیں۔ ہم نے تو کئی خطوط لکھے لیکن جواب ندارد" جانی بیگم "بہن قمر آرا۔ تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا کہ روشنک آنے والی ہیں۔ آنے کی خبر تو دی ہوگی" قمر آرا "میں کیوں کر خبر دیتی۔ کچھ شان گمان ہو تو کہا جائے" جانی بیگم "کچھ لائی ہو شملہ سے یا خالی خولی آئی ہو۔ اسی واسطے کسی کو اطلاع نہیں دی۔ کہ کوئی فرمایش نہ کرنے پائے" روشنک "بہن میں شملہ سے نہیں آئی۔ وائسرائے کے ہمراہ اُن کو جانا تھا۔ حیدرآباد۔ جے پور۔ کشمیر گئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے دہلی آئے" جانی بیگم "تم بھی گئی تھیں" روشنک "ہاں! میں برابر ساتھ ہی تھی" قمر آرا "خوب سیر کر آئیں" روشنک "جے پور کی سیر مجھے بہت پسند آئی۔ جے پور کی مہارانی بڑی خلیق ہیں۔ میں اور مسز مائیکل اُن سے ملنے گئی تھیں" مریم "کیا جے پور میں تم خیموں میں رہتی تھیں؟" روشنک "نہیں ہم لوگوں کو مہاراجہ کی طرف سے مکان ملا تھا۔ مسز مائیکل اور اور بھی تین چار لیڈیاں ہمارے ساتھ تھیں" مہر النساء "حیدرآباد میں جو آپ نے تعلیم نسواں پر زنانہ سکول میں لیکچر دیا تھا۔ اردو۔ انگریزی۔ ناگری اخباروں میں بڑی تعریفیں چھپی ہیں۔ میرا تو پڑھ کر جی خوش ہو گیا" قمر آرا "اور کیا۔ جس ورق کو اُلٹو۔ بیگم ہمایوں فر کی نسبت ہی لکھا تھا۔ تمہارے بھائی جان بڑی تعریف کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ روشنک نے خوب لکھا ہے۔ اچھے اچھے مردوں کو یہ مضمون نہیں سوجھتے" روشنک "حیدرآباد میں تعلیم نسواں کا خوب چرچا ہے ایک سے بڑھ کر ایک بولنے والیاں موجود تھیں۔ بھلا وہاں ہماری کیا حقیقت ہے جو وہاں کی خاتونوں نے مدعو کیا۔ میں ہیچ ہیچ کرتی تھی لیکن انہوں نے مجبور کیا۔

ہم نے لکھ کر اُن کو سنایا + انہوں نے اصلاح دی ہمت بڑھائی۔ ایک خاتون مجھے خود لینے آئیں۔ اُن کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ میں ہیچ کچ کرتی ہوں + آخر گئی لیکن دل دھڑک رہا تھا۔ نیا شہر۔ نئے لوگ تعلیم یافتہ خاتونوں کا مجمع۔ اسکول کا سالانہ جلسہ تھا۔ اور تعلیم نسوان کا رواج اور ترقی دینے کا مشورہ تھا۔ چند خاتونوں نے اول اس بارہ میں اپنی رائے بیان کی۔ کسی نے زبانی بیان کیا۔ اور کسی نے لکھا ہوا پڑھا۔ اس کے بعد سب نے مل کر مجھے مجبور کیا۔ کہ آپ بھی کچھ بیان کریں۔ پھر تو میں مجبور ہوئی۔ اور خدا کو یاد کر کے اس وقت جو کچھ زبان پہ آیا کہے گئی شکر ہے۔ پروردگار کا کہ سب کو پسند آیا۔ میں اور میری لیاقت کیا۔ تعریف کے لائق البتہ وہ ہیں۔ ان کے علم و فضل لیاقت کی تمام دنیا مدّاح ہے۔ اور انہی کی وجہ سے ہماری شہرت یا عزت کچھ کچھ ہو چلی ہے۔ ورنہ میں تو ایک ادنیٰ عورت ہوں + پھر روشنک نے سب کو جے پور۔ کشمیر۔ حیدر آباد کے تحفے دیئے۔ اس کے بعد حسینی بیگم سے مع قمر آرا مریم۔ جانی بیگم کے ملنے گئیں۔ حسینی بیگم "کچھ خیر ہے۔ روشنک یہ تم کو سوجھی کیا۔ واہ واہ خوب نام نکالا۔ خاندان روشن کیا۔ فوج کوئی ایسی ہو" روشنک۔ "اَمّی جان آخر میری خطا" حسینی بیگم "شرم نہیں آتی۔ اوپر سے باتیں بناتی ہو۔ گون سایہ پہنے ہوئے کھلے منہ ہوا کھاتی پھرتی ہو" ایک بیگم "آڈر کیا۔ کوّا اگر مور کا پر لگائے تو وہ مور نہیں ہوتا۔ بیوی۔ اپنا لباس نگوڑا کیا بُرا تھا" دوسری بہن "حسینی بیگم نے اس لڑکی کو لکھا پڑھا کر برباد کر دیا۔ یہ تو اب بالکل میم صاحب بن گئی" حسینی بیگم "مجھے کیا پڑی تھی جس نے بیٹی کو میم رکھ کر پڑھایا۔ اب اس کا نام روشن ہو رہا ہے" جانی بیگم "یہ تو گون نہیں۔ ساڑھی ہے۔ اکثر بیگمات ساڑھی باندھتی ہیں۔ اس میں کون سی بُرائی ہے؟ نواب اکبر علی خانصاحب کی بیگم کلکتہ سے آکر ساڑھی ہی باندھا کرتی ہیں" مریم "ساڑی انگریزی لباس نہیں۔ یہ بھی ہمارے ہندوستان کا لباس ہے چچی جان اس میں عیب کیا ہے؟ اکثر گھروں میں رواج ہے" حسینی بیگم "نہیں بیوی عیب کیوں ہونے لگا۔ نئی نئی بیگمات ہوئی ہیں۔ نیا دستور۔ نیا لباس بھی ہونا چاہئے۔ جو چاہو کرو۔ روشنک بیگم۔

تو بالکل آزاد و بے باک ہوگئی ہے "تیسری بیگم "کیوں نہ ہو صاحب کی میم ہیں"+ الغرض سب نے اس پر خوب ہی پھبتیاں کہیں +روشنک ایک گھنٹہ ٹھہر کر رخصت ہوئیں۔ ساس سے اجازت لے کر صالحہ بیگم سے ملیں۔ اور اس کے بعد کوٹھی گئیں +

جانی بیگم کے یہاں تقریب

جانی بیگم کے مکان میں آج بڑی چہل پہل ہو رہی ہے سواریوں پر سواریاں اتر رہی ہیں۔ ڈومنیاں گا رہی ہیں۔ مردانہ مکان میں جانی بیگم کے شوہر انتظام کر رہے ہیں۔ مہمان جمع ہو رہے ہیں۔ جلوس کی تیاری ہو رہی ہے +آج جانی بیگم کے لڑکے کا ختنہ اور لڑکی کی چھید دن ہے صبح سے بیبیاں جمع ہیں جانی بیگم کسی کا انتظار کر رہی ہیں کبھی ڈیوڑھی تک جاتی ہیں۔ کبھی برآمدہ میں آتی ہیں + اتنے میں چار بجے اور دو پالکی گاڑیاں مشکی جوڑی جتی ہوئی داخل ہوئیں +پردہ ہوا۔ عالیہ بیگم۔ بہار النساء۔ قمر آرا روشنک اتریں۔ دوسری گاڑی پر سے صالحہ بیگم۔ مہر النساء۔ مریم +روشنک فیروزی پارسی ساڑھی باندھے تھی جس کے حاشیے پر رنگ برنگ کے خوشنما ریشم کے پھول کڑھے ہوئے تھے۔ گویا قدرتی پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس پر جابجا سلمہ ستارہ ٹکا ہوا۔ گلابی بلاؤس۔ صرف ہاتھ کان گلے میں صوفیانہ زیور۔ مریم۔ مہر النساء۔ قمر آرا نے بھی ساڑھیاں باندھی تھیں۔ سب کی سب جانی بیگم سے ملتی ہوئی صحن سے ہوتی ہوئی برآمدہ میں آئیں۔ دالان میں جا رہی تھیں۔ کہ چند بیبیوں نے ان کا لباس دیکھنے کے لئے ٹھہرایا + کسی نے کہا یہ کون ہیں۔ کسی نے ساڑھی کو دیکھنا شروع کیا۔ کوئی اعتراض کرنے لگیں۔ کسی نے کہا "میم صاحب کدھر سے آنا ہوا"؟ کسی نے کہا "یہ ہماری بولی بھلا کیا سمجھیں گی"؟

الغرض سب نے مل کر پھبتیاں کہیں۔ ہنسی اڑائی لیکن روشنک نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سب کو بندگی کرتی ہوئی دالان میں گئی +فرش پر ایک

طرف بیٹھ گئیں۔ جانی بیگم "کیوں بہن صبح سے راہ تکتے تکتے آنکھیں پتھرا گئیں اب آئی ہیں۔ اور اب آتی ہیں۔ مجھے بڑی شکایت ہے۔ خیر تمہارے یہاں بھی اللہ رکھے بچے ہیں۔ ایک نہیں ہزاروں تقریبیں ہوں گی۔ میں بھی عین وقت پر جاؤں گی پھر شکایت نہ کرنا"۔ روشنک "بہن اول ہماری باتیں سن لو۔ پھر جو جی چاہے کرنا بندی حاضر ہے"۔ جانی بیگم "جاؤ بس دیکھ لیا"!

روشنک "(جانی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر) پیاری بہن! یوں کہئے۔ تو صبح سے شام تک حاضر رہوں لیکن کسی تقریب یا دعوت میں عین وقت پر جانا مناسب ہے اور بُلاوا بھی اسی وقت کا دینا چاہئے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ گھنٹے دو گھنٹے سے زیادہ ٹھہرنا نہ ہوگا۔ کسی تقریب میں خواہ مخواہ دیر تک ٹھہرنا اور اپنا پرایا وقت ضائع کرنا اور میزبان کے سر ہو جانا اچھا نہیں۔ بھیڑ بھاڑ۔ اژدہام سے گھر والوں کو بھی تکلیف۔ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ عین وقت پر جانا۔ اور جلد واپس آنا چاہئے۔ زیادہ دیر تک تہذیب کے خلاف ہے۔ ہم میں جہاں اور بہت سی باتیں اصلاح طلب ہیں۔ وہاں یہ بھی ہے۔ ایسا ہرگز مناسب نہیں کہ صبح کو گئے تو شام کو آئے۔ میزبان بے چاری خاطر تواضع کرتے کرتے چور ہو گئیں تھک کر ایک طرف گر رہیں۔ مہمان زیور کپڑے کے بوجھ سے حیران تھکی ماندی گھر گئیں۔ اُترتے ہی لیٹ گئیں۔ گھر بار کی خبر نہیں اپنی جان کی پڑی ہے۔ دم چڑھ گیا پسینہ میں شور بور۔ کسی کو درد سر ہوئی۔ کسی کو سر دپا کی خبر نہ رہی۔ اس سے تو یہ ہی بہتر ہے۔ کہ میزبان بہن وقت کی قید لگا کر بلائیں اور مہمان بھی عین وقت پر جائیں"۔ عالم آرا "ہاں بہن کہتی تو ٹھیک ہو۔ لیکن سب مل کر کریں۔ جب تو ایک دستور رہو"۔ روشنک "بے شک آپ کا کہنا بجا ہے۔ جب تک ہماری بہنیں ایک دل ہو کر کوشش نہ کریں۔ اصلاح نہ ہوگی۔ بُری رسمیں جن کی وجہ سے ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اگر ہم عورتیں نہ مٹائیں تو ہرگز نہیں مٹ سکتیں"۔ گلشن آرا "بہن آپ کے ساتھ بچے نہیں آئے مجھے آپ کی سوکن کے بچوں کو دیکھنے کی تمنا تھی"۔

روشنک "کسی روز قدم رنجہ فرمائیں"۔ گلشن آرا "میں کیوں کر جاؤں۔ سُننی

ہوں۔ آپ انگریزوں کے محلے میں کوٹھی میں رہتی ہیں۔ وہاں پردہ نہیں ہے"
روشنک "(مسکرا کر) بے شک انگریزوں کا محلہ ہے۔ لیکن پردہ نہیں کیا تھی
کیا آپ مجھ کو یا میرے شوہر کو مسلمان نہیں سمجھتیں؟" گلشن آرا "کیوں نہیں لیکن
لوگ اعتراض کرتے ہیں"

نسیم آرا "کسی کو بھیج کر بچوں کو بلا لو بہن ہم لوگ بھی دیکھیں" روشنک "بچوں کو
ہرگز ہرگز کسی تقریب میں ساتھ لے جانا مناسب نہیں۔ بچے اپنے گھر سے باہر جا کر
بہت ہی دق کرتے ہیں۔ اور بات بات پر ضد کرتے ہیں۔ سب کو ستا کر حیران
کرتے ہیں۔ ماں کا دم ناک میں آجاتا ہے۔ اور بیچاری ساری خوشی بھول
جاتی ہے۔ بچے گھبرا جاتے ہیں۔ روتے روتے نڈھال ہوتے ہیں۔ ماں
گود میں لئے پھرتی ہے اور مجلس ان بچوں کی وجہ سے بے لطف ہو جاتی ہے"
امتیاز بیگم "اور کیا۔ بہت صحیح ہے صبح سے آئی ہوں بچے ساتھ ہیں۔ میرا ناک میں
دم آگیا ہے۔ بچے چیختے چیختے حیران ہو رہے ہیں۔ ہر چند انا کھلاتی۔ بہلاتی ہے۔ وہ
حلق نہیں بند کرتے۔ کسی طرح رسم ہو جائے تو میں چلی جاؤں۔ آج سے کان پکڑتی
ہوں پھر کبھی ایسی حماقت نہ کروں گی" جانی بیگم "خوب یاد آیا۔ مریم بہن مجھے تم
سے بھی شکایت ہے" مریم "کس بات کی؟" جانی بیگم "میں نے سنا ہے۔ محمود کے
ختنے ہوئے۔ اور تم نے مجھے خبر نہ دی" عالم آرا "بوبی تم تو خواب دیکھتی ہو۔ کہیں
ایسا بھی ہوا ہے؟ اللہ رکھے پہلا بچہ اور چپ چاپ ختنہ کی شادی ہو گئی۔ خدا
نہ کرے۔ ان کے دشمن کو ایسا وقت پیش آئے"

مریم "ختنہ کی خوشی میں بے فائدہ فضول واہیات رسمیں کرنا اور روپیہ برباد کرنا
کون سی عقلمندی ہے؟ ہماری تقلید متوسط درجہ کے لوگ اور غربا کرتے ہیں۔ اور
تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ ان رسموں کو مٹانا چاہئے۔ جب تک امیر معزز خاندانوں
سے نہ مٹیں گی۔ ہرگز رواج نہ ہو گا۔ صرف محمود ہی نہیں بلکہ ظفر اور جہانگیر کا بھی
ختنہ ہو گیا۔ ختنہ ایک مذہبی بات ہے۔ اس میں شہرت کی ضرورت؟"
ننھی بیگم "واہ اچھی کہی۔ آخر روپیہ ہے کس دن کے لئے؟"

قمر آرا "دولت کو بے جا صرف کرنا منع ہے" ننھی بیگم "جی بجا!" روشنک "میری پیاری بہنو! میں افلاطون کی دوسری نہیں ہوں۔ نہ بڑی بوڑھی بن کر نصیحت کرنے بیٹھی ہوں۔ ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ کو میری بات پسند آئے۔ اور اتفاق کریں تو خیر۔ ورنہ میری مجال نہیں کہ جبر کروں میں چاہتی ہوں۔ کہ بہنوں سے صلاح لوں۔ ان کی رائے دریافت کروں"

گلشن آرا اور دس پانچ بیبیوں نے کہا "کہئے کہئے ہم سب مشتاق ہیں"

روشنک "اس تقریب میں ہماری بہن جانی بیگم کا میرے نزدیک تو تین چار ہزار سے کم نہیں خرچ ہوا ہوگا" جانی بیگم "اب کل معلوم ہوگا"

روشنک "خیال کرنے کا مقام ہے۔ بے چارے مرد کس قدر محنت و مشقت سے روپیہ کماتے ہیں۔ اس کو یوں برباد کرنا کون سی عقل مندی ہے جو دولتمند ہیں اُن کو تو خیر کچھ معلوم نہ ہوگا۔ اُن کو کس بات کی کمی ہے۔ لیکن متوسط درجہ کے لوگ ہی دنیا میں زیادہ ہیں۔ وہ بے چارے ان فضول رسموں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ قرض کے جال میں پھنستے ہیں۔ جس روز سے بچہ پیدا ہوتا ہے ایک نہ ایک تقریب ہوتی رہتی ہے۔ چھٹی۔ دودھ بڑھائی۔ کھیر چٹائی۔ بل گوندھنی کن چھیدن۔ بسم اللہ۔ مسلمانی وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی بھی کرنے کے قابل نہیں۔ محض فضول ہیں۔ اور مفت کا دردسر۔ بسم اللہ کی رسم اپنے گھر میں ادا کر دینا مناسب ہے۔ امیر کو پچاس سے زیادہ۔ اور متوسط درجہ کے لوگوں کو دس سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ ختنہ ضروری اور مذہبی کام ہے۔ اس کو مذہبی طور سے کرنا چاہئے۔ ان لغو رسموں سے فائدہ؟ شادی بیاہ میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ نوبت نقارہ۔ باجا گاجا۔ جلوس نشان۔ ہاتھی گھوڑے۔ آرایش۔ آتش بازی۔ سارا شہر برات کے ہمراہ ہو۔ گویا ایک لشکر قلعہ فتح کرنے جاتا ہے۔ لاکھوں روپیہ کوڑیوں کے مول لٹایا جاتا ہے چند گھنٹوں کی خوشی کی خاطر روپیہ برباد کرنا۔ اور گناہ اپنے سر لینا۔ خداوند عالم اور رسول اکرم کے خلاف حکم و خلاف مرضی کرنا کتنی بڑی نامعقول بات ہے! خدا نے ہم کو اولاد

دی۔ برسوں کے بعد خوشی دیکھی توہم کو سر تسلیم جھکانا اور شکر گذاری کرنا لازم ہے نیکی کی طرف دل لگانا خدا کی راہ میں اچھے اچھے کاموں میں خیرات کرنا۔ نہ کہ ناچ رنگ۔ گانا بجانا ریت رسم۔ ٹونا ٹوٹکا۔ منڈوا سانچق۔ مہندی۔ چوتھی۔ چالا۔ واہیات رسموں میں مصروف ہونا سراسر گناہ اور سرتابی پر کمر باندھنا ہے۔

"شرع کے مطابق شادی بیاہ کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے۔ امیر ہو چاہے غریب۔ مذہبی رسم کو ادا کرے۔ شریعت پر ہو۔ کافروں کی تقلید نہ کرے"
ننھی بیگم۔" واہ ہم دل کی خوشی نہ کریں" روشنک۔" دل کی خوشی اچھی یا خدا کی" جانی بیگم۔" خدا کی" روشنک۔" پھر تو پیر امطلب حاصل ہے۔ خدا کبھی غنا سے خوش نہیں۔ اور خدا ہی نے حرام کیا ہے۔ منع فرمایا ہے۔ پھر کیوں ہم اس کے فرمانے کے برعکس کریں۔ اگر آپ کہیں کہ قدیمی رسم ہے۔ ہم کیوں ترک کریں۔ تو آپ دیکھیں قدیمی تاریخوں میں کہیں بھی ان رسموں کا نشان نہیں پایا جاتا۔ آپ کے پیشوائے دین رسول کریم یا صحابہ کرام نے اگر کیا ہو۔ تو آپ بھی شوق سے کریں۔ ورنہ ان رسموں کو ترک کر کے تباہی و بربادی سے بچنا چاہئے۔ گو پرانی عادت کو ترک کرنا مشکل ہے۔ دِقت معلوم ہوتی ہے لیکن خدا نے انسان کو عقل اسی واسطے دی ہے کہ حق و باطل کو پہچانے نشیب و فراز کو سمجھے۔ اچھے بُرے کی تمیز کرے۔ اگر آپ سب کی مرضی ہو تو ہم لوگ اس میں ایک عہد نامہ تیار کر لیں۔ اور سب کے اس پر دستخط ہوں"

الغرض تیس چالیس بیگمات نے وعدہ کر لیا۔ اور دستخط کر دئے۔
حشمت آرا۔" چشم بد دور روشنک نے بڑی ترقی کی ہے۔ مردوں کے کان کاٹے ہیں۔ یہ سب ہمایوں فر کی صحبت کا اثر ہے" خورشیدی بیگم۔" ہم نے جس قدر تعریف سنی تھی اس سے بڑھ کر پایا۔ بات کہتے منہ سے پھول جھڑتے ہیں اخلاق کیسا اچھا ہے۔ زبان میں جادو ہے"
جانی بیگم۔" اس وقت خدا کے فضل سے اتنی خوب رو بیگمات بیٹھی ہیں سب

کی سب حسین ہیں۔ مگر جو بات روشنک بیگم نے پائی ہے۔ وہ کسی ایک میں نہیں ہے۔ اللہ جانتا ہے ان کی سادگی بھی ہزار بناؤ سے سبقت لے گئی۔ ساڑھی پر جن لوگوں نے اعتراض کیا۔ وہ انصاف سے دیکھیں تو کس کا لباس خوبصورت معلوم ہوتا ہے + قمر آرا۔ مریم۔ مہرالنساء۔ روشنک چاروں کی چاروں پریاں معلوم ہوتی ہیں" الغرض رسوم ہوگئیں۔ کھانا کھا کر مہمان بیبیاں رخصت ہوئیں +

چاندنی رات میں باغ کی سیر

جنوری کا مہینہ تھا۔ سردی کا موسم۔ ہمایوں فر اپنے باغ میں ٹہلتے تھے۔ کھلے میدان میں عالی شان کوٹھی۔ اور باغ ہمایوں فر نے خریدا تھا۔ باغ کی روشیں قرینے سے بنی ہوئی تھیں۔ انگریزی ہندوستانی طرح طرح کے پھول پودے قرینے قرینے سے لگے ہوئے تھے۔ گلاب کا تختہ کھلا ہوا تھا۔ کامنی چمیلی۔ جوہی۔ عباسی۔ نرگس سوسن کی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی۔ جگہ جگہ عمدہ بنچ پڑے تھے۔ یہ باغ بہت وسیع تھا + باغ سے کسی قدر فاصلہ پر جمنا بہہ رہا تھا۔ باغ کا آخری حصہ جمنا کے کنارے پر ختم ہوتا تھا۔ پانی پر چاندنی کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اور چاندی کا تختہ معلوم ہوتا تھا پھولوں کے درخت دور تک تھے + باغ کی دوسری طرف آم۔ لیموں اور امرود وغیرہ پھل کے درخت جھوم رہے تھے + ہمایوں فر کو باغ کا بہت ہی شوق تھا۔ بارہ مالی کام کرتے تھے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ ایک انگریز پھولوں درختوں کی دیکھ بھال کرنے آتے تھے۔ اور تنخواہ پاتے تھے + شام کا وقت تھا۔ ہمایوں فر تنہا ٹہلتے تھے۔ روشنک بیگم کوٹھی میں تھیں۔ کیوں کہ عالیہ بیگم اور بہار النساء کو روشنک بڑے اصرار سے اپنی کوٹھی میں لائی تھیں +

بہار النساء "شہر سے باہر رہنے میں بڑا لطف ہے۔ جب ہی انگریز لوگ الگ تھلگ بستر جماتے ہیں" عالیہ بیگم "لوگ ناحق تعصب کرتے ہیں۔ ورنہ یہاں تو بے پردگی نہیں خاصہ وسیع مکان ہے۔ ہوادار" بہار النساء "مجھے تو ساز و سامان انگریزی فرش فروش۔ اسباب بہت اچھا معلوم ہوتا ہے" صالحہ بیگم "انگریزوں کا مکان

صاف ستھرا ہوتا ہے۔" جانی بیگم: "بالکل اسباب وغیرہ میم صاحب کے وقت کا ہے۔"
بہار النساء: "ذرا ہمایوں فر کو اندر بلاؤ تو میں باغ میں جاؤں۔"

اتنے میں ہمایوں فر آئے۔ کہا "باجی جان کیوں یاد کیا؟" بہار النساء: "اگر کسی کا سامنا نہ ہو تو میں باغ میں جاؤں گی۔" ہمایوں فر: "جی نہیں۔ میں سب کو ہٹا دوں گا۔ آپ چلیں۔" سب کی سب اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ تو ہمایوں فر نے ماں کی طرف دیکھا۔ اور کہا "امی جان آپ بھی ضرور چلیں۔ تازہ ہوا سے طبیعت درست ہو جائے گی۔" عالیہ بیگم: "نہیں تم سب جاؤ۔ سردی پڑتی ہے۔" ہمایوں فر: "نہیں اماں جان آپ کے بغیر ہماری خوشی نہ ہوگی۔ میں شال اوڑھا دوں۔ ظفر جاؤ اور بیرا سے کہو سب کو ہٹا دے۔" ظفر دوڑ گیا۔ اور پانچ منٹ میں واپس آ کر کہا۔ "ابا جان سب ہٹ گئے۔ وہ لوگ اصطبل کی طرف چلے گئے۔" ہمایوں فر: "چلئے اماں جان۔ میں آپ کو تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ اور ان سب کی خوشی غارت ہو جائے گی۔" عالیہ بیگم: "خیر چلو چلتی ہوں۔"

سب باغ میں آئیں۔ بہار النساء: (ایک پھول توڑ کر) "یہ کیا پھول ہے؟ مطلق خوشبو نہیں۔" روشنک: "انگریزی پھولوں میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن خوب صورت ہوتے ہیں۔ ہر موسم کے علیحدہ پھول ہوتے ہیں۔" بہار النساء: "(مسکرا کر) ہمارے ہندوستانی پھولوں کے مقابل میں ٹھہر نہیں سکتے۔ ولایت کے پھولوں اور آدمیوں میں ملاحت نہیں ہوتی جیسی ہمارے یہاں ہوتی ہے۔" مریم: "یہ تو اپنے اپنے مذاق اور طبیعت پر موقوف ہے۔" بہار النساء: "امی آپ کہاں تک جاؤ گی۔ میں تو تھک گئی۔" جانی بیگم: "ہمارے تو پاؤں سوج کر کپا ہو گئے۔" مریم: "اللہ رے نزاکت۔ کچھ ٹھکانا ہے۔" مہر النساء: "تھک گئیں بے چاری۔ پاؤں سوج گئے۔"
جانی بیگم: "ہمارے پاؤں میں اندھی روگ تو ہے نہیں۔ کہ دس کوس چلیں۔"
ہمایوں فر: "یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں کی مستورات آئے دن طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتی ہیں۔ یورپ کی لیڈیاں ہر روز ہوا خوری کو جاتی ہیں۔ ورزش کرتی ہیں۔ ان کی صحت بھی اچھی رہتی ہے۔" جانی بیگم: "تم اپنی بیوی کو ورزش کراؤ بلکہ شہسواری سکھاؤ۔" ہمایوں فر: "وہ تو ہر روز صبح شام باغ میں آتی ہیں۔"

قمر آرا: "اس وقت چاندنی کا لطف۔ باغ اور دریا کی وجہ سے دوبالا ہو گیا"۔
سب دور تک نکل گئیں۔ کہ پیچھے سے کسی کے پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی۔
بہارالنساء: "(دوپٹہ سنبھال کر) ہمایوں فر! کون آیا۔ اب کہاں جاؤں"۔
ہمایوں فر: "آپ گھبرائیں نہیں۔ کوئی بھی نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر چاروں طرف دیکھا۔ اور کہا: "آپ کو شک ہے باجی جان"! جمالی بیگم: "نہیں نہیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ اس طرف امرود کے درخت کی آڑ میں کوئی چھپا ہے"۔
ہمایوں فر: "(درخت کے قریب جا کر) کون؟ حامد اتر آؤ یہ کیا شرارت تھی۔ باجی گھبرا رہی ہیں"۔
حامد ہنس کر درخت سے اترے اور کہا: "کیسا گھبرا دیا"۔ سب مل کر دریا کے کنارے تک گئے۔ کچھ دیر بنچ پر بیٹھے۔ ہمایوں فر نے کہا: "امی جان آپ بہت تھک گئی ہوں گی"۔ عالیہ بیگم: "اس قدر چلنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا"۔
الغرض سب باغ سے واپس آئے۔ ہمایوں فر نے ماں کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھایا۔ عالیہ بیگم دو ہفتے تک کوٹھی میں ہنسی خوشی رہیں۔ عالیہ بیگم کے جانے کے دوسرے مہینے روشنک کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔ مریم زچہ خانہ میں رہیں روشنک کے گھر کا انتظام کرتی رہیں۔ عالیہ بیگم وغیرہ بچہ کو دیکھنے آئیں۔ چلہ پورا ہونے پر مریم اپنے گھر گئیں۔ بچہ کا نام مظہر رکھا گیا۔

بمبئی کا سفر

بمبئی کے سٹیشن پر بھیڑ بھاڑ لگی ہوئی ہے۔ اتنے میں میل ٹھیری۔ اور ہمایوں فر بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے اترے۔ توپوں کی سلامی دی گئی۔ آیا، بیرا اور چپراسی ساتھ تھے۔ چند بمبئی کے مسلمان۔ پارسی۔ ہندو جنٹلمین نے استقبال کیا۔ روشنک برقعہ پوش تھیں۔ ہمایوں فر کے ایک دوست ساتھ کے پڑھے ہوئے مسٹر نسیم جنٹلمین سامنے آگئے۔ ہمایوں فر نے بیوی کو ویٹنگ روم میں ٹھیرایا اور خود مسٹر نسیم سے ملے۔ مسٹر نسیم نے شام کو کھانے پر مدعو کیا جب تک وعدہ نہ لے لیا

قدم اُٹھانے نہ دیا۔ سب سے مل کر ہمایوں فر مع بیوی کے ہوٹل میں گئے۔ چار کمرے کرایہ پر لئے۔ غسل کیا۔ کپڑے بدل کر کھانا کھایا۔ اور کرسیوں پر کھڑکی کے قریب بیٹھ گئے۔ روشنک سمندر کا تماشہ دیکھنے لگی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ جہاز اور کشتیوں کا نظارہ۔ ہزاروں کشتیاں اور سینکڑوں جہاز کھڑے تھے۔ لوگ اُترتے چڑھتے تھے۔ خشکی پر بھیڑ بھاڑ۔ گاڑی فٹن۔ موٹر۔ انواع و اقسام کے سودے۔ ہر ایک ملک کا آدمی طرح طرح کی پوشاکیں۔ پارسی لیڈیاں۔ اِدھر سے اُدھر۔ اُدھر سے اِدھر آتی جاتی تھیں۔ روشنک "میں بھی کتنی خوش نصیب ہوں۔ شاید ہی کسی شوہر کو بیوی کا اس قدر خیال ہوگا جیسا کہ آپ کو میرا ہے۔ میں کس طرح معبود حقیقی کا شکریہ ادا کروں۔ وہ کیسا رحیم ہے۔ مجھ ناچیز بندی پر کس قدر فضل کیا۔"

ہمایوں فر "بے شک خدا اپنے بندوں کو ماں باپ سے بڑھ کر چاہتا ہے۔ ہم دونوں کو اپنے پروردگار کا ہر وقت شکر گذار رہنا چاہئیے۔ تمہاری وجہ سے مجھے زندگی کا لطف اور جہان کی نعمت حاصل ہوئی۔" روشنک "نہیں۔ توبہ۔ توبہ یہ کیا فرماتے ہیں آپ۔" ہمایوں فر "تمہاری تعریف میرے امکان سے باہر ہے۔ میں تم سے نہایت خوش ہوں۔ اور انشاء اللہ جب تک میری تمہاری زندگی ہے۔ ایسی ہی محبت رہے گی۔"

اتنے میں چھ بجے اور ہمایوں فر نے کہا "تم کو یاد ہے مسٹر نسیم کے یہاں دعوت ہے۔ مسز نسیم نے تم کو بھی لکھا ہے۔ بس اب چلنا چاہئیے۔ تم کپڑے زیور درست کرو میں موٹر منگواتا ہوں۔" پندرہ منٹ میں موٹر آگئی۔ اور دونوں میاں بیوی مسٹر نسیم کی عالی شان کوٹھی میں پہنچے۔ برآمدہ کے زینہ پر مسٹر اور مسز نسیم صفیہ خاتون کھڑے تھے۔ صفیہ خلیق حسین لیڈی تھیں۔ انھوں نے لندن میں کئی سال تعلیم پائی تھی۔ امیر دولت مند اعلیٰ تعلیم یافتہ جسٹس نصیر الدین مرحوم کی لڑکی۔ اور سر ابراہیم کی بہو تھیں۔ بمبئی کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتی تھیں نئی روشنی کی دلدادہ۔ نرگسی گون اور سر پر ایک چھوٹی سی چادر بُرج سے

اٹکائی ہوئی تھی۔ برقعہ یا نقاب کچھ بھی نہ تھا۔ مسٹر نسیم "پیارے دوست ہم مدت کے بعد ملے ہیں" ہمایوں فر "مسٹر نسیم۔ آپ ذرا مہربانی کر کے ہٹ جائیں۔ ہماری بیوی ساتھ ہیں۔ اور مسز نسیم کو ہٹائیں ہمارا سامنا ہوگا"۔

نسیم "(ہنس کر) مسٹر ہمایوں فر! تم اور یہ خیالات۔ قوم کی خیر خواہی اور ترقی کے واسطے ہزاروں لکچر دیئے سینکڑوں مضمون لکھے لیکن بے چاری عورتوں کو پردہ کی قید سے چھڑانے کے اس قدر خلاف۔ واہ صاحب خوب! صفیہ تم سے پردہ نہیں کرتیں۔ تم شوق سے آؤ۔ یہ لندن سے تعلیم پا کر آئی ہیں۔ اور مسز ہمایوں فر کو تو ہم ضرور دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوستوں سے پردہ کیسا۔ تم اس کو جائز نہ رکھو گے بھائی" ہمایوں فر "پیارے دوست اس قدر آزادی مجھے پسند نہیں۔ شرعی پردے کا خیال رکھنا اہل اسلام کو ضرور ہے اس سے زیادہ حماقت ہے۔ اگر آپ کو شریعت نے اجازت دی ہو۔ تو بسم اللہ آیئے مجھے عذر نہیں۔ دوسرے ہماری بیوی پابند پردہ ہیں" صفیہ "(آگے بڑھ کر) چلو ہٹو صاحب واہ! اچھی بحث نکالی۔ ہماری بہن کو تکلیف ہوتی ہے"۔

مسٹر نسیم مسکراتے ہوئے ہٹ گئے صفیہ ہمایوں فر سے شیک ہینڈ کرتی ہوئی روشنک کو لے کر کمرے میں گئی۔ اور اپنی چند سہیلیوں سے تعارف کرایا۔ روشنک سب کے ساتھ تپاک سے ملیں کسی نے پیار تو بجایا۔ کسی نے گفتگو کی۔

زکیہ "صفیہ کی بہن! مسز ہمایوں فر! ہم آپ سے مل کر نہایت خوش ہوئے"۔ حسینہ "(مسکرا کر) کیوں نہیں کیسا کچھ!" زکیہ "حسینہ! مجھے یہ دل لگی پسند نہیں" صفیہ "تم چڑتی کیوں ہو۔ کہنے دو ان کو" منیزہ "مسز ہمایوں فر! آپ کا کب تک بمبئی میں قیام ہوگا؟" روشنک "صرف دو تین روز" منیزہ "کیوں؟" روشنک "لندن سے میرے شوہر کی پہلی بیوی جو مر چکی ہیں ان کی اماں آنے والی ہیں۔ اور ہم ان کو لینے آئے ہیں" صفیہ "آپ کا وطن" روشنک "دہلی" صفیہ "میکے سسرال ایک ہی شہر میں ہونا بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔ میرے والدین بھی بمبئی گئے۔ اور مسٹر نسیم بھی بمبئی گئے ہیں"۔

روشنک صفیہ کو بے جھجک شوہر کا نام لیتے سن کر متعجب ہوئی۔
حسینہ۔ "کوئی بچہ نہیں ہے؟" روشنک۔ "جی ہاں" حسینہ۔ "سب ساتھ آئے ہیں؟"
روشنک۔ "نہیں سب میری نند کے پاس مکان ہی ہیں"۔
صفیہ۔ "آپ کی سوکن کے بچے آپ کے ساتھ ہوں گے؟" روشنک۔ "جی ہاں"
صفیہ۔ "ہماری حسینہ کی نسبت بھی دہلی میں ٹھہری ہے۔ مسٹر ناظم بیرسٹر کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ آپ ہی کے شہر کے ہیں۔ اُن سے نسبت قرار پائی ہے"۔
زکیہ۔ "پھر تو بہن حسینہ مسز ہمایوں فر سے اکثر ملا کریں گی۔ کبھی کبھی ہم بھی دہلی آئیں گے" حسینہ۔ (مسکرا کر) اگر ایسا ہی شوق ہے۔ تو تم مسز ہمایوں فر کے یہاں چلی جانا۔ وہ بے چاری بڑی خلیق اور ملنسار ہیں" زکیہ۔ "اور تم اپنے یہاں آنے نہ دوگی؟" حسینہ۔ "تم کو خبر بھی ہے وہ نسبت منسوخ کر دی گئی۔ مجھے وہ پسند نہ تھی۔ ناظم کی صورت بھدی ہے۔ مسٹر قاسم انجینیر سے بات پکی ہو گئی ہے (ہاتھ بڑھا کر) یہ انگشتری انہوں نے مجھے دی ہے"۔
صفیہ۔ "یہ کہو نا کہ اب جلد شادی ہونے والی ہے۔ خدا مبارک کرے"۔
زکیہ۔ "میں بھی مبارکباد دیتی ہوں۔ کب تک شادی ہوگی؟" حسینہ۔ "جولائی کی ۷ تاریخ کو قرار پائی ہے" زکیہ۔ "جس دن انگشتری آئی۔ تم نے مجھے بلایا ہوتا" حسینہ۔ "اماں جان نے رقعہ لکھا تھا۔ معلوم ہوا۔ تم اور مسز نسیم پہاڑ پر گئی ہو"۔

روشنک ایک کنواری لڑکی کو اس طرح آزادی کے ساتھ شادی کی باتیں کرتے سُن کر حیرت میں رہ گئی۔ اسی اثنا میں کھانے کا وقت ہو گیا۔ روشنک نے صفیہ وغیرہ کے ساتھ میز پر کھانا کھایا۔ ہمایوں فر اور مسٹر نسیم نے الگ کھایا۔ بعد کھانے کے روشنک سب سے رخصت ہوئیں۔ برقعہ اوڑھ لیا۔ موٹر پر سوار ہو گئیں۔ صفیہ نے پکارا "پیارے نسیم! اپنے دوست کو لے کر آجاؤ"!
دونوں آگئے۔ تو مسٹر نسیم نے لیڈیوں سے انٹروڈیوس کروایا۔ اور کہا "مسٹر ہمایوں فر! یہ ہماری خوب صورت سالی زکیہ مس نصیر الدین ہیں آپ کا خیال

شریف ہیں"۔
زکیہ:- "مسٹر نسیم تم بالکل بے باک ہوگئے ہو مجھے یہ چھیڑ خانی اچھی نہیں معلوم ہوتی"۔
مسٹر نسیم:- (ہنس کر) ہم نے کیا کہا۔ کہ تم بگڑ گئیں۔ یہ کوئی غیر نہیں ہیں ہمارے کلاس فرینڈ ہیں۔ ہم کیا کریں۔ انہوں نے شادی کر لی"۔ زکیہ:- "اب میں جاتی ہوں۔ واہی تباہی بکنے لگے"۔ ہمایوں فر:- "مسٹر نسیم میں آپ کا اور مسز نسیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور بہن مس نصیر الدین صاحبہ کا نہایت شکر گذار ہوں۔ میں اپنی بہنوں سے مل کر نہایت محظوظ ہوا"۔ مسز نسیم:- "مسٹر ہمایوں فر! زکیہ کی شادی میں ضرور آنا ہوگا۔ میں آپ کو اور مسز ہمایوں فر کو دعوت کرتی ہوں"۔ ہمایوں فر:- "میری معزز تعلیم یافتہ بہن۔ خدا نیک ارادے میں کامیابی بخشے۔ بشرط زندگی میں مع اپنی بیوی کے ضرور نہایت خوشی سے شریک ہونگا۔ نسبت کہاں ہوئی۔ کیا میں دریافت کرسکتا ہوں"؟ صفیہ:- "ڈاکٹر رفیق احمد سے قرار پائی ہے"۔ ہمایوں فر:- "وہ تو ہمارے بڑے دوست ہیں۔ خوش رو نیک اطوار نوجوان ہیں۔ میرا دل نہایت خوش ہوا کہ آپ کے خاندان میں تعلیم نسواں کا خوب چرچا ہے۔ عورت مرد سب کے سب اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن خیال ہیں"۔ نسیم:- "آپ رفیق سے نہیں ملیں گے"؟ ہمایوں فر:- "کل کسی وقت اگر ان کو فرصت ہو۔ ورنہ میں افسوس کرتا ہوں۔ پرسوں مجھے دہلی واپس جانا ہے"۔ یہ کہہ کر سب سے مصافحہ کرتے ہوئے سوار ہوگئے۔ ہوٹل پہنچ کر دونوں میاں بیوی میں یوں گفتگو ہوئی۔ ہمایوں فر:- "تم نے دیکھا۔ یہاں کی خاتونیں کس قدر آزاد ہیں"؟ روشنک:- "کنواری لڑکیاں شادی بیاہ میں کس قدر دخل دیتی ہیں"!
ہمایوں فر:- "شادی بیاہ میں ضرور دخل دینا چاہئیے۔ لیکن بے نقاب نکلنا نازیبا اور خلاف شریعت ہے"۔ روشنک:- "لیکن اس قدر بے حیائی سے وہن کو رائے دینا بھی مناسب نہیں۔ اپنی رضا مندی ضرور دیں لیکن اپنی ہمجولیوں سے کہیں پوشیدہ طور سے۔ نہ کہ سب کے روبرو۔ ایک بات اور بھی اعتراض کے قابل ہے۔ شوہر کو نام لے کر بے جھجک پکارنا کیسی بدتمیزی ہے۔ گو یورپ

ہیں رواج ہے۔ لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتی۔" ہمایوں فر۔" کیوں کیا ہرج ہے؟" روشنک۔" اگر آپ کی شادی زکیہ خاتون سے ہوتی جیسا کہ مسٹر نسیم نے کہا تھا تو خوب تھا۔ وہ ضرور آزادی چاہتیں اور آپ کو دینی پڑتی۔" ہمایوں فر۔" اگر ایسا ہوتا تو میں اُن کو اس قدر آزادی دیتا جس قدر تم کو ہے۔" روشنک۔" یہاں تعلیم نسواں کا خوب رواج ہے۔ مگر کسی قدر آزادی زیادہ ہے صفیہ زکیہ دونوں بہنیں انگریزی کے سوائے فرنچ بھی جانتی ہیں۔" ہمایوں فر۔" فرنچ سیکھنے میں زیادہ دقت نہیں ہے۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو بہت جلد سیکھ سکتی ہو۔ میں پڑھایا کروں گا۔" روشنک۔" میں کوشش کروں گی۔" ہمایوں فر۔" انگریزی سیکھنے کے بعد فرنچ بڑی آسان ہوتی ہے۔"

الغرض دونوں سو رہے۔ صبح کو منہ ہاتھ دھو کر دونوں میاں بیوی بندر کو روانہ ہوئے۔ جہاز چھ بجے لنڈن میں لنگر انداز ہوا۔ ہمایوں فر بیوی کو موٹر پر چھوڑ کر خود کشتی پر سوار ہو کر جہاز پر گئے۔ لیڈی الیٹ اور نیلی مسنر ولیم کو کشتی پر لائے۔ روشنک برقعہ پوش تعظیم کو موٹر سے اُتر آئیں مصافحہ کیا۔ مزاج پرسی کی۔ وہ دونوں بڑے تپاک سے ملیں۔ اور موٹر پر سوار ہو گئیں۔ ہوٹل پہنچ کر کمرے میں روشنک نے برقعہ اُتار دیا۔ تو اُس کی پیاری موہنی صورت دیکھ کر سب دنگ ہو گئیں۔ نیلی۔" مسنر ہمایوں فر۔ ہم نے اس طرح کی خوب صورت لیڈی ہندوستان میں نہیں دیکھی۔ آپ کی صورت بہت اچھی ہے۔ اس اسٹیشن میں شاید ایک دو ہی ایسی ہوں۔ جو برابری کر سکیں۔ میں آپ سے مل کر نہایت خوش ہوئی۔ مسنر مائیکل نے جس قدر تعریف لکھی تھی۔ بجا ہے۔ وہ آپ کی بڑی مداح ہیں۔ ہم آپ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔" لیڈی۔" ہم بھی نہایت خوش ہوئے۔ تم نے ہمارے واسطے اس قدر سفر کی تکلیف برداشت کی۔" روشنک۔" جی نہیں تکلیف کیسی۔ کیا آپ ہماری پیاری ماں نہیں ہیں؟ جب کوئی عزیز دور دراز سے آتا ہے۔ تو ملنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ یہی حال میرا بھی تھا۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے اپنی لڑکی کے برابر سمجھیں گی۔" لیڈی۔" بے شک تم ہماری لڑکی

کے برابر ہو۔" روشنک" پیاری اماں جان! گو آپ ضبط کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس وقت آپ کے دل کی کیفیت ناگفتہ بہ ہے۔ آج سے تین سال پیشتر جب آپ ہندوستان تشریف لائی تھیں اسی ہوٹل میں ہماری مرحومہ بہن آپ کے استقبال کو بڑے شوق اور محبت سے آئی تھیں۔ اور آج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کیا انقلاب زمانہ ہے۔ گو میرا رشتہ رقابت کا ہے لیکن میں اُن سے محبت کرتی تھی مجھے اکثر ان کی یاد بے چین کرتی ہے۔ اور دنیا کی بے ثباتی پر دل بھر آتا ہے۔ مجھے خواب میں بھی معلوم نہ تھا۔ کہ بے چاری اپنا گھر بار۔ بچے۔ شوہر چھوڑ جائے گی اور تقدیر مجھے ان کی جگہ لا بٹھلائے گی۔ اُن کا فوٹو اور کپڑے دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔ ایک دن ہم کو بھی اس عالم فانی کو چھوڑنا ہوگا۔ جس طرح آج ہم اُن کو روتے ہیں۔ لوگ ہمیں بھی یاد کریں گے۔ بشرطیکہ ہم اپنے بعد نیک نام چھوڑ جائیں۔" ڈ لیڈی" (رومال سے آنسو پونچھ کر) پیاری مسز ہمایوں فر! اب ہم کو مناسب ہے۔ کہ میری کو بھول جائیں۔ بے شک مامتا بری ہوتی ہے۔ لیکن میں خدا کا شکر کرتی ہوں۔ کہ اُس نے میری کے بعد مجھے ایک اور بیٹی دی۔ جو ضرور مجھ سے میری کی مانند ثابت ہوگی۔" روشنک" انشاء اللہ آپ مجھے اسی طرح پائیں گی خدا کرے میری خدمت آپ کو پسند آئے۔"

لیڈی تو غسل کرنے گئیں۔ ہمایوں فر سر جھکائے خاموش تھے۔ گذشتہ زمانے کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ گیا تھا۔ روشنک خوب سمجھتی تھی۔ کہ اس کے شوہر کے دل میں اول اپنی بیوی کے عزیزوں کو دیکھ کر پچھلی محبت جوش مارے گی۔ لیکن ولولۂ جوش دیر تک قایم نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مس کیلی" (جو نیلی کی سہیلی لندن سے ہمراہ آئی تھی) مسٹر ہمایوں فر! ایام گذشتہ کو بھول جاؤ۔ اس کے خیال سے اپنے دل پر رنج نہ لاؤ۔" نیلی" افسوس ہمارے آنے سے آپ کو پچھلی باتوں کا خیال پیدا ہوگیا۔"

ہمایوں فر" تمہارے آنے سے مجھ کو کمال خوشی ہوئی۔ لیکن" اے گل تو بوئے کسے داری" تمہاری صورت پر کسی کی شباہت ہے۔" نیلی" اب ان باتوں سے کیا

حاصل ہے۔

الغرض سب کو لے کر ہمایوں فر دہلی روانہ ہوئے۔ حامد اور مریم ہمایوں فر کی کوٹھی ہی میں تھے۔ ان کو تار دیا۔ دونوں میاں بیوی سٹیشن پر آگئے۔ مریم برقعہ پوش ویٹنگ روم میں چلی گئی۔ نقاب الٹ دیا۔ کرسی پر بیٹھ کر انگریزی اخبار دیکھنے لگی۔ حامد پلیٹ فارم پر ظفر اور محمود کے ہاتھ پکڑے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ اتنے میں بمبئی میل آگئی۔ حامد فوراً گاڑی کے قریب آئے شیک ہینڈ کیا۔ سب ویٹنگ روم میں آئے۔ مریم سے مل کر مع مریم کے سب موٹر کار پر سوار ہو گئے۔ اور کوٹھی پر آئے۔ روشنک اور ہمایوں فر نے مہمانوں کی خاطر اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ نیلی کے شوہر کلکتہ میں تھے۔ وہ بھی آئے ایک ہفتہ مہمان رہ کر مع بیوی بچوں کے کلکتہ روانہ ہو گئے۔ لیڈی صاحبہ پورے چار ماہ روشنک کے ساتھ رہیں۔ اور نیلی اور مائیکل کے یہاں سے ہوتی ہوئی چھٹے مہینے میں لندن واپس گئیں۔ روشنک نے اُن کو اپنی لیاقت سے گرویدہ بنا لیا۔ ہر ہفتہ لندن میل میں لیڈی صاحبہ کا خط ضرور آتا تھا۔

کوئین میری کالج

اللہ اللہ۔ آج تو ہزاروں آدمی جمنا کے کنارے وسیع میدان میں جمع ہیں۔ مسلمان ہندو۔ انگریز۔ پولیس۔ حکام۔ لیڈی جنٹلمین جمع ہیں۔ فوجی سپاہی بھی نظر آتے ہیں۔ راجہ مہاراجہ۔ نواب بھی موجود ہیں۔ خیمے نصب ہیں۔ اتنے میں حضور وائسرائے بہادر کی چوکڑی آئی۔ سب نے تعظیم کی۔ ہمایوں فر نے استقبال کیا۔ وائسرائے بہادر نے "کوئین میری کالج" کا سنگ بنیاد رکھا۔ سب سے مل کر رخصت ہوئے۔ ہمایوں فر نے ایک قابل تجربہ کار انجنیر کے سپرد کیا۔ کئی لاکھ روپیہ صرف کر کے عالی شان عمارت اور بورڈنگ ہاؤس بنایا۔ کل خرچ روشنک بیگم نے اپنی جیب خاص سے دیا۔ پورے دو سال میں عمارت تیار ہو گئی۔ تو روشنک بیگم نے افتتاح کی رسم یوں ادا کی۔ موسم سردی کا تھا۔ کسی قدر سردی پڑتی تھی۔

حضور وائسرائے بہادر دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے کئی راجہ مہاراجہ
بھی آئے ہوئے تھے۔ روشنک بیگم نے بہت روپیہ صرف کر کے کالج کی عمارت
کو کاغذ، کپڑے کے پھول پتے اور قدرتی پھولوں سے سجایا اور رانیاں مہارانیاں
معزز ہندو۔ برہمو۔ پارسی۔ یورپین مسلمان لیڈیوں کو مدعو کیا۔ چار بجے سے
مہمانوں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ پانچ بجے سب آگئیں۔ آخیر میں لیڈی
وائسرائے بہادر تشریف لائیں سب نے تعظیم دی۔ انہوں نے کالج کے
افتتاح کی رسم ادا کی۔ مس ٹامسن ہیڈ مسٹریس اور چند برہمو۔ یورپین
لیڈیاں جو خاص لندن سے بلائی گئی تھیں۔ استانیاں مقرر ہوئیں۔ قرآن
مجید پڑھانے کا خاص طور سے انتظام ہوا۔ ہندو مسلمانوں کی پردہ نشین
۵۰ لڑکیاں داخل ہوئیں۔ اور بعض لوگوں نے اپنی اپنی لڑکیوں کو بھیجنے کا
وعدہ کیا۔ چھوٹی بلقیس اور مہ جبین جبین آرا بھی داخل ہوئیں۔ جہاں آرا۔ اختر
زینت بھی داخل ہوئیں۔ لڑکیوں نے ملکہ معظمہ اور لیڈی وائسرائے کی تعریف
میں ایک نظم انگریزی کی پڑھی جس کو روشنک نے لکھا تھا۔ لیڈی صاحبہ کو
گلدستہ مہ جبین اور بلقیس نے پیش کیا۔ گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ لڑکیوں
نے پھول لیڈی صاحبہ پر نچھاور کئے۔ روشنک بیگم نے انگریزی میں کچھ تعلیم
نسواں کے بارے میں کہا۔ اور اپنی معزز مہمانوں کا عموماً اور لیڈی صاحبہ کا
خصوصاً شکریہ ادا کیا۔ لیڈی صاحبہ نے کھڑی ہو کر چند الفاظ روشنک بیگم
کی ہمت اور ہمدردی کے بارے میں کہے کہ مسز ہمایوں فر ہندوستانی لیڈیوں
میں پہلی لیڈی ہیں جنہوں نے ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا
کیا۔ اور اپنی ہم وطن بہنوں کی تعلیم کی راہ میں اپنا روپیہ صرف کر کے آسانیاں
پیدا کر دیں۔ ہندوستانی مستورات کو تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ میں ان کی
عقل اور ہمت کی تعریف کرتی ہوں ان کی کل ہم وطن بہنوں کو ان کا شکر گذار
ہونا چاہئے اور کوئین میری کالج "جو ہماری رحم دل ملکہ معظمہ کے نام مبارک سے
قائم ہوا ہے۔ اس کو ترقی دینے میں ہندو مسلمان لیڈیوں کو ضرور مدد دینی

چاہئے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ یہ کالج ترقی کرے۔ اور لڑکیاں گریجویٹ ہو کر ڈگریاں حاصل کریں۔ لایق اُستانیاں اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کریں۔ کالج کے کاموں میں کُل لیڈیوں کو جو اس وقت یہاں موجود ہیں۔ ہماری تعلیم یافتہ لیڈی۔ قوم کی خیر خواہ مسز ہمایوں فر کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ خدا اُن کے نیک ارادوں میں کامیابی بخشے۔ جلسہ برخاست ہُوا ٭

شملہ کی سیر

موسم گرما ختم ہو چکا تھا۔ کسی قدر سردی پڑتی تھی بادل تیزی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹیوں پر جمع ہو رہے تھے۔ آفتاب عجب شان سے غروب ہو رہا تھا۔ لال بھبوکا بن رہا تھا۔ روشنک بیگم گہرے سبز رنگ کی پارسی ساڑھی باندھے کسی خیال میں محو برآمدہ کی ریلنگ پر سہارا دئے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ روشنک کا چھوٹا خوب صورت لڑکا اطہر کھیل رہا تھا۔ آیا کھڑی تھی۔ اتنے میں ہمایوں فر کی ٹمٹم پھاٹک کے اندر داخل ہوئی۔ اس وقت وہ بھورے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ٹوپی ہاتھ میں تھی۔ برہنہ سر۔ بالوں میں برش کیا ہُوا۔ گوری چمکدار پیشانی نہایت خوب صورت معلوم ہو رہا تھا ٭

ہمایوں فر۔ (بیوی کے قریب آکر) روشنک اندر چلی آؤ باہر ابھی سردی ہے۔ اور تم میں اتنی طاقت ابھی تک نہیں آئی ہے۔ کہ یہاں کی تیز ہوا کو برداشت کر سکو۔ اب تک تم کو کلی صحت نہیں ہوئی۔" روشنک "میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ امی جان کی طبیعت کل سے آج زیادہ خراب ہے"۔

ہمایوں فر "ڈاکٹر صاحب کو بلا لیا ہوتا۔ مجھے آج آفس میں دیر ہوگئی"۔

روشنک "مجھے اماں جان کی صحت کی بڑی فکر ہے۔ اُن کو شملہ آئے ہوئے یہ دوسرا ہفتہ ہے۔ اب تک پوری صحت نہیں ہوئی"۔

ہمایوں فر "تاہم مرض میں افاقہ ہے بخار نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ ورنہ جب ہم ان کو یہاں لائے مجھے امید نہ تھی۔" روشنک "خدا اُن کو شفا بخشے"۔

چھوٹا اطہر ابا جان ابا جان کہتا ہوا اپنے ننھے ننھے پاؤں سے دوڑتا باپ کے پاس آیا۔ ہمایوں فر نے پیار کر کے گود میں اٹھا لیا۔ اور ماں کے کمرے میں گئے۔ عالیہ بیگم لیٹی ہوئی تھیں۔ ہمایوں فر۔ (قریب جا کر سر پر ہاتھ رکھ کر) امی جان طبیعت کیسی ہے؟ عالیہ بیگم۔ "آج کسی قدر حرارت معلوم ہوتی ہے۔"

روشنک شوربا لے کر آئی۔ عالیہ بیگم نے پیار کیا۔ اور کہا "دلہن تم خود ایک ہفتے تک بخار میں مبتلا رہ چکی ہو۔ اب تک نقاہت باقی ہے۔ ہماری کہاں تک خدمت کرو گی۔ خدا تم کو خوش رکھے تم نے بڑی خدمت کی ہے۔"

روشنک۔ "نہیں امی جان میں اب بالکل اچھی ہوں۔"

روشنک ساس کے پاس بیٹھ گئی۔ ہمایوں فر ہال کمرے میں گئے گھڑی نے ٹن ٹن آٹھ بجائے۔ اور کسی نے ہال کمرے کے دروازے پر ہاتھ مارا۔ ہمایوں فر۔ "کون ہے؟" پھر شیشے پر کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ ہمایوں فر دروازے کی طرف بڑھے تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ کوئی شخص کھانے کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ اور ساتھ ہی چھنا چھن کی آواز آئی۔ ہمایوں فر فوراً اس طرف گئے۔ دیکھا تو ایک شخص سیاہ اوور کوٹ سے سر اور منہ چھپائے ہے اور سامنے میز پر چند گلاس ٹوٹے پڑے ہیں۔ ہمایوں فر۔ "پہچان گیا۔ اب چلے آئیے صاحب عجب آدمی ہو۔ مذاق کرنے سے کسی وقت نہیں چوکتے۔ ہماری بہن کہاں ہیں۔ اور یہ ہمارے گلاس کیوں توڑ ڈالے؟" حامد۔ (ہنس کر) آپ کو گلاس کی پڑی ہے۔ اور میں سردی سے ٹھٹھرا جاتا ہوں۔"

ہمایوں فر۔ (مسکرا کر) آپ چاہے جم جاتے۔ لیکن مجھے اپنے گلاس کی فکر ہے۔"
حامد۔ (ہنس کر) جی ہاں۔ میں فالتو ہوں؟" ہمایوں فر۔ "لو اب مذاق ہو چکا۔ لڑکیاں اور مریم نہیں آئیں؟" حامد۔ "سب گاڑی پر ہیں۔"

ہمایوں فر اور حامد دونوں گاڑی تک گئے۔ روشنک بھی آگئیں۔ مریم مع سعد حسین۔ بلقیس۔ حسن آرا۔ جہاں آرا۔ زہرا کے گاڑی سے اتریں۔ روشنک نے سب کو پیار کیا۔ دوسری گاڑی سے ظفر۔ مطہر۔ محمود۔ جہانگیر اترے تعطیل

کی وجہ سے لڑکیاں مریم کے ہمراہ والدین سے ملنے آئی تھیں۔ لڑکے دو ہفتے پہلے ہی آگئے تھے۔ اور خوش خوش بہنوں کو لانے اسٹیشن پر گئے تھے۔ سب ہال میں آگئے۔ عالیہ بیگم بھی ہال میں آگئیں۔

مریم:۔ امّی جان۔ آپ نے کیوں تکلیف کی؟ ہم لوگ وہیں جا رہے تھے۔

ظفر:۔ دادی جان۔ آپ کو اپنی طاقت سے زیادہ چلنا پھرنا نہیں چاہیئے۔

ہمایوں فر نے ماں کو صوفا پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔ اور وہ لیٹ گئیں۔ زہرا مریم کی لڑکی عالیہ بیگم کے قریب بیٹھ گئی۔ ہمایوں فر:۔ بھائی جان اور بھابی صاحبہ کیوں نہیں آئیں۔ ہم نے دونوں کو تاکیداً لکھا تھا۔ مریم:۔ اُن لوگوں نے دوسرے ہفتے آنے کو کہا۔ میں لڑکیوں کی وجہ سے جلد چلی آئی۔ ورنہ اُن سب کی خوشی غارت ہو جاتی۔ تعطیل کا ایک ہفتہ وہیں ختم ہو جاتا۔

ہمایوں فر:۔ یہ تم نے خوب کیا۔ حامد:۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ پیارے ظفر نے انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا۔ کل ہمارا تار آپ کو ملا ہوگا۔

ہمایوں فر:۔ سب سے پہلے مجھے آپ کا تار ملا۔ تم کو بھی مبارک ہو۔ مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ کہ ایک ہی گزٹ میں محمود اور ظفر پاس ہوئے۔

اتنے میں کھانے کی گھنٹی ہوئی۔ اور سب کھانے کے کمرے میں گئے۔ میز کے گرد بیٹھ گئے۔ عالیہ بیگم اپنے کمرے میں آرام میں تھیں۔ بعد کھانے کے لڑکے لڑکیاں اپنے اپنے کمروں میں جا کر لیٹ گئے۔ مریم۔ روشنک۔ حامد اور ہمایوں فر کچھ دیر باتیں کرنے لگے۔ حامد:۔ آج کس قدر سردی ہے!

روشنک:۔ ابھی اور چمکے گی! مریم:۔ آج رات کو آندھی آئے گی شاید ہوا تیز ہے۔ روشنک:۔ نہیں مطلع صاف ہے۔ ہوا کم ہوتی جاتی ہے۔

ہمایوں فر:۔ حامد! مجھے تم لوگوں سے ایک معاملہ میں مشورہ کرنا ہے۔

حامد:۔ فرمائیے۔ ہمایوں فر:۔ آئندہ مہینے سر مائیکل ایک سال کی رخصت پر لندن جانے والے ہیں۔ لڑکوں کو اُن کے ہمراہ کر دوں۔ اگر ابھی سے اکسفورڈ میں تعلیم ہو۔ تو مناسب ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حامد:۔ بہت ہی مناسب

ہے۔ میں بھی محمود کو بھیج دوں۔" ہمایوں فر "بھائی صاحب جہاں گیر کے بارے میں کیا کر رہے ہیں۔ دو سال قبل ہی اس کو بھیجنا تھا یفت میں غریب لڑکے کا وقت ضائع ہوا لیکن خیر اب تو ایف اے کا امتحان وہ پاس کر ہی چکا۔ اب اور دیر کرنا مناسب نہیں۔" حامد "وہ تھا بھائی عجب سست آدمی ہیں۔ اُن کو چنداں خیال ہی نہیں۔ ہم نے ذکر کیا تھا۔ تو کہنے لگے۔ ہمایوں فر سے پوچھو میں ان لڑکوں کے معاملے میں دخل نہیں دیتا۔ اور نہ مجھے اس قدر فرصت ہے تم لوگ جیسا مناسب سمجھو کر دو۔"

ہمایوں فر "آیندہ مہینے میں دہلی جانے والا ہوں۔ وہیں سے ان سب کو روانہ کر دوں گا۔"

الغرض گیارہ بجے سب سو رہے صبح کو ہمایوں فر اور حامد نے لڑکوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور میز پر آئے۔ روشنک بیگم مع مریم اور لڑکیوں کے میز کے گرد موجود تھیں۔ روشنک نے چائے کی پیالی حامد کی طرف بڑھائی۔ پھر (ہمایوں فر کی طرف دیکھ کر) "کہئے تو پی لوں۔ لیکن نزلہ کی شکایت ہے۔ کل خوب سردی لگی ہے۔" ہمایوں فر "نہیں۔ کافی پیو۔ یہ محرک نزلہ نہیں ہے۔"

مریم۔ "(حلوے کی تشتری ظفر کی طرف بڑھا کر) لو ظفر تم کو حلوا بہت پسند ہے۔" ظفر "(ادب سے سر جھکا کر) جی ہاں پھوپھی جان۔ میں حلوا شوق سے کھاتا ہوں۔ امی جان اکثر دہلی سے ہمارے واسطے علی گڑھ میں پارسل کرتی تھیں۔"

مریم۔ "تم کو کیا پسند ہے مطہر؟" مطہر۔ "پنیر اور بالائی۔" مریم۔ "تم کو کیا دوں محمود؟" محمود۔ "لوز بادام اُٹھا دیجئے۔"

مریم نے لڑکے اور لڑکیوں کو ناشتہ تقسیم کیا۔ انگریزی۔ ہندوستانی دونوں قسم کے ناشتے میز پر موجود تھے۔ ہمایوں فر۔ حامد۔ اور ظفر۔ جہاں گیر۔ محمود اور مطہر کو لے کر ٹینس کھیلنے لگے۔ لڑکیاں روشنک اور مریم اور ایک یورپین نرس کے ہمراہ جو بچوں کی نگہبانی کے واسطے ہمیشہ نوکر تھی۔ کوٹھی کے اس طرف نکل گئیں۔ جہاں کئی چشمے جاری تھے۔ لوگوں کی آمد و رفت نہیں تھی۔

مریم:۔ میرا تو بہتے چشموں کے کنارے سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔
مہ جبین:۔ پھوپھی جان۔ یہاں کوسوں انسان دکھائی نہیں دیتا۔ بالکل پردہ برقعہ کی بھی ضرورت نہیں۔" مریم:۔ ہاں تمہارا کہنا صحیح ہے۔" حسن آرا:۔ چچی جان چشموں سے پانی گرنے کی آواز کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔" بلقیس:۔ یہاں کیسی سردی ہے۔ امی جان دہلی میں تو اس قدر سردی نہیں۔ بورڈنگ کی لڑکیوں نے اب تک گرم کپڑے نہیں پہنے۔ اور یہاں تو بغیر گرم کپڑے کے بیٹھا نہیں جاتا۔"
مریم:۔ اس طرف کیسے بادل نظر آتے ہیں۔" روشنک:۔ بادلوں کا یہاں عجب تماشہ ہے۔ بہن اِدھر اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور اگر فوراً شیشے بند نہ کئے جائیں تو اندر گھس جاتے ہیں۔ تمام اسباب گیلا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے بیرا بے چارا شیشے بند کرتے ہوئے سخت پریشان ہوتا ہے۔" حسن آرا:۔ وہ بادل ہمارے قریب آرہا ہے۔" روشنک:۔ دور سے تو بادل نظر آتا ہے۔ اور جب پاس آئے تو صرف دُھواں ہے۔" ایک گھنٹے بعد سب واپس گئیں۔ تو عالیہ بیگم کی طبیعت آج بحال تھی۔ پوتوں پوتیوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش تھیں۔ گیارہ بجے کھانے کے کمرے میں گھنٹی ہوئی سب چھوٹے بڑے میز کے گرد جمع ہو گئے۔ بعد کھانے کے ہمایوں فر آفس گئے۔ چار بجے آفس سے آکر سب کو لے کر ہوا خوری کو روانہ ہوئے۔
ظفر:۔ (روشنک سے) امی جان ابا جان سے اجازت دلا دیجئے تو ہم اپنی بہنوں کو پہاڑ کی سیر کرا لائیں۔" مہ جبین:۔ امی جان ہم سب چلیں گے۔"
بلقیس:۔ پیاری امی جان! آپ بھی ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔"
روشنک:۔ (ہمایوں فر کی طرف مخاطب ہو کر جو دوسری طرف بیٹھے تھے) آپ نے کچھ سنا۔ اِن سب کی کیا خواہش ہے۔" ہمایوں فر:۔ (بیوی کی طرف مڑ کر) نہیں۔ میں اَور خیال میں تھا۔" روشنک:۔ یہ لوگ پہاڑ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو۔" ہمایوں فر:۔ کیا مضایقہ ہے لیکن آج تم بھی ان کے ساتھ بچہ بننا چاہتی ہو تو چلو۔" یہ کہہ کر گاڑی روک لی۔ اور آپ اترے۔ دوسری گاڑی سے حامد اترے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ لڑکے خوشی خوشی چلے۔ چاروں طرف بڑی بڑی گھاس

جمی ہوئی تھی۔ چھوٹی زہرا گھاس کے لپٹ جانے سے گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتی تھی ہمایوں فرا اور حامد درخت کی شاخیں اور گھاس سامنے سے ہٹاتے جاتے تھے۔ اور لڑکیوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ کسی کا پیر پھسلتا تھا۔ تو فوراً سنبھال لیتے تھے۔ پہاڑ پر پہنچ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ قدرتی پھول پتے چاروں طرف پتھر کی زمین پر سبز فرش عجب بہار دکھاتا تھا۔ مریم "خدا کی قدرت کے نظارے ہیں۔ اگر لاکھوں باغبان اکٹھے ہو جائیں۔ تو ایسے پھول تیار نہ کر سکیں"۔
روشنک" اور کیا۔ ہزاروں گلدستے بنا لو۔ پھر بھی ختم نہ ہوں"۔ لڑکے چاروں طرف گھومنے پھرنے لگے۔ روشنک "بلقیس دیکھو۔ تم کنارے پر کھڑی ہو۔ فوراً ہٹ جاؤ"۔ (بلقیس ہٹ گئی) محمود "(ایک پھول بلقیس کے ہاتھ میں دے کر۔) دیکھو بلقیس یہ کتنا خوب صورت ہے"۔
حسن آرا "یہ پھول تو اتنا خوب صورت نہیں جتنی آپ تعریف کرتے ہیں۔ ہاں رنگ البتہ پیارا ہے"۔ بلقیس "نہیں بہن مجھے بھی پسند ہے"۔
حسن آرا "ایام تعطیل ختم ہونے پر ہم کالج چلے جائیں گے۔ ورنہ میں تو ضرور کچھ روز یہاں رہتی۔ مہ جبین کو سالانہ امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ مس ٹامسن نے چلتے وقت تاکید کی ہے"۔ محمود "(جو گلدستہ بنا رہا تھا) ہم تو اپنی تعطیل یہیں ختم کریں گے ابا جان سے اجازت لے کر آیا ہوں"۔
جہاں گیر "دیکھئے مجھے کہاں جانا پڑتا ہے۔ علی گڑھ۔ یا لندن"۔ ظفر "ابا جان ہم سب کو ساتھ ہی روانہ کریں گے"۔ محمود "(ہنس کر) پھر ہم نہایت ہی خوش ہوں گے۔ کیوں کہ مجھے تمہاری مفارقت منظور نہیں"۔ ظفر "میرا بھی یہ ہی حال ہے"۔ جہاں گیر "ہمارے ابا جان اور چچا جان میں کس قدر محبت ہے۔ خدا کرے ہم لوگوں میں بھی ایسی ہی ہو"۔ ظفر "ضرور ہو گی۔ نہ ہونا کیا معنی"؟

اتنے میں حامد نے پکارا کہ ظفر۔ محمود۔ اب چلنا چاہئے۔ اندھیرا ہو چلا ہے۔ الغرض سب کوٹھی آئے۔ برآمدے میں بیٹھے ہوئے پہاڑ کے سرسبز درختوں کی سیر۔ برقی لیمپوں کی روشنی۔ شام کا وقت ایک قابل دید نظارہ تھا۔ الغرض ایک

مہینہ رہ کر سب ہمایوں فر کے ہمراہ دہلی آئے ہیں۔

لڑکوں کی روانگی

دسمبر کا مہینہ تھا۔ سر جون مائیکل۔ سر ہمایوں فر کے سی ایس آئی کے یہاں آئے ہوئے تھے۔ آج روشنک بیگم کے یہاں قمر آرا۔ مریم۔ بہار النساء۔ صالحہ بیگم اور دیگر عزیز و اقارب جمع تھے۔ ظفر۔ محمود۔ اور جہانگیر تیار ہو کر آئے۔ سب کو ادب سے سلام کیا۔ عالیہ بیگم۔ صالحہ بیگم نے دعائیں دیں۔ روشنک نے ظفر کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پیار کر کے کہا "بیٹا! میں اُمید کرتی ہوں۔ کہ تم بہت جلد کامیابی کے ساتھ لندن سے واپس آؤ گے۔ اُس وقت ہماری خوشی کی حد نہ ہو گی۔ جب میں اپنے پیارے بچے کو فخر کے ساتھ گلے لگاؤں گی۔ میرے لعل! محنت اور کوشش سے غیر معمولی کامیابی کی کوشش کرنا۔ تاکہ ہم جامے میں پھولے نہ سمائیں۔ اور تمہارے ہم وطن بھائی تم کو مبارک باد دیں۔ بیٹا! اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کرنا۔ مجھے تم سے بہت کچھ امید ہے۔" ظفر "پیاری امّی جان! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میرا بڑا فرض قیام لندن کے زمانے میں یہی ہو گا کہ علم حاصل کروں۔ اور اپنے ہم وطن بھائیوں کے لئے اچھا نمونہ پیش کروں آپ دعا کریں۔ کہ آپ کا یہ خادم سرخ رُو واپس آئے۔" روشنک "پیارے ظفر! خبردار خبردار۔ نماز میں سُستی نہ کرنا۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند رہنا۔ جیسا کہ تمہارے ابا جان اور پھوپھا جان اپنے قیام لندن کے زمانے سے اب تک شریعت کے پابند ہیں۔" ظفر "انشاء اللہ! خدا نہ کرے کہ میں اپنے پاک مذہب کو بھول جاؤں۔"

روشنک نے دوبارہ پیار کیا۔ اُس کو ظفر سے از حد محبت تھی۔ اور ظفر کو آج تک معلوم ہی نہ تھا۔ کہ یہ ہماری سوتیلی ماں ہیں۔ وہ حقیقی ماں جانتا تھا۔ دونوں ماں بیٹے کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ روشنک نے خدا حافظ کہا۔ مہ جبین بلقیس نے باری باری سے بھائی کو پیار کیا اور اشک بار رہے ہیں۔ الغرض

سب سے رخصت ہو کر تینوں لڑکے سرجون مائیکل کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ ہمایوں فر اور حامد بمبئی تک گئے۔ روشنک کئی دن تک سخت پریشان رہیں۔ لڑکے اکسفورڈ میں داخل ہو گئے۔ جی لگا کر پڑھنا شروع کیا۔ ایک تو لڑکے خود ہی نیک اور ذہین۔ اس پر ماں باپ تعلیم یافتہ۔ پرائیویٹ استادوں کی نگرانی۔ والدین کا خوف۔ تعلیم کا شوق۔ سیر تماشے لہو و لعب بیہودہ گپ شپ۔ بری صحبت سے قطعی پرہیز۔ ایک اتالیق ہر وقت موجود جس کو ہمایوں فر نے مقرر کیا تھا۔ وہ ہر ہفتہ لڑکوں کی تعلیم کی خبر لکھا کرتا تھا۔ تیسرے سال محمود اور ظفر نے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور جہانگیر ایل ایل ڈی کی ڈگری لے کر بیرسٹری میں داخل ہو گئے۔

حسینی بیگم کی موت

حسینی بیگم آخر وقت تک اپنی ضد پر قایم رہیں۔ اُن کی بیماری کی خبر سُن کر روشنک اور ہمایوں فر گئے۔ ہرچند اصرار کیا۔ کہ ہمارے یہاں چلیں۔ ہم خود آپ کی خدمت کریں۔ ہاتھ جوڑے قدموں پر سر رکھا۔ لیکن انہوں نے یہی جواب دیا "تم ہمارے سر نہ ہو۔ ہم ہرگز کوٹھیوں میں نہیں جائیں گے۔ مجھے کتے نے تو کاٹا نہیں کہ بڈھا چونڈا اہلا کر ہوا خوری کو پہاڑوں اور کوٹھیوں کی سیر کرتی پھروں۔ تمہاری ساس کو مبارک ہو۔" روشنک نے کہا "خیر ہم یہیں رہ کر علاج کروائیں گے۔" حسینی بیگم "جی نہیں۔ بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی جئیے گا۔ میں آنگریزی علاج نہیں کرتی تم اپنی سی کھو گی۔ اور میں اپنی سی چلو فرصت ہوئی۔"

ہرچند حسینی بیگم بضد ہوئیں لیکن روشنک نہ گئی۔ اور ماں کی خدمت کرنے لگی حسینی بیگم ہر وقت نصیحت کرتی تھیں۔ حکیم صاحب کا علاج شروع ہوا۔ حسینی بیگم کو کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اندر ہی اندر گھلنے لگیں۔ ہر وقت خفیف بخار رہتا۔ لیکن چلتی پھرتی تھیں۔ آخر کھانسی شروع ہوئی لیکن انہوں نے شبنم میں سونا نہ چھوڑا۔ روشنک کہتے کہتے تھک گئی۔ الغرض بخار زیادہ ہوا۔ بیماری نے طول

کھینچا۔ تو لاچار ہوئیں۔ ہمایوں فر نے ایک نہ مانی اور سول سرجن کا علاج شروع کیا۔ روشنک اور ہمایوں فر حسینی بیگم کو ساتھ لے کر تبدیل آب وہوا کو گئے۔ سفر میں اور بھی حالت ردی ہوگئی۔ تو مجبورا دہلی واپس آئے۔ دونوں میاں بیوی نے خوب ہی خدمت کی۔ جب ان کو اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ تو بیٹی داماد کی قدر معلوم ہوئی۔ روشنک اور ہمایوں فر نے اپنی اپنی خطا معاف کروائی مہ جبین بھی ایک ہفتہ کی رخصت پر نانی کی بیماری میں گھر آئی تھی۔ اس نے بھی خدمت کی۔ حسینی بیگم کو غشی طاری ہوئی۔ ہوش آنے پر انہوں نے ہمایوں فر سے کہا۔ "بیٹا! افسوس! ہم نے تمہاری قدر نہ کی۔ خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔ اب میں تم سے راضی ہوں۔ تمہاری کچھ بھی خطا نہ تھی۔ ہم نے تم پر بہت ظلم کیا۔ تم ہمیشہ ہمارا ادب کرتے رہے"۔ عالیہ بیگم نے کہا۔ "بہن دعا کرو۔ اور اگر کوئی خطا دونوں سے ہوئی ہو۔ تو معاف کرو"۔ حسینی بیگم نے آنسو بہا کر کہا۔ "نہیں بہن ہمارے بچے بے خطا ہیں۔ خیر میں نے معاف کیا۔ خدا انہیں دوجہان نعمتیں عطا کرے۔ نواسہ نواسی کو پیار کیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت ہچکی آئی۔ اور ہمیشہ کے واسطے دنیا سے رخصت ہوگئیں"۔

روشنک کو سخت صدمہ ہوا۔ زار زار رونے لگی۔ ہمایوں فر بھی اشک بار ہوئے۔ عالیہ بیگم نے کہا۔ "بیٹی صبر کرو۔ دنیا میں سدا کسی کے ماں باپ نہ جئے ہیں نہ جئیں گے۔ دنیا کا یہ ہی کارخانہ ہے"۔ ہمایوں فر مع مطہرا اور اطہر حسینی بیگم کے جنازے کے ہمراہ تھے۔ چہلم کے بعد روشنک کو فکر ہوئی۔ کہ اس گھر میں کون رہے۔ اماں جان کے دم سے گھر بھرا پڑا تھا۔ مہمانوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ محلّہ کی عورتیں ان کے پاس بھری رہتی تھیں۔ آخر نوکروں کے ذمّے کر کے شوہر کے ہمراہ چلی گئیں۔

مس ہمایوں فر

مئی کا مہینہ تھا۔ اور موسم گرما۔ آفتاب دن بھر اپنی تیزی دکھا کر غروب

ہو رہا تھا۔ سرہمایوں فر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کی کوٹھی میں آج بڑی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ باغ میں ہر طرف چھڑکاؤ ہو رہا تھا۔ احاطے میں فوارے چھوٹ رہے تھے۔ قریباً شام کا وقت تھا۔ باغ نہایت عمدگی سے سجایا گیا تھا۔ پردے کا بھی انتظام تھا۔ کھانے کی سب طرح کی اشیاء میزوں پر چنی ہوئی تھیں۔ کرسیاں قرینے سے لگی ہوئی تھیں۔ روشنک بیگم آسمانی ساڑھی باندھے زینہ پر مہمانوں کے استقبال کو کھڑی تھیں۔ ان کے دائیں بائیں ان کی دونوں خوب صورت نازک اندام حسین لڑکیاں کھڑی تھیں۔ دونوں کی ساڑھیاں گلابی۔ بلاؤس آبی۔ دونوں کے کانوں میں زمرد کے گوشوارے۔ گلے میں قیمتی ہار۔ ہاتھوں میں دو دو جڑاؤ چوڑیاں اور انگوٹھیاں دونوں بہنوں کا حسن اور چاند سا مکھڑا۔ اس وقت ہزار حوروں اور پریوں کے مصفا چہروں کو مات کر رہا تھا۔ مہمانوں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ اور ہندو۔ کرسچن۔ برھو۔ پارسی مسلمان۔ یورپین لیڈیاں دوسو سے زیادہ جمع ہوگئیں۔ مہ جبین اور بلقیس اپنی ماں کے ساتھ ساتھ مہمانوں کی خاطر میں مصروف تھیں۔ خادمہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے چاندی کی کشتیوں میں یالائی۔ میوہ مٹھائی اور شربت لے کر مہمانوں کے سامنے جاتی تھیں۔ بلقیس۔ مہ جبین اور زہرا نے باری باری سے پیانو بجایا۔ اور نظم پڑھی۔ کالج کی لڑکیاں آپس میں ہنس بول رہی تھیں۔ اُستانیاں خوش خوش سب سے مل رہی تھیں۔ بعض باغ میں چہل قدمی کر رہی تھیں۔

ایک یورپین لیڈی:" میں مسز ہمایوں فر کو مبارک باد دیتی ہوں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ آپ کی دونوں لڑکیوں نے بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے۔"

دوسری لیڈی:" یہ سب کچھ ہماری معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ بیگم صاحبہ کی تربیت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔"

تیسری:" روشن خیال اعلیٰ تعلیم یافتہ باپ اور سلیقہ شعار لایق ماں کی کوشش

اور نگرانی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔"

چوتھی۔ مجھے انتہا سے زیادہ خوشی ہوئی۔ ہم مس ہمایوں فر اور مسز ہمایوں فر کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ "استانیاں" (ایک زبان ہوکر) ہم سب اس قدر خوش ہیں۔ کہ بیان ہی نہیں کرسکتیں۔ یہ دونوں ہندوستان کی مسلمان خاتونوں میں پہلی ہیں جنہوں نے بی اے کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔"

"روشنک" میں اپنی معزز مہمانوں کی تشریف آوری کا اور ہماری خوشی میں شریک ہوکر مبارکباد دینے کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور اپنی پیاری مہربان استانی جی کی دل سے شکر گذار ہوں۔ یہ سب عزت اُن ہی کی بدولت اور اُن ہی کے صدقے سے آج مجھے حاصل ہوئی ہے۔ تا دم زیست میں اُن کا شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتی۔"

مس طامسن "روشنک پیاری! جس طرح میں نے بچپنے سے لے کر آج تک تم کو نیک پایا۔ اسی طرح تمہاری دونوں لڑکیاں بھی ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ خدا تم کو اپنے بچوں کی خوشی دیکھنا نصیب کرے۔"

ایک ہندو لیڈی "ہم مستورات کو بیگم صاحبہ کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ ہم سب پر ان کا احسان ہے۔ انہوں نے اپنی بہنوں کے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے لاکھوں روپیہ صرف کر کے کالج بنا یا۔ اور اب تک مدد کر رہی ہیں۔"

پرمسو لیڈی "بے شک ہم سب اُن کے ممنون احسان ہیں۔ بیگم صاحبہ اپنی لیاقت اور اخلاق کی وجہ سے ہم عورتوں کے درمیان مثل ستارہ چمک رہی ہیں۔ خدا کرے ان کی تعلیم یافتہ لڑکیاں بھی ماں کے قدم بہ قدم چلیں۔"

"روشنک" آپ بہنوں کی قدر دانی ہے۔ جو مجھ ناچیز کی اس قدر قدر دانی کرتی ہیں۔ ورنہ میری حقیقت ہی کیا ہے۔ میں نے جو کچھ کیا۔ انسانی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ احسان کیسا؟ بلکہ میرا فرض تھا۔ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتی ہوں۔ کہ اُس نے جو روپیہ مجھے عنایت کیا تھا۔ ہمارے ہاتھوں سے نیک کام میں صرف کرایا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوگی۔ کہ ہماری ہم وطن بہنیں دولت علم سے

مالا مال ہوئیں ؟ "کوئین میری کالج" سے سترہ لڑکیاں گرایجوایٹ اور تیس انٹرنبس پاس ہوئیں۔ جن میں ہماری دو لڑکیاں مہ جبین۔ بلقیس گرایجوایٹ۔ اور بھانجی بھتیجی جہاں آرا۔ اختر۔ حسن آرا۔ زہرا انٹرنیس پاس ہوئیں۔ میں اُمید کرتی ہوں آیندہ سال حسن آرا بھی۔ انشاءاللہ بی اے کی ڈگری حاصل کریں گی۔ اور پیاری زہرا بھی اپنے وقت پر انشاءاللہ گرایجوایٹ ہوں گی۔ میں اپنی پیاری بہنوں کو ایک اَور خوش خبری سنانے والی ہوں۔ میرا بڑا لڑکا ظفر لندن میں اس سال سول سروس میں اول رہا۔ اور محمود بھی سول سروس میں کامیاب ہوا"۔ سب ایک زبان ہو کر بولیں "خدا مبارک کرے"۔ الغرض لیڈیاں شیک ہینڈ کرتی ہوئی رخصت ہوئیں۔ چند بیگمات کچھ دیر ٹھیر گئیں اور یوں گفتگو ہوئی:-

مشتری بیگم "بہن! میں آپ کو پوچھتے پوچھتے رہ گئی۔ کہیں لڑکیوں کی بات ٹھیری یا نہیں ؟ خیر سے لڑکیاں سیانی ہوگئیں"۔ سردار بیگم "آپ غضب کرتی ہیں۔ لڑکیوں کی طرز معاشرت بالکل میموں جیسی کر دی۔ آخر بیاہ کہاں دوگی؟"

انوری بیگم "اَور کیا بہن مہ جبین ہماری خورشید کی ہم سن ہے۔ اس کی گود میں ماشاءاللہ یہ تیسرا بچہ ہے۔ اور اب تک مہ جبین کی شادی نہیں کی ؟"

روشنک "(مسکرا کر) کئی جگہ سے پیغام آئے ہیں۔ لیکن اب تک ہم لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ کیوں کہ لڑکیاں تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوئی تھیں +

سردار بیگم "کیا اب عمر بھر پڑھتی ہی رہیں گی۔ اب ضرور شادی کر دو۔ بہن! لڑکیوں کو نوکری کرنی تو ہے نہیں۔ پھر پاس کر کے کیا کریں گی ؟"

اتنے میں خادمہ چاندی کی تشتری میں تار کا لفافہ لے کر آئی۔ روشنک نے پڑھا۔ تو ظفر نے لندن سے بہنوں کو مبارک باد دی تھی۔ مشتری "یہ جو ابھی اُٹھ کر اس طرف گئی ہے۔ کیا وہ بھی آپ کی لڑکی ہے ؟ کَے بچے ہیں بہن"؟

روشنک "پانچ۔ یہ میری چھوٹی لڑکی بلقیس ہے۔ ظفر اور مظہر تو لندن میں ہیں۔ اطہر بھی عنقریب جانے والا ہے۔ اور یہ دونوں لڑکیاں مہ جبین اور بلقیس"۔

عالم آرا۔ "ظفر اور بلقیس تو بیگم صاحبہ تمہاری سوکن کے بچے ہیں"؟
روشنک۔ "از برائے خدا بہن چپ رہو۔ آج تک ان دونوں کو بالکل معلوم نہیں ہے۔ کہ ہم لوگ سوتیلے بہن بھائی ہیں۔ ظفر کو اگر سات سال کے عرصہ میں لندن میں معلوم ہوئی ہو۔ تو مجھے خبر نہیں۔ لیکن بلقیس بالکل ناواقف ہے اس کو صدمہ ہو گا۔ دل میں ضرور کڑھے گی۔ کہ میری ماں زندہ نہیں ہے"۔
جانی بیگم "بہن روشنک نے جس طرح سوتیلے بچوں کی پرورش کی کسی نے آج تک ایسی سوتیلی ماں دیکھی نہ ہو گی"۔ مریم "کبھی انہوں نے ٹیڑھی انگلی نہیں لگائی۔ حقیقی ماں سے بڑھ کر پیار اور محبت ان کو سوتیلے بچوں سے ہے"
قمر آرا "بے شک یہ روشنک ہی کا حوصلہ تھا۔ مہ جبین سے ان کو بلقیس پیاری ہے"۔ جمیلہ بیگم "ہماری بیگم صاحبہ انسان نہیں۔ فرشتہ ہیں۔ ہم نے تو ایسی نیک دل بیوی دیکھی تو کیا سنی بھی نہیں۔ سوکن کے بچوں کو اس چاؤ چونچلے سے پالنا۔ اور دل پر ذرا میل نہ آنے دینا۔ ان ہی فرشتہ خصال بیوی کا کام تھا"۔
روشنک "بہن مجھے تعجب ہے۔ کہ سوتیلی مائیں کیوں غریب بیکس معصوم بے گناہ بن ماں کے بچوں سے حسد کرتی ہیں اور طرح طرح کے ظلم و ستم کرتی ہیں جب بیچارے بچے بے بس ہوتے ہیں۔ اور سوتیلی ماں ان کی مالک و مختار ہوتی ہے جو چاہے کر سکتی ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ خدا ہماری بہنوں پر جو سوتیلی مائیں بنی ہیں رحم کرے۔ اور مظلوم بچوں کی فریاد سے خدا اُن کو بچائے۔ خدا کے پاس اُن کی پرسش ضرور ہو گی۔ آخر انہوں نے کیا جواب سوچ رکھا ہے"۔ مشتری بیگم "سب آپ کے۔ سے خیالات کہاں سے لائیں"؟
روشنک۔ (جہاں آرا کی طرف مخاطب ہو کر) جہاں آرا دیکھو تو نجما کی طبیعت کیسی ہے۔ وہ بہت جلد اٹھی تھی۔ شاید آج اُس کی طبیعت زیادہ خراب ہے"۔
جہاں آرا "جی ہاں۔ دردِ سر بتاتی تھیں"۔ مشتری بیگم "کیا اب نجما یہیں ہیں سسرال نہیں گئیں۔ سنتی ہوں اُن کی ساس بڑی لڑاکا ہیں"۔
جانی بیگم "باجی نے اپنی ضد سے شادی کی تھی۔ ہمایوں فرا اور روشنک منع

کرتے رہے۔ آخر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ لڑکی مردہ ہوگئی۔ اور صفدر کی دولہن سے کبھی باجی کی نہیں بنتی۔ وہ تو خیر ہوئی کہ جہاں آرا کی شادی یوسف سے ہوگئی۔ اور گھر سنبھل گیا۔ ورنہ بڑی خرابی ہوتی۔ باجی بیوا اور داماد کے سلوک سے گھل گھل کر کانٹا ہوگئی تھیں۔ جہاں آرا اور اختر کی شادی سے بہت خوش ہیں"۔ سرداری "یوسف بھی کیا ولایت گیا تھا" مریم "ہاں بھائی صاحب کی ضد سے ورنہ باجی کسی طرح راضی نہ تھیں"۔ مشتری "وہ کیا کرتا ہے"۔ مریم "بیرسٹری"۔ سرداری "اور صفدر"؟ مریم "وہ تو باجی اور دولھا بھائی کے لاڈ پیار میں برباد ہوگیا۔ اور دلہن بھی ملی ان پڑھ جاہل"۔ گلشن آرا "اختر کی شادی کہاں ہوئی"؟ روشنک "انجنیئر زادہ سے۔ وہ الہ آباد میں ہیں۔ لڑکی نہایت خوش وخرم ہے۔ نجما کا دولھا بالکل جاہل ان پڑھ ہے۔ جیسے لکھنؤ کے اکثر نواب زادے ہوتے ہیں۔ لڑکی کی زندگی برباد ہوگئی۔ میکے میں آنے کی ممانعت تھی میں باجی سے ملنے لکھنؤ گئی تھی۔ نجما کے سسرال گئی۔ اُن کی ساس کو سمجھا بجھا کر راضی کیا۔ اور دونوں میاں بیوی کو ساتھ لائی۔ چار سال سے نجما اور اُس کے دولھا ہمارے یہاں ہیں"۔ جانی بیگم "لیکن تم دونوں میاں بیوی نے کمال کیا ہے۔ اب تو انور جاہ لکھ پڑھ سکتے ہیں"۔ روشنک "اُردو وہ جانتے تھے۔ لیکن انگریزی میں بالکل معمولی حرف شناسی تھی۔ ہم نے پرائیویٹ اُستاد رکھ کر پڑھانا شروع کیا۔ ان کو بھی شوق پیدا ہوا۔ بری عادتیں چھوٹی بھرت آئی۔ پہلے تو بہت گھبرائے لیکن پھر دل لگا کر پڑھنا شروع کیا۔ اب انگریزی بخوبی لکھتے پڑھتے ہیں"۔ قمر آرا "زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ انور جاہ ہی نہیں۔ بالکل بدل گئے"۔ مریم "اب بہت اچھے ہوگئے۔ انسان کو صحبت کا اثر بہت جلد ہوتا ہے"۔

اتنے میں کھانے کا وقت آیا بیگمات کو دسترخوان پر روشنک نے کھانا کھلایا۔ نو بجے شب کو سب رخصت ہوئیں۔ دوسرے ہفتے بی اے کا سارٹیفکیٹ لینے سینٹ ہال میں نوجوان گریجوایٹ جمع ہوئے۔ ہندو۔ برھمو لیڈیاں

بھی سارٹیفکٹ لینے آئیں حضور وائسرائے بہادر نے سب سے پہلے سر ہمایوں فر کے سی۔ ایس۔ آئی کے ہاتھ میں دو سارٹیفکٹ دے کر کہا۔ "صاحبو! میں نہایت خوشی کے ساتھ سر ہمایوں فر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ کہ مس ہمایوں فر نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ یہ دونوں بہنیں مسلمان شریف زادیوں میں پہلی خاتونیں ہیں جنہوں نے اس قدر شہرت حاصل کی۔ اور دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی لڑکیاں بھی عقل و دانش میں انگلستان کی لڑکیوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اگر ایسی ہی تعلیم جیسی ان دونوں کی ہوئی ہے۔ ہندوستان کی کل لڑکیوں کی ہو تو پھر کوئی ان لوگوں کو جاہل ان پڑھ کم عقل کا خطاب نہ دے سکے۔ مس ہمایوں فر بھی گمنام اور محض جاہل رہتیں۔ اگر ہمارے لایق اعلیٰ تعلیم یافتہ معزز دوست سر ہمایوں فر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ اور ان کی اعلیٰ التعلیم یافتہ بیگم صاحبہ اس رشتہ تعصب کو نہ توڑتے۔ اور اپنی لڑکیوں کی تعلیم اس عنوان شایستہ سے نہ کرتے۔ سر موصوف اور بیگم صاحبہ کا شکر گذار ان کے کل ہم قوم بھائیوں کو ہونا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی جیب خاص سے کالج بنا کر تعلیم نسواں کو رواج دیا۔ "کوئین میری کالج" سے سترہ لڑکیاں آج تک گرایجوایٹ ہوئی ہیں۔ دو تو ہمارے دوست کی لڑکیاں مس ہمایوں فر۔ باقی پندرہ ہندو برہمو بنڈیاں ہیں۔ کالج کا کام نہایت عمدگی سے چل رہا ہے۔ قابل اُستانیاں اپنے اپنے فرایض ادا کر رہی ہیں۔ اور لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ بیگم ہمایوں فر اور ان کی رشتہ دار بیگمات لڑکیوں کی تعلیم میں دلچسپی لیتی ہیں۔ اور اپنے وقت میں سے کچھ وقت کالج کے کاموں میں صرف کرتی ہیں۔ افسوس کہ مس ہمایوں فر موافق رسم ہندوستان کے یہاں آ نہیں سکتی ہیں۔ ورنہ میں خود اپنے ہاتھ سے سارٹیفکٹ دیتا۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست سر ہمایوں فر ہماری طرف سے مبارک باد دے کر یہ سارٹیفکٹ مس ہمایوں فر کو دیں گے"۔

مضمون اخبار

نومبر کا مہینہ تھا۔ روشنک بیگم اخبار کا مطالعہ کر رہی تھیں جس کا یہ مضمون تھا۔
"ہم نہایت خوشی کے ساتھ سر ہمایوں فر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی اور ان کی لایق بیگم کو جو اپنی لیاقت سے مستورات کے درمیان چاند کی طرح روشن ہیں مبارک باد دیتے ہیں کہ ان کے فرزند دلبند مسٹر ظفر سول سروس کے امتحان میں لندن کے طالب علموں میں اول رہے اور ہندوستان کا نام روشن کیا۔ کیوں نہ ہو۔ بیگم صاحبہ عالی دماغ لایق۔ تربیت یافتہ خاتون ہیں۔ جو یورپ کی لیڈیوں سے عقل و فہم میں مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اکثر ان کے پاکیزہ خیالات بذریعہ اخباروں کے ہماری نظروں سے گذر رہے ہیں ہمیں کمال فخر ہے۔ کہ ہمارے ملک میں بھی ایسی تعلیم یافتہ خواتین موجود ہیں۔ انھوں نے کیسی خوبی و خوش اسلوبی سے اپنے گھر کا انتظام کیا۔ اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر اپنی ہم وطن بہنوں کو دکھایا۔ کہ ہندوستان کے لڑکے لڑکیاں بھی یورپ کے لڑکے لڑکیوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ چنانچہ بیگم صاحبہ نے اپنی اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ سچ ہے۔ قابل ماں کے قابل بچے ہوتے ہیں۔ تربیت یافتہ لایق ماں کے کنار مادری میں تعلیم پانے کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ تعلیم نسواں کے مخالف دیکھیں۔ کہ تعلیم یافتہ خاتون کیا کر سکتی ہے۔ ہماری باعث فخر معزز خاتون خدا کرے اپنے پیارے قابل فخر فرزند مسٹر ظفر اور دیگر بچوں سے خوش و خرم رہیں۔ اور ان کے سر پر مشہور فخر ہند شوہر سر ہمایوں فر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا سایہ قایم رہے۔ دونوں میاں بیوی مع بچوں کے زندہ رہیں اور ملک کو ان کی ذات سے فائدہ پہنچتا رہے۔ آمین۔"

اتنے میں گاڑی گھڑگھڑاتی ہوئی داخل ہوئی۔ مہ جبین۔ "امی جان ابا جانی آ گئے۔" روشنک اخبار رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور بے تابی کے ساتھ گاڑی کے قریب گئیں۔ مریم بھی آئی ہوئی تھی۔ ظفر محمود اور میکسویل مع حامد اور جہانگیر کے جو بمبئی

تھک گئے تھے۔ گاڑی سے اُترے۔ ظفر نے ماں کو بندگی کی۔ روشنک نے جھپٹ کر پیار کیا۔ ظفر محمود نے سب کو باری باری سے بندگی کی۔ بہنوں سے ملے۔ روشنک نے سب کو چائے اور ناشتہ دیا۔ ہمایوں فر، غضنفر، قمر آرا وغیرہ سب آئیں۔ عالیہ بیگم نے گلے لگایا۔ میکسویل نے بھی سول سروس کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ اور تینوں پنجاب میں مقرر ہوئے تھے۔ سر مائیکل لفٹننٹ گورنر پنجاب تھے + ہمایوں فر نے دوسرے ہفتہ بڑی دھوم دھام سے یورپین لوگوں کو ڈنر دیا۔ ہندوستانی دوستوں کو پارٹی دی۔ دوسرے ہفتے ظفر لاہور، محمود امرتسر، میکسویل میرٹھ گئے اور اپنا اپنا چارج لیا۔ روشنک بیگم گھر کا انتظام لڑکیوں کے سپرد کر کے ظفر کے ہمراہ دو ہفتے کے واسطے گئیں ؂

نسبت

دسمبر کا مہینہ تھا۔ تعطیل کی وجہ سے ظفر اور محمود دہلی آئے ہوئے تھے۔ موٹر برآمدہ کے قریب تیار کھڑی تھی۔ اتنے میں ہمایوں فر آئے۔ اور مع ظفر کے سوار ہو گئے۔ آج جمعہ تھا۔ مسجد میں لوگوں کا اژدہام تھا۔ چونکہ ہمایوں فر اکثر فرصت کے وقت جمعہ پڑھنے مسجد جایا کرتے تھے۔ لہذا آج بھی گئے۔ حامد، محمود، غضنفر، جہاں گیر بھی اُن کے پیچھے آئے اور نماز پڑھی۔ خطبہ ہو جانے کے بعد ہمایوں فر اپنے ہم وطن بھائیوں کو تعلیم، صنعت و حرفت۔ زراعت۔ ہمدردی ملت۔ حفظان صحت وغیرہ مفید امور پر اکثر لکچر دیتے تھے۔ آج بھی انہوں نے حسب معمول ایک گھنٹے تک لکچر دیا۔ لوگ ان کے لکچر سننے کو جوق جوق آتے تھے۔ اور شیریں بیانی کی تعریف کرتے۔ الغرض مسجد سے کوٹھی آئے۔ سکرٹری صاحب دفتر کے کمرے میں سرکاری کاغذات لئے منتظر بیٹھے تھے۔ ہمایوں فر پردہ اُٹھا کر کمرے کے اندر گئے۔ سکرٹری نے اُٹھ کر شیک ہینڈ کیا۔ ہمایوں فر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ پھاٹک کی دوسری جانب یعنی کوٹھی کے پورب کی طرف پردے کا انتظام تھا۔ دیوار اونچی تھی۔ اس لئے صبح و شام بیگمات اس طرف ٹہلا

کرتیں۔ باغ کا بڑا حصہ اسی طرف تھا۔ خوب صورت سنگ مرمر کے کئی حوض بنے ہوئے تھے۔ ان میں لال لال مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ سنگ مرمر کے چبوترے کے چاروں طرف فوارے چھوٹ رہے تھے۔ گلاب کا تختہ کھلا ہوا تھا۔ موسمی پھول کھلے ہوئے تھے۔ روشناب باغ کی درستگی میں اپنا بہت وقت صرف کرتیں۔ شام کے قریب محمود اور جہاں گیر مع حسن آرا اور زہرا کے آئے۔ ظفر، مہ جبین، بلقیس بھی باغ میں آئے اور گلگشتِ چمن کرنے لگے۔ ظفر: "پیاری زہرا کیا تمہاری تعطیل ہے؟" زہرا: "جی ہاں۔ پرسوں میں بورڈنگ سے آئی تھی۔" مہ جبین: "بھائی جان! آپ نے ہماری بہن حسن آرا کو مبارک باد نہیں دی؟"

ظفر: "حسن آرا مجھے معاف کرنا میں بھول گیا تھا۔ مجھے انتہا سے زیادہ خوشی ہوئی کہ ایک اور بہن گریجویٹ ہوئیں۔ سبحان اللہ ہم نے دہلی آنے کے قبل مبارک باد کا تار بھیجا تھا۔ اس لئے میری آج کی خطا ضرور معافی کے قابل ہے۔"

حسن آرا: "مجھے سب سے پہلے آپ کی ٹیلی گرام ملی۔" محمود: "میں بھی مبارک باد دیتا ہوں بہن!" حسن آرا: "جی نہیں۔ مجھے آپ سے بڑی شکایت ہے۔ آپ نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا۔ آپ اپنی مبارک باد واپس لیں۔" مہ جبین: "کیوں بھائی یہ آپ بخیل کب سے ہو گئے؟" محمود: (مسکرا کر) "پیاری بہن خفا نہ ہو۔ بے شک مجھ سے خطا ہوئی لیکن ایسی نہیں کہ معاف نہ ہو۔ جس روز مجھے خط ملا۔ میں آفس سے آ کر روانہ ہو گیا۔ میں نے خیال کیا۔ اب تو جا رہا ہوں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مجھے دہلی آنے کی بیتابی تھی۔ تم سب سے ملنے کو بے اختیار جی چاہتا تھا۔"

جہاں گیر: "بلقیس! کل جو مضمون تمہارا اخبار میں چھپا ہے میں پڑھ کر نہایت خوش ہوا کیا طبع رسا پائی ہے۔ سبحان اللہ!"

اطہر جو سب سے چھوٹا تھا حوض کے قریب کھڑا ہو کر پھول پانی میں پھینک رہا تھا۔ بلقیس: "آج تیسرا روزہ ہے۔ کل میں سحر گاہی میں بھی شریک نہ ہوئی۔" مہ جبین: "تم نیند سے بیہوش تھیں۔ ہم نے کئی بار اٹھایا۔ امی جان نے جگایا۔ لیکن تمہاری آنکھ ہی نہ کھلی۔" بلقیس: "خدا جانے کل مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

ظفر:- "گذشتہ سال لندن میں روزے ہوئے تھے۔ اور اس سال میں یہاں ہوں۔"

بلقیس:- "لندن میں آپ برابر روزہ رکھتے تھے؟" ظفر:- "برابر۔ صرف دس روزے بیماری کی وجہ سے تیسرے سال قضا ہوئے تھے۔"

اتنے میں افطار کا وقت آیا۔ سب میز کے گرد جمع ہوگئے۔ مریم۔ حامد۔ قمر آرا۔ غضنفر بھی شریک تھے۔ روشناک نے سب کو شربت۔ چائے۔ ناشتہ تقسیم کیا۔ افطار کے بعد سب نے نماز پڑھی۔ لڑکے بعد نماز کے برآمدے کی طرف چلے گئے۔ اور بہنوں کو لے کر بلیئرڈ کھیلنے کمرے میں گئے۔ روشنک ہمایوں فر اور غضنفر وغیرہ ہال میں آئے۔ اور یوں گفتگو ہوئی۔

روشناک:- "ہم نے آج آپ لوگوں کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ پیغام لڑکیوں کے آئے ہیں۔ ان میں سے جہاں سب کی رائے ہو۔ جواب دیا جائے۔ لڑکیاں تحصیل علم سے فارغ ہوگئیں۔ مجھے ظفر کا انتظار تھا۔ وہ بھی آگئے۔ اب دیر کرنا مناسب نہیں۔ مسز طیب جی اور مسز نسیم صفیہ نے اپنے اپنے لڑکوں کے واسطے مجھے لکھا ہے۔ لاہور چیف کورٹ کے جسٹس اقبال حسین نے بھی لکھا ہے حیدرآباد کے نواب وقار جنگ اپنے لڑکے کے واسطے خواستگاری کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر کمال الدین صاحب کئی مرتبہ دہلی آئے۔ وہ خود اپنا پیغام کر رہے ہیں سعید صاحب اپنے ایک دوست کے لڑکے کی نسبت کراتے ہیں۔ لڑکا بیرسٹر ہے۔ چند فوٹو میز پر رکھ کر یہ ان لوگوں کی تصاویر ہیں۔ اور یہ خطوط۔ اب کہئے کہاں جواب دیا جائے اور کس کو کس پر ترجیح دوں؟"

مریم فوٹو دیکھنے لگی۔ حامد نے باواز بلند خط پڑھا۔

روشنک:- (ہمایوں فر کی طرف مخاطب ہو کر) آپ کی رائے میں کونسی جگہ بہتر ہے؟" ہمایوں فر:- "تم سب اپنی اپنی رائے بیان کرو۔ پھر ہم کہیں گے۔"

قمر آرا:- (ہمایوں فر کی طرف جلدی سے مڑ کر) آپ ہیں کون صاحب۔ یہ جبین ہماری لڑکی ہے۔ آپ کو اس پر کوئی حق حاصل نہیں۔ بھلا میں بھی تو دیکھوں آپ

کیوں کر لڑکی بیاہتے ہیں۔ آخر ہمارا کچھ حق ہے یا نہیں۔ کیوں جہاں گیر میں کون سا عیب ہے؟ اگر وہ جاہل ان پڑھ بدچلن ہوتا۔ تو ہم اصرار نہ کرتے۔ کیوں۔ کیا جہاں گیر تمہارے بھائی کا بچہ نہیں ہے؟" ہمایوں فر" (مسکرا کر) شاید! اس فقرہ پر سب ہنس پڑے۔ قمر آرا" ہنسی دل لگی جانے دو۔ ہماری بات کا جواب دو صاحب"۔ ہمایوں فر" سوچ لوں تو عرض کروں"۔ قمر آرا" سوچنے کی اس میں کیا بات ہے؟" حامد" آپ دونوں لڑلیں تو پھر ہم کچھ کہیں"۔

ہمایوں فر" چہ خوش ہم لڑیں اور آپ سیر دیکھیں"۔ ہمایوں فر" بھابی صاحبہ چونکہ آج ہی آپ نے ذکر کیا ہے۔ لہذا مجھے ایک روز کی مہلت دیجئے۔ مجھے تو جہاں گیر مظفر مظہر کے برابر ہے۔ لیکن آخر لڑکی کی رائے دریافت کرنا ضرور ہے۔ میں شادی بیاہ میں آزادانہ خیالات رکھتا ہوں۔ آپ ہماری رائے سے واقف ہیں"۔ غضنفر" (بیوی سے) تم نے آج تک ہمایوں فر اور روشنک سے اس بارے میں ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ اور مجھ پر شادی کا تقاضا شروع کر دیا"۔ قمر آرا" جب جہاں گیر لندن سے واپس آیا۔ تو اس وقت مجھے خیال ہوا تھا۔ لیکن مہ جبین کا امتحان قریب تھا۔ اس کی کامیابی کے بعد ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن روشنک کی رائے ہم نے یہ دیکھی کہ وہ ظفر کی واپسی کا انتظار کرتی تھیں۔ اور بات بھی معقول تھی۔ میں چپ رہی۔ مجھے کیا خبر تھی۔ کہ یہ حضرت نسبت اور جگہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ جب کہ سب کو معلوم ہے کہ امی جان نے چھٹی کے دن یہ کہہ کر ہماری گود میں لڑکی دی تھی کہ یہ جہاں گیر کی دلہن ہے"۔ روشنک" بھابی جان میں کب انکار کرتی ہوں۔ جہاں گیر ماشاء اللہ بہت نیک اور تعلیم یافتہ لڑکا ہے۔ لیکن آپ کو لڑکے کی اور مجھے لڑکی کی رضامندی لینا ضرور ہے"۔

قمر آرا۔ کیسی باتیں کرتی ہو۔ کیا وہ ہمارے خلاف ہوں گے؟ کیا یہ ممکن ہے"؟ ہمایوں فر" بے شک وہ سعادت مند لڑکا ہے۔ اگر آپ ایک بدقطع جاہل لڑکی بھی اس کے گلے مڑھ دیں۔ تو وہ آپ کے خلاف نہ ہوگا۔ لیکن دونوں کی رضامندی لینا ہمارا فرض ہے"۔ حامد" زمانہ کے لحاظ سے ایسا ہی مناسب

ہے۔" قمر آرا:" لیکن وہ بڑا شرمیلا لڑکا ہے۔" ہمایوں فر:" میں یہ نہیں کہتا کہ وہ روبرو کہے۔ لیکن اپنے برابر والوں سے تو اپنی رائے بیان کرے۔" روشنک۔ "لڑکیوں کی رائے ان کی بہنوں کے ذریعے اور لڑکوں کی رائے اُن کے بھائیوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔" غضنفر:" ہاں ہاں۔ ضرور دریافت کرنا چاہئے اتنا مناسب ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔" روشنک:" ہماری بلقیس کے واسطے ان پیغاموں میں سے ایک کو سب کی رائے سے چھانٹنا چاہئے۔ میں دونوں کی شادی ایک ہی دن کرنا چاہتی ہوں۔" ہمایوں فر:" مسٹر نسیم کے لڑکے وسیم کو تم کیسا سمجھتی ہو؟" روشنک:" اور تو کوئی بات بُری نہیں لیکن ان کے یہاں آزادی بہت ہے۔ اور میں اپنی بچی کی اس قدر آزادی پسند نہیں کرتی جسٹس اقبال حسین کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ ان کے یہاں برادری کے جھگڑے بھی نہیں ہیں۔ جب میں ظفر کے یہاں گئی تھی۔ اُن کی بہن مسز مجید بیرسٹرایٹ لا مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ میں نے تو اُن کو بہت اچھا پایا۔" غضنفر:" میں بھی روشنک کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔"

حامد:" (قطع کلام کرکے) اب ہم کچھ کہا چاہتے ہیں۔" (کرسی سے کھڑے ہوگئے)

ہمایوں فر:" آپ تو گویا بحث کرنے کھڑے ہوئے ہیں فیس کا دعوے نہ کرنا۔"

حامد:" فیس بھی اور جرمانہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ جناب کیا سستے چھوٹنا چاہتے ہیں؟" ہمایوں فر:" بیرسٹر صاحب شروع کریں آپ۔"

حامد:" مجھے باجی جان کی طرح لڑنا نہیں ہے۔ لیجئے یہ خط آپ کے بھانجے نے اپنی ماں کے نام لکھا ہے۔ اور ہم آج خاص اسی لئے درِ دولت پر حاضر ہوئے ہیں۔"

ہمایوں فر نے خط پڑھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

پیاری اماں جان!

جو میں اس وقت ظاہر کر رہا ہوں۔ وہ کسی قدر بے شرمی اور گستاخی اور خلاف رسم زمانہ ضرور ہے۔ لیکن مجھے آپ کے خط کا جواب لکھنا بھی ضرور ہے۔ یہ آپ کی عنایت ہے کہ مجھے اس بارے میں دخل دینے کی اجازت دی ہے۔

میں آپ کا ہر طرح فرمانبردار ہوں۔ میں اپنی رائے کو آپ کی خواہش کے مطابق صاف الفاظ میں ظاہر کرتا ہوں۔ اور دوسری جگھوں کی نسبتوں پر پیارے ماموں جان کی لڑکی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہو تو میں اپنے کو خوش قسمت سمجھوں گا۔
لیکن جس قدر پیغام بلقیس بیگم کے آئے ہیں۔ ان سب کے مقابلہ میں ہماری کوئی حقیقت نہیں۔ ورنہ میں اپنے کو اس قابل سمجھتا ہوں +

آپ کا تابعدار بیٹا محمود

مریم۔" بھائی جان محمود کی رائے تو آپ کو معلوم ہوگئی۔ اب بلقیس کو مجھے دیجئے۔ ہم مدت سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔ بے شک محمود کا کہنا صحیح ہے کہ جس قدر نسبتیں آئی ہیں۔ ان سب کے آگے ہماری کوئی حقیقت نہیں ہے فقط رشتے کا دعوے ہے"
ہمایوں فر۔" محمود سے بڑھ کر ان لوگوں میں کون سی صفت ہے۔ اگر اپنے خاندان میں تعلیم یافتہ۔ خوش اطوار لڑکا موجود ہو تو غیر جگہ نسبت کرنا مناسب نہیں۔ بشرطیکہ دونوں کی مرضی ہو۔ اس میں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ لڑکے لڑکی کو برادری اور عزیزداری کی وجہ سے ملنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ پردہ نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں"
روشنک۔" مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ کہ بلقیس کی نسبت محمود سے ہوگئی"
ہمایوں فر نے ظفر کو بلایا۔ وہ سر جھکائے ادب سے بیٹھ گئے +
ہمایوں فر۔" ظفر میرے قریب آؤ۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے"۔ ظفر۔" فرمائیے"
ہمایوں فر۔" تمہاری بہنوں کی نسبت کے بارے میں تمہاری اماں نے تم سے ذکر کیا ہوگا"۔ ظفر۔" جی ہاں! اماں نے وہ سب خطوط دکھائے تھے"۔ ہمایوں فر۔ "آج تمہاری چچی جان اور پھوپھی جان نے مہ جبین کے واسطے جہانگیر اور بلقیس کی نسبت محمود سے کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ (ہاتھ بڑھا کر) یہ محمود کا خط ہے۔ تم سمجھدار ہو۔ اس معاملہ میں اپنی رائے بیان کرو"
ظفر۔" (خط پڑھ کر) میں کیا اور میری رائے کیا۔ آپ بزرگ ہیں جیسا مناسب اور

بہتر سمجھیں کریں۔" ہمایوں فر:" شادی بیاہ کے معاملات میں میرے خیالات آزاد ہیں۔ میں آزاد خیال رکھتا ہوں۔ لڑکے لڑکی کی رضامندی نہ لینا سراسر حماقت ہے۔"
ظفر:" یہ آپ کی دور اندیشی ہے۔ کہ سچی ہمدردی اور محبت اپنی بے زبان لڑکیوں سے ظاہر کر رہے ہیں۔ میری رائے ناقص میں بھائی جہاں گیر اور محمود بالکل اپنی مرضی کے موافق ہیں۔ اور اپنے پیارے عزیز۔ باقی سب پر اُن کو ترجیح دینا مناسب ہے۔ جب کہ یہ دونوں اپنی مرضی سے خواستگاری کر رہے ہیں۔" ہمایوں فر:(مسکرا کر) کیوں صاحب صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ میں اپنے بھائیوں کی طرف سے وکیل بن کر آیا ہوں۔ محمود کا تو خط موجود ہے۔ لیکن تمہاری باتوں سے مجھے جہاں گیر کی رائے معلوم ہو گی۔"
چاند:" پیارے ظفر۔ تم کو جس قدر فیس ملے گی۔ اُس میں سے مجھے بھی دینا۔"
قمر آرا:" شرم نہیں آتی۔ اب لڑکوں سے بھی ہنسی کرنے لگے۔"
ہمایوں فر:" کیا مضایقہ ہے، تہذیب کے ساتھ لڑکوں سے ہنسی جائز ہے۔"
قمر آرا:" کیوں نہیں۔ آپ کو سب جائز ہے۔ کسی وقت مذاق سے باز نہیں رہتے۔"
سب کھانا کھا کر رخصت ہوئے بلقیس۔ مہ جبین دونوں بہنیں ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں۔ دونوں لیٹ گئیں۔ اور باتیں کرنے لگیں۔
مہ جبین:" بلقیس! اماں جان نے مجھ سے تمہاری شادی کے بارے میں رائے دریافت کی ہے۔ کہو ہم کیا کہیں۔ محمود کو سب پر بھائی جان اور ہمارے والد بھی ترجیح دیتے ہیں۔ اب تم اپنی کہو۔" بلقیس:" عجب تماشہ کی بات ہے۔ باجی جان۔ امّی جان نے مجھ سے بھی یہ ہی کہا۔ فقط نام میں فرق تھا۔ انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں کہا۔ اور رائے دریافت کی۔ آپ اپنی کہئے بھائی جہاں گیر سے نکاح منظور ہے۔ یا نہیں۔ ہم کیا جواب دیں۔ صبح کو اماں جان نے جواب مانگا ہے۔ اچھی باجی ضرور منظوری دیجئے۔ ہم آپ کو دُلہن دیکھنا چاہتے ہیں۔" مہ جبین:" چلو ہٹو مجھے نیند آ رہی ہے۔" بلقیس:" میں جب تک جواب نہ پاؤں گی۔ ہرگز آپ کو سونے نہ دوں گی۔ آپ شرماتی کیوں ہیں۔ یہاں ہمارے سوا کون ہے یہ تو ہمارے

مہربان والدین کی عنایت ہے۔ کہ ہم بے زبانوں کو دخل دینے کا موقع دیتے ہیں۔ ورنہ زمانہ کا رواج تو اور ہے۔" مہ جبین:۔ "واہ شرمائی کب ہوں تم سے پردہ کیا ہے بے شک ہم کو والدین کا شکر گزار ہونا چاہئے۔" بلقیس:۔ "آپ کس کو ترجیح دیتی ہیں؟" مہ جبین:۔ "(کچھ دیر غور کرنے کے بعد) کیوں جو ہمارے والدین نے ہمارے واسطے پسند کیا ہے۔ اُس میں کیا برائی ہے۔ آخر شادی ہو گی یا نہیں۔ پھر میں تو اپنے اور تمہارے بارے میں کوئی بُرائی نہیں دیکھتی۔" بلقیس:۔ "بھائی جہاں گیر بہت نیک ہیں۔ اور صورت شکل بھی اچھی۔ سُرخ و سفید۔ باجی جان آپ منظور کر لیں۔ تو میں آج جس وقت وہ آئیں۔ دولہا بھائی کہہ کر پکاروں۔" مہ جبین۔ "نہیں نہیں۔ ابھی ایسا نہ کرنا۔ آج سے میں اُن کے سامنے نہ جاؤں گی۔ مجھے چار آنکھیں کرتے ہوئے اب شرم آتی ہے۔" بلقیس:۔ "آپ کو اختیار ہے۔ ہم تو ضرور سامنے جائیں گے۔" مہ جبین:۔ "تم کو محمود سے شرم نہیں آتی؟" بلقیس:۔ "نہیں باجی جان آپ چھیڑ خانی کرتی ہیں۔ ہم نے تو اپنے دولہا بھائی کے سامنے جانے کو کہا۔ مجھے اور سے کیا واسطہ؟" مہ جبین:۔ "تم ذرا چلبلی ہو۔ ہم بھی سُنیں۔ امی جان سے کیا کہو گی کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ باجی نے یوں کہا تھا۔ وہ تو کچھ نہ کہیں گی لیکن اگر کسی طرح لوگوں پر یہ بات ظاہر ہو گئی۔ تو کہیں گے کیسی ڈھیٹ لڑکی ہے۔ شادی بیاہ میں آزادی کے ساتھ کھُلم کھُلا رائے دینے لگی۔" بلقیس:۔ "نہیں باجی! مجھے بھی کیا دیوانی مقرر کیا ہے۔ میں اپنے طور سے کہوں گی۔ ہماری امی جان بلا کی ذاہن اور دور اندیش ہیں۔" مہ جبین:۔ "زمانہ کی شرم اور ملک کے رواج کا بھی کسی قدر خیال رکھنا ضرور ہے۔" بلقیس:۔ "ضرور۔ ورنہ لوگ تعلیم نسواں کو بدنام کریں گے۔" مہ جبین:۔ "تم نے کچھ محمود کے بارے میں نہیں کہا؟" بلقیس:۔ "(مسکرا کر) ہم نے آپ کو اختیار دیا۔" مہ جبین:۔ "انشاء اللہ صبح بعد نماز کے جب امی جان ہمارے کمرے میں آئیں گی۔ تو تم چپکے سے کھسک جانا۔ وہ ضرور مجھ سے جواب طلب کریں گی۔ میں اپنی طرف سے منظوری دے دوں گی۔ پھر وہ ضرور تمہاری طرف جائیں گی۔ تم بھی کہہ دینا۔"

دوسرے روز صبح کو لڑکیوں سے جواب پاکر روشنک نے مریم اور قمر آرا کو لکھ بھیجا کہ ہم کو سب منظور ہے۔ آپ اپنی تیاریاں کیجئے۔ لڑکیوں کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ ہم کو ظفر کی شادی کی فکر پیدا ہوئی + کئی دن تک روشنک اسی سوچ میں رہیں۔ ظفر کی نسبت بھی کئی جگہ سے آئی تھی۔ کالج کی لڑکیاں بھی اُن کی آنکھوں میں تھیں۔ لیکن کہیں دل جمعی نہ ہوتی تھی۔ دل کھٹکتا تھا سوچتے سوچتے اُن کو اچانک کچھ خیال آیا۔ اور فوراً مریم کو بلاکر صلاح لی۔ روشنک نے مریم سے کہا "میں محمود کے ذریعے ظفر کی رائے دریافت کرنا چاہتی ہوں"۔ مریم نے کہا "میں کہنے ہی کو تھی۔ شام کو جب محمود آئے۔ تو روشنک اور مریم نے ان سے ذکر کیا۔ محمود نے ادب سے بندگی کی۔ اور ظفر کو تلاش کرتے ہوئے باغ میں گئے۔ وہاں مہ جبین اور بلقیس نہ تھیں۔ دونوں نے پردہ اختیار کر لیا تھا۔ نسبت مقرر ہونے کے روز سے محمود اور جہاں گیر سے پردہ کرتی تھیں + ظفر کو تنہا پاکر مطلب کی گفتگو شروع کی: "ظفر" پیارے دوست اگو یہ رسم کے خلاف ہے۔ لیکن میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ کہ آپ کو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور بلقیس اچھے ٹھکانے لگی"۔ محمود۔ "بلکہ یوں کہو۔ کہ مجھے ایسی حسین تعلیم یافتہ۔ ہمہ صفت موصوف بیوی ملی۔ مجھے جس قدر اپنی قسمت پر ناز ہو بجا ہے"۔ ظفر۔ "ابا جان ہمارا مطلب سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ کیوں صاحب! تم اپنے بھائیوں کی طرف سے وکیل ہو کر آئے ہو"۔ محمود۔ مجھے آپ سے یہی اُمید تھی"۔ ظفر۔ "بھائی جہاں گیر آج نہیں آئے"۔ محمود۔ "شاید کوئی کام ہو۔ مجھے ممانی جان نے بلایا تھا۔ اس لئے فوراً حاضر ہوا"۔ ظفر۔ "کیوں؟ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں"۔ محمود۔ "آپ ہی کے بارے میں ذکر تھا"۔ ظفر۔ "میں سمجھ گیا۔ امی جان کو ہماری شادی کی فکر پیدا ہوئی ہے۔ مجھے ولایت سے آئے چھٹا مہینہ ہے۔ میں ٹھکانے سے بیٹھا تک نہیں۔ جو اس طرف توجہ کرتا۔ لڑکیوں کی امی جان کو جلدی تھی۔ نہ کہ میری"۔ محمود۔ "کئی جگہ نسبت ہے۔ اُن کی خواہش ہے۔ کہ سب کی شادی ساتھ ہی ہو۔ اس لئے آپ کی رائے دریافت کرتی ہیں"۔

ظفر" رائے تو جب قایم ہو سکے کہ ہم دُلہن کے پورے حالات سے واقف ہوں۔ مزاج۔ عادات۔ اطوار۔ صورت شکل۔ طرز معاشرت۔ ان باتوں میں سے ایک بھی معلوم نہیں۔ پھر رائے کیسے قایم ہو۔ بتاؤ۔ چند لڑکیوں کے نام یا فوٹو دیکھ کر ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری شادی کی کیا جلدی ہے" محمود" کیا آپ مجرد رہنا چاہتے ہیں" ظفر" نہیں میں مجرد رہنا نہیں چاہتا" محمود" کسی مس سے وعدہ تو نہیں کر آئے" ظفر" (مُسکرا کر) پڑھنے لکھنے کے سوا وہاں اَور کیا شغل تھا۔ آپ تو سائے کی طرح ہر وقت ساتھ تھے۔ پھر وعدہ کیسا" محمود" اگر آپ حُسن چاہتے ہیں۔ تو ہماری بہن حسن آرا ہیں خدا کے فضل سے صورت۔ سیرت۔ علم سب کچھ موجود ہے۔ اور آپ اُن کے مزاج عادات سے بخوبی واقف ہیں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ممانی جان بات ٹھہرائیں" ظفر" (کچھ دیر سکوت کر کے) پیارے محمود تم کو معلوم ہے۔ گذشتہ سال لندن میں جب میچ سے واپسی کے وقت ہم تم پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مَیں بارش کی وجہ سے گورستان کے گرجے میں پناہ گزیں ہوا تھا۔ چلتے وقت پادری صاحب ہمارے ساتھ گرجے سے باہر آئے اور باتیں کرنے لگے۔ ہم نے اُن قبروں کے درمیان ایک قبر پر "مسز ہمایوں فریمری" لکھا دیکھا جو سر جون ایلیٹ کی قبر کے پہلو میں بنی ہوئی تھی۔ ہم نے بڈھے پادری سے پوچھا۔ تو اُس نے بیان کیا۔ کہ یہ سر جون ایلیٹ کی لڑکی سر ہمایوں فر کی بیوی تھی۔ مجھے تشویش پیدا ہوئی۔ کیونکہ اس روز تک مجھے یہ خبر نہ تھی۔ کہ امی جان کے سوا ہماری کوئی ماں اَور بھی تھی۔ میں سیدھا لیڈی ایلیٹ کے یہاں گیا۔ اور پوچھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ وہ ہماری حقیقی ماں تھیں۔ اُن کے بعد اباجان نے اپنے خاندان میں شادی کی۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں بڑی نیک لیڈی ہیں۔ ہم لوگ ان سے نہایت خوش ہیں۔ انہوں نے تم دونوں کو اس طرح محبت اور پیار سے پالا۔ کہ آج تک تم پر یہ ظاہر نہ ہوا۔ کہ تمہاری ماں زندہ نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں نے بھی ظاہر کرنا مناسب نہ جانا۔ اب تم ان ہی کو اپنی ماں سمجھو اور اُس ماں کو بھول جاؤ" محمود" اس معاملہ کو آپ کی شادی سے

کیا مطلب ہے" ظفر: "چونکہ شادی بیاہ میں پرانے رسم و رواج (جو عرصہ دراز سے ہندوستان میں رائج ہیں) کے مطابق چھان بین ہوتی ہے۔ کنبے برادری میں کوئی نسبت ناطہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ لہذا ہماری بھی چھان بین ہو گی۔ اگر امی جان اصرار کریں گی تو اس طرف سے انکار ہو گا۔ اور آپس میں ناچاقی شروع ہو گی۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ ہماری وجہ سے آپس میں رنجش پیدا ہو۔ امی جان کو مجھ سے غایت درجہ کی محبت ہے۔ ابا جان اور چچا جان ایک جان دو قالب ہیں۔ ان سب کے درمیان نفاق پیدا ہو گا۔ اور اس کا بانی میں ہوں گا۔ مجھے یہ منظور نہیں"۔ مجموعہ: "یہ کیسے خیالات آپ کے دماغ میں سمائے ہیں۔ اگر آپ کی ماں یورپین لیڈی تھیں تو کیا ہوا۔ اسلام نے اہل کتاب کی لڑکی سے نکاح جائز کیا ہے۔ اکثر ہوتا آیا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ اس میں برائی کیسی قسطنطنیہ اور مصر میں بڑے بڑے لوگ عیسائی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی عورتیں شروع اسلام سے لے کر آج تک مسلمانوں کے نکاح میں آئی ہیں۔ ہر قوم میں شریف ہیں۔ اگر چمار کی یا حلال خور کی لڑکی ایمان لائے۔ یا طوائف اپنے گناہ سے توبہ کرے۔ تو ہمارے اسلام میں نکاح کی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن لوگ البتہ برا کہتے ہیں۔ اہل کتاب شریف زادی کو نکاح میں لانے سے کسی کو چون چرا کی گنجائش نہیں۔ اور نہ کوئی قباحت ہے"۔

ظفر: "یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں۔ بے شک اسلام جو ہمارا پاک مذہب ہے۔ منع نہیں کرتا۔ اور خدا اور رسولؐ نے جائز کیا ہے۔ لیکن یہاں کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ شادی پر ہی منحصر نہیں۔ ہر بات کی گرفت ہوتی ہے۔ اور چھوت پکڑتے ہیں۔ جو کوئی غیر قوم کے اشخاص ہمارے پاک مذہب میں آنا چاہیں تو اس خوف سے نہیں آتے۔ کہ مسلمان اپنی سوسائٹی میں نہیں لیتے۔ اپنی لڑکی تو مسلم کو نہیں دیتے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ بات عرب، مصر، روم شام اسلامی ملکوں میں نہیں ہے۔ ہمارے ہندی بھائی ہندوؤں کی تقلید بہت کچھ کرتے ہیں اور اسلامی شریعت کی تقلید پورے طور سے نہیں کرتے۔ یہ ہی

تو رونا ہے۔" محمود:"بے شک آپ کا کہنا بجا ہے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ کہ خلیل خاں فاختہ اُڑاتے تھے۔ اب تو تعلیم کا ہر طرف چرچا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ لوگ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ پرانے فیشن کے بزرگوں کو دقیانوسی خیالات کے دریا میں غوطے کھانے دیجئے۔" ظفر:" بھائی محمود! اگر ہماری صلاح مانو۔ تو اپنی نسبت میں اچھی طرح سوچ لو۔ ایسا نہ ہو۔ پیچھے پچھتانا پڑے۔"

محمود:" (ہنس کر) جی نہیں۔ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ اور نہ مجھے خبط ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ ہندو نہیں کہ ہندوؤں کی تقلید کروں۔ جاہل نہیں۔ کہ پُرانے دقیانوسی خیالات میں پڑے رہوں۔ مسلمانوں کو شرع اور حکم خدا اور رسولؐ پر چلنا چاہئے۔ نہ کہ واہیات خرافات ہندوانی رسم پر۔ تف ہے اُن مسلمانوں پر جو دل سے ہندوؤں کی تقلید کرتے اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ مسلمان کے گھر جنم لینے سے مسلمان نہیں ہوتے۔ اسلام کی پابندی بھی ضرور ہے۔ ورنہ ایسے موروثی مسلمان بہت سے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایک چمار بھی اسلام لائے۔ تو اس کو عزت دینی چاہیئے۔" ظفر:" تو کیا آپ ایک چمارنی سے شادی کر لیں گے؟"

محمود:" (جوش میں آکر) کیوں نہیں۔ بشرطیکہ وہ مومنہ تعلیم یافتہ اور ہمارے مرغوب طبع ہو۔" ظفر:" ہمارا معاملہ کچھ روز یوں ہی رہنے دو۔" محمود:" نہیں ہرگز نہیں۔ پھوپھی جان پھوپھا جان منظور کر لیں گے۔" ظفر:" اور کنبے برادری کے لوگوں کی طرف سے آپ ذمہ لیتے ہیں؟" محمود:" اگر خدانخواستہ ایسا ہوا۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ بلکہ زور سے کہتا ہوں۔ کہ زہرا کو آپ کے نکاح میں دوں گا۔ ہمارے والدین اور دادا جان دقیانوسی خیالات نہیں رکھتے۔ ہماری امی جان نے کئی مرتبہ اس بارے میں دادی جان سے ذکر بھی کیا ہے۔"

ظفر:" (محمود کا ہاتھ دبا کر) پیارے دوست! بے شک تمہارے گھر کے سب لوگ اور پھوپھا جان اور دادا جان لبرل خیالات کے جنٹلمین ہیں۔ لیکن (مسکرا کر) زہرا ابھی چھوٹی ہے۔ اتنی جلدی نہ کیجئے کہ بے چاری لڑکی پر اس قدر چھوٹی عمر میں ایک بھاری بوجھ پڑ جائے۔ زہرا عام لڑکیوں کی طرح بیاہی نہیں جائیں

گی۔ وہ ہونہار ذہین ہے۔ ابھی پوری تعلیم حاصل کر لینے دو۔ ہم اس کو بھی اپنی اَور بہنوں کی طرح گریجویٹ دیکھنا چاہتے ہیں۔" محمود۔" خیر اگر آپ کی نسبت حُسن آرا سے نہ ہوئی۔ تو میں بھی زہرا کے فارغ التحصیل ہونے تک انتظار کروں گا۔ ہم دونوں بچپن سے جوانی تک برابر ساتھ رہے۔ اور دونوں ہمیشہ ہم سبق بھی رہے۔ ہم دونوں میں اس قدر محبت ہے۔ شاید ہی کسی میں ہو۔ لندن بھی ساتھ گئے۔ پاس بھی ساتھ ہوئے۔ اب شادی بھی دونوں کی ساتھ ہی ہوگی۔" ظفر۔" پیارے محمود۔ سنو سنو۔ ایسا نہ کرنا۔" محمود۔" پیارے ظفر۔ بس اب اصرار نہ کرو۔ دونوں کی شادی ساتھ ہی ہوگی۔ ورنہ دونوں دوست مجرد رہیں گے۔ ہرچہ بادا باد۔ ہماری محبت کچی نہیں ہے۔" ظفر۔" محمود! بیٹھو سنو۔ امی جان سے کہنا۔ کہ میں یورپین لیڈی سے شادی کر کے اپنے آبا و اجداد کے خاندان سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتا۔ امی جان۔ ہماری سچی خیر خواہ اور چاہنے والی ہیں۔ جیسی ان کی مرضی۔ وہ ہماری مختار ہیں۔ جہاں چاہیں اور جب چاہیں کریں میں تعمیل حکم کروں گا۔ ؎

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بین و کار آساں کن"

محمود باغ سے کوٹھی آئے۔ روشنک اور مریم سے بیان کیا۔ اور کہا۔" امی جان۔ بھائی ظفر کو سخت صدمہ ہوگا۔ اگر ان کی نسبت برادری میں نہ ہوئی۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اگر حُسن آرا سے نسبت نہ ہوئی۔ تو زہرا کا نکاح بھائی ظفر سے ضرور کر دیجئے۔" مریم۔" پیارے محمود! تم اطمینان رکھو۔ میں اور تمہارے ابا جان ان لوگوں میں نہیں۔ جو پرانی لکیر کے فقیر ہیں۔ ضرور۔ اگر ایسا ہوا۔ تو آج ہی میں اپنے پیارے بھتیجے ظفر کے نکاح میں زہرا کو دوں گی۔ رخصت زہرا کے فارغ التحصیل ہونے تک موقوف رہے گی۔ ضرور اس تعصب کو توڑوں گی۔ مجھے لوگوں کے کہنے سننے کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔ اپنے بھتیجے کی دل شکنی کا خیال ہے۔"

روشنک: "جو لوگ اس طرح کی چھوت پکڑتے ہیں۔ وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ اور سخت حماقت کرتے ہیں۔ گنہگار ہوتے ہیں۔ اگر ایک عیسائی یا یہودی اسلام لاکر ہماری لڑکی کی خواستگاری کرتا۔ تو ہم فوراً مہ جبین کی نسبت کر دیتے۔ اور رشتہ تعصب کو توڑنے کی کوشش کرتے ظفر میں کون سا عیب ہے۔ ان کی ماں ایک رئیس زادی۔ شریف خاندان کی لیڈی تھیں۔ ان کے برابر کوئی ہو تو لے۔ خیر تم جاؤ بیٹا۔ اب ہم آپس میں سمجھ لیں گے۔ ظفر کے واسطے ایک نہیں ہزاروں جگہ سے نسبت آئی ہے۔ اور آئے گی۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر شریف خاندان ہیں۔ تم اس بات کی فکر نہ کرو مجھے فقط ظفر کی رائے دریافت کرنی تھی۔"

محمود تو چلا گیا اور دونوں نند بھاوج قمر آرا کے یہاں آئیں صالحہ بیگم کو بھی لیتی گئیں۔ قمر آرا نے پیشوائی کی۔ روشنک: "بندگی بھابی جان۔ ہم اس وقت ایک خاص غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔" قمر آرا: "خوش رہو۔ بہن کہو کیا کہنا ہے؟"

روشنک: "کچھ شادی بیاہ کا ذکر ہے۔"

قمر آرا: "کیا ہمایوں فر نے کوئی نئی بات نکالی۔ یا تاریخ بڑھانا چاہتی ہو؟"

روشنک: "نہیں میں تاریخ بڑھانا نہیں چاہتی۔ اور نہ انھوں نے کچھ کہا ہے میں چاہتی ہوں کہ ظفر کے واسطے بھی دلہن تلاش کروں۔ اور بھائی بہنوں کی شادی ساتھ ہی ہو۔ ہمارے یہاں سب سامان تیار ہے۔ کئی نسبتیں آچکی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی لڑکی مجھے پسند نہیں آتی۔ لڑکا ماشاء اللہ یوسف ثانی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ بہو بھی میں ویسی ہی تلاش کرتی ہوں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم حسن آرا کی نسبت درخواست بھائی جان سے کریں۔ امی جان بےچاری تو اب دنیا کے بکھیڑے سے الگ ہیں۔ ان کو مہ جبین بلقیس کی نسبت پسند ہوئی۔ دعائیں دیں۔ ظفر کی بھی ضرور منظوری دیں گی۔" قمر بیگم: "انھوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم کسی بکھیڑے میں نہیں ہیں اور نہ ہمارے ہوش و حواس بجا ہیں۔ تم لوگ جو چاہو کرو۔ محمود کی شادی کی نسبت میں نے کہا تو بہت خوش ہوئیں۔"

قمر آرا کچھ دیر خاموش ہو رہیں روشنک: "بھابی جان! آپ نے ہماری

باتوں کا جواب نہیں دیا۔ اگر عذر ہو تو صاف الفاظ میں انکار کر دینا مناسب ہے۔ میں بُرا نہ مانوں گی۔ لڑکی کا معاملہ ہے۔ اچھی طرح غور کر لیجئے۔ آپ نے تو چٹکیوں میں دونوں لڑکیوں کی نسبت مقرر کر دی۔ گھر کا معاملہ ہے۔ لڑکی لڑکے والے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ پھر لمبی چوڑی مہلت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کوئی امر مانع ہو تو کہہ دینا چاہئے۔ صفائی بڑی چیز ہے۔" صالحہ بیگم "آخر انکار کا سبب؟ ظفر سا داماد تم کو نہ ملے گا۔ دونوں کی جوڑی خوب ہوگی۔ بلکہ حسن آرا سے ظفر کا رنگ نکلتا ہی ہوگا۔ قمر آرا۔" اماں جان میں کب انکار کرتی ہوں؟"

صالحہ بیگم نے غضنفر کو بلایا اور کہا۔ "بیٹا تمہاری بہن مہ لقا دلہن حسن آرا کی نسبت ظفر سے کرنا چاہتی ہیں۔" روشنک "بھائی جان ظفر کی شادی بھی میں جلد کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ کو عذر نہ ہو۔ تو حسن آرا کو مجھے دیجئے اور ظفر کو دامادی میں قبول کیجئے۔" غضنفر "روشنک بہن تمہارا کدھر خیال ہے۔ عذر کیسا۔ کیا میں ہمایوں فر کے فرزند کو لڑکی دینے میں انکار کر دوں گا؟ بلکہ ہماری یہ ہی خواہش تھی۔ میں تم لوگوں کے کہنے کا منتظر تھا۔ مجھ کو ہمایوں فر کی خاطر اور محبت لڑکے لڑکیوں سے دوچند زیادہ ہے۔ اگر ظفر ان پڑھ بدقطع ہوتا جب بھی اگر ہمایوں فر اصرار کرتے۔ تو میں بلا تامل لڑکی حوالے کرتا۔ میں کئی مرتبہ تمہاری بھابی سے اس بارے میں ذکر کر چکا ہوں چنانچہ دو ایک جگہ سے پیغام آئے تھے۔ اور تمہاری بھابی نے کسی قدر رال چل مچائی تھی۔ لیکن ہم نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک ظفر کی شادی نہ ہو جائے۔ ہم لڑکی غیر جگہ نہیں بیاہیں گے۔"

روشنک ساس کے کمرے میں گئیں اور کہا۔" امی جان اُس روز میں مہ جبین اور بلقیس کے بارے میں اجازت لینے حاضر ہوئی تھی۔ آج ظفر کے بارے میں اجازت چاہتی ہوں حسن آرا سے ظفر کی اگر نسبت ہو تو کیسی؟ آپ کیا فرماتی ہیں؟" عالیہ بیگم "بیٹی خدا مبارک کرے۔ یہ نسبت مجھے دل سے پسند ہے۔ بیٹی۔ اب جلد ان سب کی شادی کر دو۔ تاکہ ہم بھی دیکھ لیں۔"

روشنک "جی ہاں۔ اب دیر نہ ہوگی۔ فقط مجھے ظفر کی دلہن تلاش کرنی تھی۔ سو

وہ بھی ہوگئی۔ اب انشاء اللہ آیندہ مہینے میں شادی ہے"۔
الغرض روشنک چلتے وقت بہو کو ایک قیمتی یاقوت کی انگشتری بسم اللہ کر کے پہنا گئیں +

شادی خانہ آبادی

صبح کا سہانا وقت۔ جنوری کا مہینہ۔ سردی کا موسم۔ سرہمایوں فرکے سی۔ ایس۔ آئی کی عالی شان کوٹھی میں بڑی تیاری ہو رہی ہے۔ پھول پتے کاغذی پھولوں وغیرہ سے کوٹھی کو دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔ احاطہ میں شامیانہ نصب ہے۔ کرسیوں کی قطار لگی ہے۔ خانساماں خدمتگار اِدھر اُدھر کھانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ بارہ بجے گھر کے لوگوں نے کھانے سے فرصت پائی۔ چار بجے مہمانوں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ اندر کالج کی لڑکیاں اُستانیاں۔ یورپین لیڈیاں۔ بیگمات اُترنے لگیں۔ روشنک اور مس مائیکل۔ روز اور نجمہ استقبال کو کھڑی تھیں۔ مسٹر اور مسز مائیکل مع لڑکوں کے ایک دن پہلے سے آگئے تھے۔ مہ جبین اور بلقیس اپنے اپنے کمرے کے اندر تھیں۔ دونوں کُسم سے رنگی ہوئی ساڑھی اور گلنار بلاؤس پہنے بیٹھی تھیں۔ آپا دونوں کے بال پنکھے سے خشک کر رہی تھی۔ اتنے میں روشنک اندر آئیں۔ کالج کی چند لڑکیوں کو دُلہن کے سنوارنے کی ہدایت کر کے اور زیور وغیرہ دے کر چلی گئیں۔ اتنے میں برات آئی۔ موٹر کار پر نوشہ بگھی فٹن پر براتی۔ پالکی گاڑیوں میں سمدھنیں۔ لیکن باجے نوبت نشان کچھ بھی نہ تھا۔ نوشہ ہندوستانی لباس میں تھے۔ نہ کارچوبی کی خلعت تھی۔ اور نہ سہرا تھا۔ بلکہ پیازی رنگ کی شیروانی۔ پتلون نما پائجامہ۔ سر پر زری کی ٹوپی۔ گھڑی چین۔ انگشتری اور بٹن۔ تازے بیلے چنبیلی جوہی کے گجرے۔ بدھی ہار گلے سے سینہ تک پھولوں میں ہی چھپ گیا۔ اور ایک بڑا سا ہار گلے میں اس طرح سے ڈالا گیا جس کا کچھ حصہ گھٹنے تک لٹکتا تھا۔ دونوں نوشے سرخ و سفید شہانہ پن۔ عطر اور سینٹ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

برات پھاٹک کے اندر داخل ہوئی۔ ہمایوں فر ظفر اور مطہر جو تعطیل میں لندن سے خاص بہنوں کے بیاہ میں مع اپنے ایک استاد کے آگئے ہوئے تھے استقبال کو کھڑے تھے۔ دولھا اور براتی اُترے۔ دولھا نے سُسرال کے مہمانوں کو مؤدبانہ سلام کیا۔ ہمایوں فر نے سب کو تعظیم سے بٹھایا۔ قاضی صاحب تشریف لائے۔ سمدھنوں کو روشنک اور نجمہ اور مِس روز نے اُتارا۔ لڑکیوں نے دُلہن کو اس طرح سنوارا۔ ریشمی گھٹنے تک کا پائجامہ۔ اس پر پشمینہ پٹی کوٹ عباسی نیمہ آستین بلاؤس جگمگاتا ہوا۔ گلابی سوخ رنگ کی مہین ساڑھی اُس پر آڑی بیل۔ سنہری سلمہ ستارے کا کام کنارے پر کام بنی ہوئی آنچل پر سوا پالیسی کام۔ ساڑھی کے کنارے اور آنچل پر مہین صوفیانہ موتی ٹکے ہوئے لیس۔ ساڑھی کا آنچل بروچ سے اٹکا ہوا۔ سر پر ساڑھی نہ تھی۔ ایک پیارا کہرب کا سلمہ ستارہ سے جگمگاتا ہوا چھوٹا سا دوپٹہ سنہری پن سے اٹکا کر اوڑھا دیا تھا۔ کسی قدر دوپٹہ کا حصّہ پیشانی کو چھپائے ہوئے تھا۔ پاؤں میں موزہ۔ کا مچی جوتی۔ بالوں میں برائے نام خوشبو تیل۔ بالوں کا کچھ حصّہ خوب صورت پیشانی پر خم کیا ہوا تھا۔ سچے موتیوں کا ہار بالوں کے گرد لپیٹ کر جوڑا باندھا گیا۔ جوڑے پر جڑاؤ پھول کھونسا نہ چوٹی گوندھی۔ نہ سرمہ مسّی لگائی۔ زیور بھی صوفیانہ۔ کانوں میں ایر رنگ گلے میں نیکلس (گلوبند) موتیوں کی لڑی چار پانچ پھیر دے کر آخر لڑی سینہ کے نیچے تک لٹکا دی تھی۔ ہیروں سے مرصع ایک ہلال نما جڑاؤ زیور سر پر لگا یا گیا۔ جو نہایت خوب صورت معلوم ہو رہا تھا۔ دُلہن کے حُسن کو درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ ہاتھوں میں چار چار جڑاؤ چوڑیاں۔ بریسلٹ یاقوت کے کڑے۔ دست زیب جڑاؤ انگوٹھیاں۔ مہ جبین اسم با مسمےٰ حسین مہ جبین بلقیس خوب صورتی میں لاثانی۔ کوہ قاف کی پَری حُسن پر نور برس رہا تھا۔ اتنے میں ہمایوں فر ظفر۔ نواب اشرف علی سی۔ آئی۔ ای۔ اندر آئے۔ روشنک سب کو لے کر دلہن کے کمرے میں گئیں۔ مسز مائیکل مِس مائیکل اور چند یورپین لیڈیاں نکاح کی رسم دیکھنے کی غرض سے قریب بیٹھی تھیں ؎

ہمایوں فر "پیاری مہ جبین! نواب غضنفر صاحب کے فرزند مسٹر جہاں گیر سے بعوض پچیس ہزار روپے مہر کے تم کو اپنا نکاح منظور ہے؟ میں تمہاری طرف سے وکالت کروں؟ اجازت ہے؟" مہ جبین شرم سے خاموش رہی۔

ہمایوں فر "تم عام لڑکیوں کی طرح واہیات رسم اور بے جا شرم کو مذہبی معاملہ میں جائز نہ رکھو۔ صاف الفاظ میں اپنی رضامندی ظاہر کر دو" روشنک "کچھ حیرہے؟ مہ جبین! آخر ان واہیات رسموں سے فائدہ؟ دس گھنٹے صرف کرنے سے حاصل؟ اور بہت سے کام ہیں" جانی بیگم ہنکاری دے دو بیٹی"

ہمایوں فر "(جانی بیگم کی طرف مڑ کر) نہیں میں ہونکاری کو جائز نہیں رکھتا"

مہ جبین "(آہستہ سے) جی ہاں"

الغرض تین مرتبہ پوچھ کر سب باہر گئے۔

ہمایوں فر "مسٹر جہاں گیر میں اپنی لڑکی مہ جبین کو تمہارے نکاح میں بعوض بست و پنج ہزار روپیہ مہر کے دیتا ہوں۔ اور اپنی لڑکی کی طرف سے وکیل آیا ہوں۔ تم کو منظور ہے؟"

اشرف علی نے کہا "کہو میاں قبول کیا ہم نے" (جہاں گیر نے کہا) "قبول کیا ہم نے" قاضی صاحب نے نکاح پڑھایا۔ دولہا نے اٹھ کر سب کو مؤدبانہ سلام کیا۔ اس طرح دوبارہ ہمایوں فر مع گواہوں کے اندر گئے۔ اور بلقیس کی منظوری لے کر محمود سے نکاح پڑھایا گیا۔ شربت چائے مٹھائی میوہ پھل کباب وغیرہ انواع و اقسام کی چیزوں سے بھری ہوئی کشتیاں لے کر خانساماں مہمانوں کے پاس آئے۔ سب نے کھایا۔ اس کے بعد پھولوں کے ہار ورق لگے ہوئے۔ پان اور عطر دیا گیا۔ دولہا اندر آئے۔ ان کی بہنیں ہال تک ساتھ لائیں۔ روشنی سے کمرہ بقعۂ نور معلوم ہو رہا تھا + دلہن کو صالحہ بیگم اور لڑکیاں دولہا سے پیشتر ہال میں لا کر بٹھا چکی تھیں۔ دونوں کو ایک مسند پر جو ہال کے بیچ میں بچھا ہوا گیا تھا بٹھایا گیا۔ دلہن کے سر پر سوا گز کا گھونگٹ نہ تھا۔ اور نہ وہ گردن توڑے بیٹھی تھی۔ شرم و حیا سے سر جھکائے نیچی نظر کئے ہوئے عجب انداز سے بیٹھی تھیں۔ دونوں

دولھوں کو سامنے یعنی مقابلہ میں بٹھا یا گیا۔ کوئی ریت رسم نہ ہوئی۔ اور نہ شور وغل تھا بیبیاں بیڑیاں قرینہ سے اپنی اپنی جگہ بیٹھی تھیں۔ صالحہ بیگم نے اول مہ جبین کا سرا اونچا کیا۔ اور کہا "دیکھو میاں اچھی طرح دُلہن کی طرف دیکھو خدا جوڑے کو برقرار رکھے۔ عمر دراز ہو" پھر بلقیس کا سرا اونچا کیا۔ اور مجمو دسے کہا "خدا مبارک کرے۔ دونوں کی عمر دراز ہو" دولھا نے رونمائی میں ایک سرخ یاقوت کی انگشتری جس پر ہیرا بھی تھا۔ آگے رکھ دی۔ مریم نے بہو کا ہاتھ بیٹے کے ہاتھ میں دے کر کہا "تم خود بسم اللہ کہہ کر پہنا دو" نرگس دو چاندی کی تھالیاں لے کر آئی۔ عزیز اقارب ماں بہنوں نے دولھا دُلہن کا سَر چھوا کر صدقے دیئے جو اسی تھالی میں جمع ہوئے۔ روشنک بیگم نے خیراتی فنڈ اور یتیم خانے میں دیا اور بیس ہزار کا چک بیٹی داماد کے حوالے کیا۔ اور کہا "یہ جہیز اور سلامی کے عوض ہے۔ مہمانوں سے سلامی نہ لینا" روشنک نے ہاتھ جوڑ کر منت سے کہا "میری معزز بہنو! آپ تکلیف نہ کریں۔ آپ کی محبت کافی ہے۔ میں آپ لوگوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ آپ لوگوں نے ہماری خوشی میں شریک ہو کر ہمارے ہاتھ بٹائے۔ پیاری بہنو! یہ فضول رسمیں جس قدر کم ہوں بہتر ہے۔ دولھا کی سلامی ساس خسر پر واجب ہے۔ نہ کہ عزیز دل دوستوں پر۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ بیبیاں سلامی کا روپیہ نہ ہونے کے سبب اپنے عزیزوں کی شادی بیاہ میں شریک نہیں ہوسکتیں۔ مگر قرض لے کر بھی اس فرض کو ادا کرتی ہیں۔ اگر امیروں کے یہاں سے یہ رسم اُٹھ جائے تو بے چاری غریب بہنیں اس بار سے بچ جائیں۔ پچھا ور میں روپیہ اٹھنی چونی تک دینا کسی قدر مناسب ہو گا۔ تا کہ خیرات کے فنڈ میں کام آئے۔ اور ہم خرما و ہم ثواب۔ اور اگر اس سے زیادہ کسی بہن کا جی چاہے تو چھوٹی چھوٹی کارآمد چیزیں مثلاً کاغذ ایک پیکٹ۔ کوئی کتاب یا آئینہ کنگھی۔ برش عطر کی شیشیاں۔ چائے کا سیٹ۔ پھولدان۔ قلم۔ رومال پنکھا وغیرہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

اتنے میں ہمایوں فرد وغیرہ اندر آئے۔ دونوں دلہنیں ایک طرح کا لباس

اور زیور پہنے ہوئے تھیں۔ دونوں دولھوں کی بھی پوشاک ایک سی تھی۔ ہمایوں فر نے بسم اللہ کہہ کر بیٹی کا ہاتھ داماد کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا۔ میں تم چاروں کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہنسی خوشی زندگی بسر کرو۔ بیوی سے محبت۔ الفت کے ساتھ پیش آؤ۔ اپنے اپنے فرائض ادا کرو۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت کے شریک رہو۔ میاں بیوی جب ہی میاں بیوی ہو سکتے ہیں۔ جب دونوں ایک جان دو قالب ہوں۔ دنیا میں بیوی سے بڑھ کر رفیق اور شوہر سے بڑھ کر نعمت نہیں۔ میاں بیوی میں جس قدر محبت و الفت ہو۔ اسی قدر لطف زندگی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا جن میاں بیوی میں اتفاق نہیں وہ باہم خوش کیوں کر رہ سکتے ہیں۔ شریف اور رذیل۔ تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے۔ میاں بیوی پر عاشق ہو۔ اور بیوی میاں پر نثار۔ تو سبحان اللہ! تم سب تعلیم یافتہ ہو۔ اپنے اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھتے ہو۔ میں اپنی تقریر کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ہماری معزز مہمان لیڈیوں کو تکلیف ہوگی اس لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ آج اپنی پیاری لڑکیوں کی شادی میں شریک ہوں۔ اور اسلامی طریق پر میں نے اس فرض کو ادا کیا۔ لغو فضول۔ واہیات رسوم کو ترک کیا جس میں سوائے پریشانی اور زیر باری۔ اور گناہ بے لذت کے کچھ حاصل نہیں۔ خدا دولھا دلہن کو خوش و خرم رکھے۔ عمر و اقبال میں ترقی ہو۔ آپس میں اتفاق محبت الفت۔ دن دونی رات چوگنی ہو۔"

اس کے بعد ہمایوں فر وغیرہ باہر گئے۔ کالج کی لڑکیاں جو باجہ بجا رہی تھیں اور مبارک باد خوش الحانی سے گا رہی تھیں۔ تقریر کے وقت خاموش تھیں دوبارہ بجانے لگیں۔ اتنے میں چھ بج کر پندرہ منٹ ہوئے۔ دو گھنٹے میں اندر باہر کا سب کام سرانجام ہوگیا۔ اور دو شادیاں ہوگئیں۔ روشنک نے اس طرح لڑکیوں کو سسرال رخصت کیا۔ دولھا دلہن نے سب کو بندگی کی۔ ماں بہن۔ عزیز اقارب نے بوسہ دیا۔ بہار النساء بیگم نے ایک ایک زیور دے کر گلے لگایا

عالیہ بیگم نہایت خوش تھیں۔ انھوں نے پیار کیا۔ یورپین لیڈیاں پروفیسر لیڈیاں اور کالج کی استانیاں۔ مینر اپنا اپنا تحفہ رکھنے لگیں۔ لیڈی مائیکل۔ مسنر ولیم نیلی دونوں نے دلہن کو نیک لیس اور ایرنگ دیا۔ روشنک نے دونوں کو پیار کیا۔ اور دولہا دلہن دونوں آہستہ آہستہ جانے لگے۔ ماں بہن ہمراہ تھیں۔ دونوں دولھے مردانے میں گئے۔ دلہنیں گاڑی پر معہ اپنی اپنی ساس نند کے سوار ہوگئیں۔ لڑکیوں نے دولہا دلہن پر پھول نچھاور کئے۔ مہمان رخصت ہوگئے۔

دوسرے روز ظفر کی شادی ہوئی۔ اسی ساز و سامان۔ اسی لباس۔ پوشاک سے روشنک نے ظفر کو دولہا بنایا۔ ظفر سرخ و سفید۔ خوش رو سڈول چڑھتی جوانی چھوٹی چھوٹی مونچھیں۔ سر پہ مانگ نکالے۔ برش کئے ہوئے۔ شہانہ لباس اس پر حسن کی آب و تاب۔ مردانہ حسن چمکدار پیشانی۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ سیدھی ناک بالکل ہمایوں فر کے ہم شکل تھا۔ ظفر کے ساتھ مسٹر میکسول مطہرا اور راطہر سوار ہوئے۔ ہمایوں فر معہ سرجون مائیکل کے اور روشنک۔ لیڈی مائیکل اور نیلی کے ہمراہ سوار ہوگئیں۔ قمر آرا نے سمدھنوں کی پیشوائی کی غضنفر نے براتیوں کا استقبال کیا۔ غضنفر ہمایوں فر کو وکیل کرنا چاہتے تھے۔ اور نواب خورشید علی بگڑ رہے تھے۔ خورشید "واہ صاحب! شاباش عجب تماشے کی بات ہے۔ اچھی نئی رسم نکالی۔ باپ کا وکیل ہونا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ تو خسر ہوئے۔ شرم نہیں آتی؟" ہمایوں فر "کیوں شرم کی کیا بات ہے۔ آخر میں چچا ہوں یا نہیں؟ اگر ہم خلاف شرع کام کریں تو آپ کہیں۔"

الغرض خورشید نواب کی ضد سے ہمایوں فر مسکرا کر بیٹھ گئے۔ جہاں گیر اور حامد گواہ اور نواب اشرف علی وکیل نے نکاح پڑھایا گیا۔ شربت پلایا گیا۔ پان عطر تقسیم ہوا۔ مہمانوں کی چائے۔ ناشتہ طرح طرح کے میووں اور مٹھائی سے خاطر تواضع ہوئی۔ دلہن کو اس طرح مہ جبین بلقیس جہاں آرا اور کالج کی لڑکیوں نے سنوارا۔ روشنک نے ایک قسم کے زیور اور کپڑے تینوں دلہنوں کے واسطے تیار کئے تھے۔ حسن آرا کی رسیلی نرگسی آنکھیں کھنچی ہوئی ابرو۔ سرخ و سفید

رنگ۔ ملائک فریب حُسن پشتہا نہ لباس اور صوفیانہ زیور۔ پاؤں سنگار سے دو بالا ہو گیا۔ دلہن کا جہان آرا ہاتھ پکڑ کر دالان میں لائی۔ دلہن سر جھکائے نیچی آنکھیں کئے ہوئے ادب سے بیٹھ گئی۔ اتنے میں دولھا کو بلایا گیا۔ مظہر اطہر اور جہان گیر کا چھوٹا بھائی عالمگیر ساتھ ساتھ اندر تک آئے۔ زینے پر دونوں پری تمثال بہنیں کھڑی تھیں۔ بھائی کو لیکر اندر آئیں۔ دلہن کے سامنے بٹھایا۔ صالحہ بیگم نے دلہن کا سر اونچا کر کے کہا۔ "چاند سورج کے جوڑے برقرار۔ کیوں صاحب! دلہن پسند آئی؟ خدا مبارک کرے"۔ عالیہ بیگم نے بلائیں لیں۔ سب نے باری باری سے پیار کیا۔ دولھا نے انگشتری پہنائی۔ سر چھوا کر دولھا دلہن کا صدقہ دیا گیا۔ روشنک نے رونمائی دی۔ بہو کا بوسہ لیا۔ بہار النساء۔ مریم وغیرہ نے ایک ایک زیور دیا۔ باقی کالج کی اُستانیوں اور لڑکیوں نے چھوٹی چھوٹی چیزیں تحفے کے طور پر دیں۔ قمر آرا نے بیس ہزار کا نوٹ بیٹی داماد کو دے کر دعائیں دیں۔ مردانہ سے اندر آئے۔ ہمایوں فر نے بیٹے بہو کو پیار کیا۔ دونوں نے باری باری سے بندگی کی۔ غضنفر نے بیٹی کا ہاتھ داماد کے ہاتھ میں دیا۔ دولھا دلہن گاڑی تک ساتھ ساتھ آئے۔ دولھا باہر گئے۔ اور دلہن مع مہ جبین بلقیس روشنک اور مس روز کے سوار ہو گئیں۔ + اور یورپین لیڈیاں ہمایوں فر کی کوٹھی تک آئیں۔ دلہن سسرال میں اُتری چند لیڈیوں نے پیانو بجایا۔ مائیکل اور میکسویل کو دلہن دکھائی گئی۔ دونوں نے تحفہ دیا۔ شادی کا خاص کیک میز پر رکھا ہوا تھا۔ کاٹ کر لیڈیوں میں تقسیم کیا گیا۔ جو حاضر نہ تھیں۔ اُن کا حصہ اُن کے گھر بھیجا گیا۔ کسی کو بذریعہ پارسل ارسال کیا گیا۔ مائیکل بہو کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ اور مبارکباد دی +

دوسرے روز ہمایوں فر نے ڈنر دیا۔ تیسرے روز مائیکل رخصت ہوئے۔ شادی کے دوسرے ہفتے زہرا کی منگنی مظہر سے اس طرح ہوئی۔ روشنک بیگم مع چند اپنی لڑکیوں اور بہو کے عالیہ بیگم کو لے کر مریم کے یہاں گئیں۔ مریم نے اپنی چند سہیلیوں اور یورپین لیڈیوں کو کالج کی لڑکیوں اور اُستانیوں کو چائے کی دعوت دی۔ زہرا کو ایک پیازی پارسی ساڑھی اور سبز بلاؤس پہنایا گیا۔ جو

روشنک نے بھیجی تھی۔ لڑکی ماں کے ساتھ ساتھ ہال میں آئی۔ سب کو بندگی کی۔ روشنک نے ایک انگشتری پہنائی۔ اور پیار کیا۔ چائے پی کر رخصت ہوئیں ظفر اور محمود مع اپنی اپنی دلہنوں کے نوکری پر گئے۔ مظہر تعطیل ختم ہوتے ہی مع اپنے اُستاد کے جو لندن سے ان کے ہمراہ آئے تھے۔ لندن روانہ ہوگئے۔ اطہر اور محمود کا چھوٹا بھائی ارشد اور عالمگیر لندن گئے۔

حج

اب لڑکوں کی شادی کو دوسرا سال تھا۔ عالیہ بیگم نے حج کا ارادہ کیا۔ ہمایوں فر کو "نائٹ" کا خطاب عطا ہوا۔ پبلک کی طرف سے ان کو بڑی دھوم دھام سے پارٹی دی گئی۔ انہوں نے ۴۸ سال کی عمر میں خود درخواست کر کے پنشن لے لی۔ اور سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہوا۔ ماں اور بیوی کو لے کر مکہ معظمہ جانے کی تیاری کر دی۔ ان کو جاتے دیکھ کر بیگم، حامد، غضنفر، قمر آرا، بہار النساء، خورشید نواب، صالحہ بیگم، اشرف علی سب کے سب روانہ ہوگئے۔ حج اور مدینہ منورہ کی زیارت سے واپسی کے وقت مکہ معظمہ میں عالیہ بیگم نے انتقال کیا۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر یہ لوگ جدہ سے ہوتے ہوئے مصر گئے۔ وہاں سے قسطنطنیہ گئے۔ وہاں ان کی بڑی خاطر تواضع ہوئی۔ حامد وغیرہ دو مہینے رہ کر ہندوستان واپس آئے۔ ہمایوں فر کو ترکوں نے کچھ دن ٹھہرا لیا۔ ہمایوں فر مع روشنک کے ٹھہر گئے۔ سلطان المعظم سے ملے۔ چونکہ طالب علمی کے زمانہ میں یہ ایک مرتبہ فرانس سے ہوتے ہوئے قسطنطنیہ آئے تھے۔ لہٰذا ترکوں سے ان کی دوستی تھی ہمایوں فر ترکی خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ فرنچ میں طاق تھے۔ عربی کی اچھی لیاقت تھی۔ سررشتہ تعلیم کو اکسفورڈ کی طرز پر قایم کیا۔ کورس کی کتابیں ترکی عربی میں تصنیف کیں۔ کورس کی کتابوں میں ان کی تجویز سے تغیر و تبدل ہوا۔ روشنک بیگم محل سرائے سلطانی میں گئیں۔ بادشاہ بیگم سے ملاقات کی۔ انہوں نے ایک بیش بہا جگنو عنایت کیا۔ روشنک نے تعظیم سے چوم کر اُٹھا لیا۔ ڈیڑھ سال تک ہمایوں فر

وہاں رہے۔ اہل شہر اور رؤسائے قسطنطنیہ کی طرف سے ان کو الوداعی پارٹی دی گئی۔ اہل شہر کی طرف سے تحفہ دیا گیا۔ سب نے ان کی تعریف کی۔ ان کے جانے پر افسوس ظاہر کیا۔ ہمایوں فر نے کھڑے ہو کر کہا "آج کا مبارک دن میری سوانح عمری کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ کہ مجھ ایسے ذرہ ناچیز آدمی کی خاطر سے اس وقت ایسے ایسے علما و فضلا۔ امیر و رئیس یہاں رونق افروز ہوئے صاحبان! آپ کا خادم بندہ ہمایوں فر اس وقت صدق دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ آپ لوگوں نے مجھ غریب الوطن کو اس قدر عزت بخشی + میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے بھائی تعلیم میں کوشش کریں گے اور تجارت کو ترقی دیں گے۔ ملک کو فائدہ پہنچائیں گے۔ ہمدردی اور اتفاق بڑھائیں گے۔ انشا اللہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس مرتبہ ہندوستان سے جب قسطنطنیہ آؤں گا۔ تو اپنے بھائیوں کو زیور علم سے مزین۔ اور تجارت صنعت۔ حرفت حفظان صحت کی طرف متوجہ دیکھوں گا۔ پیارے بھائیو! معزز صاحبو! میں دلی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ ٹرکی انتظام ملک اور تمدن میں ویسا نہیں پایا جاتا۔ جیسا ہم نے ممالک یورپ کے شائستہ ملکوں میں دیکھا ہے۔ ٹرکی کو لائق منتظموں کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارے ترک بھائیوں کو لازم ہے کہ اچھی طرح واقفیت حاصل کریں اور لندن۔ فرانس جرمن وغیرہ وغیرہ ملکوں کی سیر خاص اسی غرض سے کریں کہ ہم بھی اپنے ملک کا اسی طریق پر بندوبست کر سکیں ان کی سی طرز تمدن سیکھیں تو ٹرکی بھی انشاء اللہ عقل آور لوگوں کے لئے عجیب نظر آئے + اب میں آپ سب صاحبوں سے رخصت ہوتا ہوں اور جناب باری سے دعا مانگتا ہوں۔ کہ سلطنت کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ ہمارے رومی بھائی اپنے ہمسائے یورپین بھائیوں سے علم و فضل عقل و ہنر میں کم نہ ہوں۔ ہماری عادل خیرخواہ برٹش گورنمنٹ سے ہمیشہ یگانگی دوستی قائم رہے ہم سب آپس میں ایک دوسرے کو حقیقی بھائی سمجھیں۔ آمین!

سامعین حاضرین نے زور سے تالیاں بجائیں۔ اور سبحان اللہ سبحان اللہ

کہا۔ گرم جوشی اور تپاک سے مصافحہ کیا۔ اسٹیشن تک ساتھ آئے۔ ہمایوں فر کے ہمراہ دو سرکاری ترکی افسر تھے۔ ہمایوں فر نے مع افسر ترکی کے اٹلی یونان۔ آسٹریلیا کی سیر کرتے ہوئے۔ شام بیت المقدس، نجف، دمشق، ایشائے کوچک کی سیر کی۔ ہر جگہ اُن کی خاطر تواضع سرکار کی طرف سے ہوتی تھی۔ وہاں سے مدینہ منورہ گئے۔ سرکاری مہمان ہو کر سرکاری مکان میں رہے۔ عربوں کو تعلیم کے بارے میں شوق دلایا۔ ہر روز عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ لیکچر دینا شروع کیا۔ لوگوں کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ سرکاری کالج بند ہو چکا تھا۔ اس کو ترقی دینے کے بارے میں کوشش کی۔ ایک شفاخانہ اپنے خرچ سے جاری کیا۔ ایک مسافر خانہ بنایا۔ ہندوستان سے حامد غضنفر اور لڑکوں نے اپنی اپنی جیب خاص سے دو لاکھ روپیہ بھیجا۔ شفاخانہ کا نام ہمایوں شفاخانہ ہوا مسافر خانہ عالیہ بیگم کے نام سے قایم ہوا۔ روشنک بیگم نے عورتوں سے الفت بڑھائی۔ اور اُن کو تعلیم کا شوق دلایا۔ ایک مدرسہ نسواں اپنی جیب خاص سے قایم کیا۔ جس کا نام روشنک بیگم مدرسہ ہوا۔ ایک سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ حج کا زمانہ آیا۔ دونوں میاں بیوی مکہ معظمہ کے حج سے فارغ ہو کر ہندوستان آئے۔ مظہر لندن سے ایل ایل ڈی ڈاکٹر سول سرجن بیرسٹر ہو کر آئے۔ عالمگیر سول سرجن اور راشد انجنیر ہو کر واپس آئے۔ مظہر کی شادی زہرا سے اور عالمگیر کی زینت النساء بہار النساء کی لڑکی سے۔ اور راشد کی شادی رقیہ مسٹر سعید کی لڑکی سے ہو گئی۔ زہرا بی۔ اے کا امتحان پاس کر چکی تھی۔ ہمایوں فر نے مع روشنک کے ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور شہروں کا دورہ کیا۔ وہاں ترقی ملک اور علم تجارت پر لیکچر دیئے۔ ضعیف الاعتقادی کے خیالات لوگوں کے دلوں سے مٹائے۔ مذہب اسلام کی خوبی اس خوش اسلوبی سے بیان کی۔ کہ مشہور مشہور ملحدان کے لیکچروں کے اثر سے راہ عرفان کے جویا ہوئے۔ خدا کی وحدانیت پر ایسے ایسے لیکچر دیئے کہ ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ ملحد ایمان لائے۔ اور مشرف باسلام ہو گئے۔ ہمایوں فر اور روشنک نے اپنی تجربہ کاری اور اعلی درجہ کی قابلیت

سے ملک کو فائدہ کثیر پہنچایا۔ روشنک بیگم نے دہلی میں ایک محتاج خانہ جاری کیا۔ اس میں محتاج عورتوں کو ہنر مثل کھانا پکانا۔ سلائی۔ بوٹا وغیرہ سکھانے کا انتظام کیا۔ ہمایوں فر نے ایک شفاخانہ جاری کیا۔ زنانہ حصہ علیحدہ تھا۔ سول سرجن اسسٹنٹ سرجن لیڈی ڈاکٹر نرس نوکر تھے۔ ایک روز ہمایوں فر شفاخانہ میں مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک مریض کو دیکھ کر چونک پڑے اور قریب جاکر دیکھا تو صورت کچھ آشناسی معلوم ہوئی۔ مریض کے قریب بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ ہمایوں فر" تم کون ہو۔ تمہارا وطن اور نام کیا ہے۔ اگر کوئی ہرج نہ ہو تو مجھ سے کہو" مریض" (آنکھ کھول کر) میرے مہربان ڈاکٹر صاحب۔ میں کہاں ہوں" ہمایوں فر" تم دہلی کے شفاخانہ میں ہو"

مریض" آہ میرا قصہ طویل ہے۔ میرا نام لاڈلے مرزا ہے۔ میں ایک عالی خاندان میں سے تھا" ہمایوں فر" (قطع کلام کرکے) اہل لاڈلے مرزا! خدا آپ پر رحم کرے آپ کی کیا حالت ہے؟ آپ ضرور اپنا قصہ بیان فرمائیں۔ ہم نے سنا تھا۔ آپ کو ہمایوں فر کی سفارش سے انڈمن سے خلاصی ہوئی تھی۔ بادشاہ کی تخت نشینی میں قیدیوں کے ساتھ آپ بھی چھوٹے تھے" مرزا" (رو کر) صاحب کیا بتائیں فعل بد کا نتیجہ بد ہے۔ انسان کو کسی کی بدی کا خواہاں نہ ہونا چاہیئے۔ ہم نے جیسا کیا اس کا بدلا پایا۔ ہمایوں فر کو ان کی نیکی کا اور مجھے میری بدی کا نتیجہ مل رہا ہے۔ میں انڈمن سے آکر کچھ دن لکھنؤ میں رہا۔ اور بدمعاشوں چوروں کی صحبت نہ چھوڑی میرے والدین نے ایک غریب لڑکی سے میرا نکاح کردیا۔ لیکن میں نے اس شریف زادی کو منہ نہ لگایا۔ وہ بچاری چار دیواری میں پڑی رہی۔ دو بچے ہوئے غربت سے سلائی سی کر بسر کرتی تھی۔ میں نے اپنی آباؤ اجداد کی جائداد جتنی کہ مکان اور اماں جان کا زیور سب کچھ اڑا دیا۔ شراب اور چوری نے مجھے تباہ کیا۔ میں نے پھر ہمایوں فر کے مارنے کی کوشش کی۔ لیکن خدا کی طرف سے میرے ایک دوست چوری میں پکڑے گئے۔ ہمارے گھر سے مال برآمد ہوا۔ اس جرم میں مجھے دس سال قید سخت کی سزا ہوئی۔ وہاں سے آکر بمبئی میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہیں

بیمار پڑا بھیک تک مانگی۔ کوئی بدبو کی وجہ سے میرے پاس نہیں پھٹکتا تین چار روز تک راستہ پر پڑا رہا۔ ہمارے ایک دور کے رشتہ دار اتفاق سے ملے۔ اور رحم کھا کر مجھے ریل پر سوار کیا کچھ دن اپنے گھر رکھا جب کسی طرح شفا نہ ہوئی۔ اور سال گذر گیا۔ تو شفاخانہ پہنچا دیا۔ خدا جانے میری بیوی بچوں پر کیا گذری۔ بارہ سال سے مجھے خبر نہیں۔ اب کوئی دم کا مہمان ہوں"۔

ہمایوں فر" مرزا صاحب! میں ہی ہمایوں فر ہوں"۔ انسپکٹر سعید جو اتفاق سے بیٹھے تھے کہنے لگے" مرزا صاحب مجھے پہچانا۔ میں آپ کا خادم بشیر ہوں"۔

مرزا بے اختیار رو دیے۔ اور دونوں ہاتھ ہمایوں فر کے پاؤں کی طرف بڑھائے۔ اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا" مجھے معاف کیجئے"۔ ہمایوں فر" مرزا صاحب ہم نے معاف کیا۔ خدا رحم کرے۔ آپ پریشان نہ ہوں میں ہر طرح آپ کی مدد کو تیار ہوں۔ آپ مجھے سچا خیر خواہ سمجھیں۔ آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی"۔

الغرض مرزا تو بیہوش ہو گئے۔ ہمایوں فر نے مرزا کی خوب حفاظت کی۔ اور علاج میں نہایت کوشش کی۔ لیکن مرزا نے دوسرے ہفتے انتقال کیا۔ ہمایوں فر نے جنازہ کا بھی اہتمام اچھی طرح کیا۔ خود جنازہ کے ہمراہ گئے۔ مرزا کے لڑکے اور لڑکی کو مع بیوی کے بلایا۔ روشنک نے بڑی خاطر کی۔ لڑکی کا نکاح ایک شریف گھر میں کر دیا۔ بیوی اور لڑکے کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور دہلی میں ایک مکان خرید دیا۔

ہمایوں فر کی عزت و وقعت پبلک کے دنوں میں بہت کچھ ہوئی۔ انہوں نے اچھے اچھے کام کے قانون تیار کئے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ لندن جرمنی ٹرکی۔ فرانس کے نامی گرامی اخباروں میں ان کے مضمون قدر کے ساتھ درج ہونے لگے۔ ان کے پاکیزہ خیالات کی بڑی قدر ہونے لگی۔ انہوں نے اپنی صفات حمیدہ اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت سے اپنے ہم وطنوں کو فائدہ کثیر پہنچایا۔ مفید امور پر لکچر اور اسپیچیں دیں۔ روشنک اور ہمایوں فر نے اپنا اپنا سفرنامہ لکھا۔ روشنک نے بھی کئی کتابیں انگریزی اور عربی سے ترجمہ کیں۔ ہر طرف سے جزاک اللہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ہمایوں کی تصویر ملک ملک میں فوٹوگرافروں نے

بڑی قیمت پر فروخت کرنی شروع کی۔ لوگ شوق اور محبت سے خریدنے لگے۔ اُن کی سوانح عمری کئی اشخاص نے لکھی۔ ہمایوں فر نے اپنی لیاقت سے یہ عزت اور شہرت حاصل کیا۔ ہر خاص و عام کے دلوں میں اُن کی محبت نقش تھی۔ جدھر سے گھوڑے یا فٹن یا موٹر پر نکلتے تھے زن و مرد بچہ بچہ اُن کی تعظیم کے لئے سر و قد کھڑا ہو جاتا۔ اور سواری نکلجانے پر بھی دعا و ثنا کی بچھاوران پر ہوتی رہتی۔ کیا وہ ان سب میں زر وجواہر لٹایا کرتے تھے؟ نہیں یہ بات نہ تھی وہ تو خیرات بھی اسے کرتے تھے۔ جسے مستحق پاتے تھے لیکن ملک اور قوم کے سچے خیر خواہ تھے سچے دل سے لوگوں سے ملتے تھے۔ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ان میں غرور و فخر و تکبر کا نام و نشان نہ تھا۔ غریب سے غریب بھی اگر ملاقات کو جاتا تو ہمایوں فر تپاک سے ملتے تھے۔ اُس کی حاجت رفع کرتے تھے۔ اُن کی دلی خواہش یہ تھی۔ کہ ہماری قوم ترقی کے زینے پر ہو۔ خاص و عام کو فائدہ پہنچے۔ حاجت مندوں کی حاجت روا ہو جائے۔ سب سے شیریں زبانی سے گفتگو کرتے انسانی ہمدردی اس قدر تھی کہ اگر بارش ہوتی ہو۔ آدھی رات کا وقت ہو۔ اور کسی غریب مریض کو ڈاکٹر کی ضرورت ہو۔ اس کے عزیز نے ان کو آکر اطلاع دی۔ تو فوراً ہمایوں فر خود اُس کے ساتھ جاتے۔ اپنے پاس سے دوا اور خوراک دیتے۔ ہمایوں فر اور روشنک نے اپنے دل کے حوصلے اور ارمان خوب نکال لئے۔ ہمایوں فر اور روشنک کی کوئی آرزو اور تمنائے دلی ایسی نہ تھی جو بر نہ آئی ہو۔ ہمایوں فر کو خدا نے سب کچھ عطا کیا۔ علم و فضل میں یکتائے زمانہ ہندوستان کے فخر تحریر و تقریر میں فصاحت و بلاغت میں۔ ہندوستان۔ یورپ۔ ایشیا۔ روم عجم۔ عرب تک اُن کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ شاعر لاثانی سحر بیان انگریزی۔ فرنچ جرمن عربی۔ ترکی لیٹن میں طاق شہرہ آفاق۔ ہر دل عزیز اپنی لیاقت اور اخلاق کی وجہ سے دنیا میں عزت اور شہرت حاصل کی ؎

اخلاق ایک لطف الٰہی کا تاج ہے
ہو جس کے سر پہ اُس کا زمانہ میں راج ہے

جو کوئی ایک مرتبہ ملتا۔ گرویدہ ہو جاتا۔ ان کا دم بھرنے لگتا۔ ہیوی بلی تو حسین۔

خلیق تعلیم یافتہ۔ نیک عفیفہ۔ فرمانبردار۔ اولاد خدا نے دی تو پانچوں اعلیٰ تعلیم یافتہ لایق فایق ہونہار۔ بلند اقبال۔ گورنمنٹ اُن حسن خدمات سے خوش۔ الغرض ہمایوں فر نے بچپن سے بڑھاپے تک عیش و عشرت اور نیک نامی کے ساتھ بسر کی۔ اور ہمدردی۔ اخلاق ہمت محنت۔ مال علم سے ہم وطنوں کو ہمیشہ فائدہ پہنچاتے رہے۔ اس وقت کل جائداد اُن کی چار پانچ لاکھ روپے ماہوار کی تھی۔ اور دہلی میں اُن کے مقابل مالدار کوئی نہ تھا۔ کروڑپتی کہلاتے تھے۔

سر جون مائیکل پنشن لے کر لندن جانے لگے۔ تو ہمایوں فر بھی مع روشنک کے ہمراہ گئے۔ وہاں پریوی کونسل کے ممبر مقرر ہو گئے۔ ایک کوٹھی کرایہ پر لی۔ اور ہنسی خوشی لندن میں رہنے لگے۔ اطہر سول سروس اور ڈاکٹری کے امتحان میں پاس ہو گئے۔ ان دنوں لندن میں حیدرآباد کے ایک نواب مع بیوی بچوں کے آئے ہوئے تھے۔ اُن کے لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ ایک خوب صورت تعلیم یافتہ لڑکی روح افزا بیگم بھی تھیں۔ روشنک اور بیگم صاحبہ میں محبت اور بہناپا تھا۔ اکثر آتی جاتی تھیں۔ لڑکی روشنک کو پسند آئی۔ لڑکے کو بھی لڑکی والی نے پسند کیا۔ اور اطہر کی نسبت روح افزا بیگم سے ہو گئی۔ تاریخ مقررہ کے ایک ہفتہ پیشتر ہندوستان سے ظفر۔ محمود۔ جہانگیر۔ حامد۔ مع بیویوں کے لندن آئے۔ برات چار بجے دُلہن کے گھر پہنچی۔ سر نصیر الملک۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی اور اُن کے یورپین دوستوں نے دولھا والوں کا استقبال کیا۔ کرسیوں پر نشست ہوئی۔ ہمایوں فر نے دُلھن کے والد سے سب کا تعارف کرایا۔ سب نے شیک ہینڈ کیا۔ سر نصیر الملک نے انہیں ملوایا۔ جب سب مل چکے تو پھر ہال میں آئے۔ دولھا گاڑی سے اُترے ہی تھے۔ کہ دُلہن کی یورپین سہیلیوں نے دولھا پر پھول نچھاور کئے۔ دولھا صوفا پر بیٹھ گئے۔ برات کے ہمراہ ترکی سفیر اور لیورپول کے چند نومسلم جنٹلمین بھی شریک تھے۔ ہندوستانی طلبا بھی آئے تھے۔ ایک مصری مولانا نے نکاح پڑھایا۔ نوشہ کے یورپین دوست نکاح خوانی رسم ایجاب و قبول۔ وغیرہ کو تعجب کی نظروں سے مُسکرا مُسکرا کر دیکھنے لگے۔ نکاح خوانی کے بعد شربت پھولوں کے ہار عطر اور طرح

طرح کی انگریزی مٹھائی۔ بسکٹ۔ کیک۔ برف۔ لیمینیڈ۔ چائے۔ کافی مہمانوں کو دیئے گئے۔ دولھا کو اندر بلایا۔ دلہن ساڑھی اور بلاؤس اور زیور پہنے ہوئے تھی۔ روشنک نے بلینو بہوؤں کو زیور کپڑے ایک رنگ کے دیئے تھے۔ زہرا نے دلہن کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا۔ "اطہر دیکھو دلہن چاند سی ہے نہ" دولھا نے انگشتر پہنائی۔ بیگم صاحبہ نے سلامی اور جہیز کا نقد روپیہ حوالہ کیا۔ روشنک بیگم سمدھن سے گلے مل کر دلھن کو لے کر رخصت ہوئیں۔ شادی کے دوسرے مہینے اطہر مع دلھن کے اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ ہندوستان روانہ ہو گئے۔ ہمایوں فرمع بیوی کے لندن میں رہنے لگے۔ مسز اور مسٹر مائیکل سے ویسی ہی محبت قائم رہی۔ ہمایوں فر اور مائیکل طالب علمی کے زمانہ سے پنشن تک ایک جان دو قالب رہے۔ بیکسوبل اور روز کی بھی شادی ہو گئی۔ ہمایوں فر اور روشنک نے ایک قیمتی زیور بطور تحفہ دیا۔

خوب صورت مجمع

شام کا وقت تھا۔ لندن کی سردی چمکی ہوئی تھی۔ سر نائٹ ہمایوں فر۔ کے سی۔ ایس۔ آئی کے یہاں ڈنر تھا۔ ان کو جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا معزز خطاب عطا ہوا تھا۔ اسی خوشی میں انھوں نے ڈنر دیا تھا۔ ان کے سب بچے رخصت لے کر آج لندن میں تھے۔ اطہر کی شادی کو چار سال گذر چکے تھے۔ ظفر کمشنری کے عہدے پر ممتاز تھے۔ آنریبل مطہر جج ہائی کورٹ۔ اطہر جوئینٹ مجسٹریٹ۔ آنریبل جہاں گیر گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر اور مشہور بیرسٹر تھے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا تھا۔ تین چار ہزار سے زیادہ ان کی آمدنی تھی۔ آنریبل محمود جج ہائیکورٹ بمبئی تھے۔ الغرض ڈنر ہوا۔ اس کے بعد مہمان مبارک باد دے کر رخصت ہوئے۔

ہمایوں فر سیاہ سوٹ زیب تن کئے ہوئے آرام کرسی پر لیٹے تھے۔ ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی لیکن اب تک ان کا خوب صورت چہرہ چمک رہا تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں نوجوانوں کی مانند چمک رہی تھیں۔ اور سیاہ بالوں میں دو چار سفید بال بمشکل نظر آتے تھے۔ مزاج میں اب تک چہل اور خوش مزاجی باقی

تھی۔ اُن کا ورزش کیا ہوا بدن مضبوط تھا صحت بالکل درست تھی۔ اپنے سن سے دس سال کم معلوم ہوتے تھے۔ روشنک بیگم صدر میں بیٹھی تھیں۔ اُن کی کاٹھی غضب کی تھی۔ وہ خدا کے فضل سے ہر طرح شاد و آباد تھیں۔ کسی بات کا رنج نہیں تھا۔ روشنک سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت ہو تو لے۔ شوہر مطیع۔ لڑکے سعادت مند بڑے عہدوں پر ممتاز۔ لڑکیاں خوش و خرم۔ داماد فرمانبردار دولت۔ نام۔ عزت۔ کسی بات کی کمی نہیں تھی۔ ملک ملک کی آب و ہوا صحت تندرستی۔ غذا عمدہ۔ اس لئے اُن کا حسن و جمال اب تک قایم تھا۔ ملاحت بدستور تھی۔ بال بالکل سیاہ تھے۔ بمشکل تیس سال کی معلوم ہوتی تھیں۔ قرمزی ساڑھی اس پر طرح طرح کے پھول کنارے۔ بلاؤس صندلی۔ کانوں میں پھول گلے میں موتی کی چھوٹی سی دو لڑیاں۔ ہاتھوں میں دو دو چوڑیاں۔ آتشدان میں آگ روشن تھی۔ بجلی کی روشنی سے کمرہ بقعہ نور معلوم ہوتا تھا۔ ظفر محمود۔ جہانگیر۔ مظہر۔ اطہر۔ ہمایوں فر کی داہنی طرف بیٹھے تھے۔ حسن آرا۔ زہرا۔ روح افزا۔ بلقیس۔ مہ جبین سب کی سب خوب صورت نازنین سرخ و سفید کسی کی گلابی کسی کی آبی کسی کی دھانی کسی کی زعفرانی ساڑھی تھی۔ یہ رنگ آمیزی عجب لطف پیدا کرتی تھی۔ بچے جیسے گلاب کے پھول ہمایوں فر کے گرد جمع تھے۔ مظفر کے تین لڑکے سکندر۔ اختر۔ اصغر۔ لڑکی گیتی آرا۔ مظہر کے دو لڑکے۔ ناصر۔ و ناظر ایک لڑکی عائشہ۔ اطہر کے دو بچے طاہرا و منیزہ۔ جہانگیر کے چار بچے حجرہ ابراہیم حسن۔ رضیہ۔ محمود کے تین بچے مسعود۔ احمد۔ زکیہ۔ ہمایوں فر اور روشنک کے گرد سولہ پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں جمع تھیں۔ چھوٹی عائشہ اور منیزہ ہمایوں فر کی گود میں تھیں۔ اس وقت کا مجمع نہایت خوب صورت معلوم ہو رہا تھا۔ سات سال لندن میں رہ کر ہمایوں فر مع اپنے کل بچوں کے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہوتے ہوئے قسطنطنیہ گئے۔ وہاں سے سیدھے دہلی آئے۔ ہمایوں فر اور روشنک نے دنیا کے جھگڑوں سے بالکل واسطہ اور تعلق نہ رکھا۔ لڑکے سب کے سب مطیع فرمانبردار اپنے اپنے کام پر گئے۔ ان کے لڑکے لندن میں

اور لڑکیاں کوئین میری کالج میں تعلیم پا رہے ہیں۔ روشنک نے اپنی جائداد میں سے مطہر اور اطہر کے برابر ظفر کو۔ اور نرجبین کے برابر بلقیس کو حصّہ دیا۔ اخبار میں یہ مضمون چھپا:۔

ہمارے ملک کے قابل اور ذی لیاقت معزز سر نائٹ ہمایوں فر۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کو ہند کا ستارہ اور افتخار ملک کہنا بجا ہے۔ ہمارے سر موصوف فخر ہند۔ علم دوست اور خوش فکر۔ عالی دماغ روشن خیال ہیں۔ ان کی تحریر اور تقریر دونوں سامعین کے دل پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ ان کی قابلیت کا دُور دُور تک شُہرہ ہے۔ یورپ اور ایشیا کے مشہور مشہور اخبارات ان کے مداح ہیں۔ ہم انہیں مبارک باد دیتے ہیں۔ اور دل سے اپنی عادل مہربان گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ ملک کے ایک شریف باکمال ذی علم۔ لایق فایق لیڈر تین کو خدا تعالےٰ نے اعلےٰ درجے کی قابلیت اور پاکیزہ خیالات دور اندیشی عقل اخلاق۔ ہمدردی۔ نور ایمان کے زیور سے مزیّن کیا ہے۔ اور جن کی ذات سے قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا۔ اور انشاء اللہ پہنچتا رہے گا۔ اور جن کی تصنیفات سے ملک کو بے حد فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ایسے معزز نامور مشہور و معروف شخص کو جی۔ سی۔ آئی کا معزز خطاب ملنا بالکل بجا ہے۔ ہم دلی خوشی کے ساتھ مبارک باد دیتے ہیں۔ خدا آپ کو صد و سی سال سلامت رکھے۔ اور آپ مع بیگم صاحبہ اور پیارے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکو لڑکیوں اور ان کے بچوں کے شاد و آباد رہیں۔ آمین ❊

تمام شد